قدیم اردو

جلد اول ۱۹۶۵ء

فہرست

۱ ۔ مینا ستونتی : غواصی

۲ ۔ کلام معظم بیجاپوری

۳ ۔ کشف الوجود : سید داول

٤ ۔ پرت نامہ : فیروز بیدری

۵ ۔ بکٹ کہانی (بارہ ماسہ) : افضل

٦ ۔ غزلیات حسن شوقی

۷ ۔ دکنی رباعیاں

برائے تبصرہ۔

بخدمت محبی پروفیسر خواجہ حمید الدین صاحب

غلام عمر خاں

۳۱ مارچ ۶۷ء

حیدرآباد

"کمیٹی برائے ترویج و اشاعت اردو" حکومت آندھرا پردیش اور عثمانیہ یونیورسٹی کی مالی امداد سے شائع کیا گیا۔

قدیم اردو

جلد اول، ۱۹۶۵ء

ایڈیٹر

مسعود حسین خاں

شائع کردہ شعبۂ اردو، عثمانیہ یونیورسٹی

حیدرآباد

پہلی اشاعت ۱۹۶۵ء
تعداد ۵۰۰
قیمت

ملنے کا پتہ

خریداری کے سلسلے کی جملہ خط و کتابت
منیجنگ ایڈیٹر، ڈاکٹر غلام عمر خاں،
شعبۂ اردو، عثمانیہ یونیورسٹی
حیدرآباد سے کی جائے۔

مطبع

دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد میں طبع ہو کر
شعبۂ اردو عثمانیہ یونیورسٹی
سے شائع ہوا۔

افتتاحیہ

"قدیم اردو" کا یہ تحقیقاتی سلسلۂ مطبوعات، حیدرآباد اور شعبۂ اردو، عثمانیہ یونیورسٹی کی ان روایات علمی کا تسلسل پیش کرتا ہے، جنکی بدولت، پچھلی نصف صدی میں، انفرادی اور اجتماعی کوششوں کے ذریعہ، اردوئے قدیم کا نایاب سرمایہ دست برد زمانہ سے محفوظ رہ گیا، اور تاریخ ادب اردو کا ایک نیا دبستان کھل گیا۔

کسی بھی زبان کی تاریخ ادب لکھنے سے قبل یہ ناگزیر ہے کہ اس زبان کے مشہور شعرا اور اہل قلم کی تصانیف کے تحقیقی ایڈیشن مقدمات وحواشی کے ساتھ مرتب کردیے جائیں۔ اس میں شک نہیں کہ جامعہ عثمانیہ کے قیام کے بعد پہلی بار اس کام کی جانب سنجیدگی سے توجہ کی گئی اور مختلف افراد اور کمیٹیوں نے اس کام کو حسب استعداد انجام دیا، اسطرح کہ تھوڑے ہی عرصے میں کم و بیش پچیس نایاب مخطوطات منظر عام پر آگئے۔ لیکن، قدیم اردو کا جس قدر سرمایہ ابھی تک حیدرآباد اور دکن کے دوسرے مقامات پر سرکاری اور ذاتی کتب خانوں میں محفوظ ہے اسکی کمیت کے پیش نظر جو بھی کام اب تک ہوا ہے وہ "یک نظر بیش نہیں" کا مصداق ہے۔

چنانچہ "قدیم اردو" کے عام نام کے تحت، یہ تجویز قرار پائی کہ اردو مخطوطات کو شائع کرنے کا سلسلہ شعبہ اردو، عثمانیہ یونیورسٹی کی جانب سے از سرنو جاری کیا جائے۔ اس کی پہلی جلد پیش خدمت ہے، جس میں پانچ چھوٹے بڑے مخطوطات اور بعض نادر غزلیات اور رباعیات کا متن، سیر حاصل مقدمات و حواشی کے ساتھ، پہلی بار مرتب کر کے پیش کیا جارہا ہے۔ ان کی ترتیب و تہذیب میں مرتبین نے اپنا اپنا انفرادی انداز قایم رکھا ہے، تاہم اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ قدیم اردو کے تلفظات کا صحت کے ساتھ تعین کیا جاسکے۔ اس غرض سے اعراب اور دیگر تشریحات سے مدد لی گئی ہے۔ مشکل مقامات سے سرسری گذرنے اور محض نقل نویسی کا جو عام انداز اب تک رہا ہے، اس سے گریز کیا گیا ہے۔ تلاش و جستجو کے باوجود جو مقامات حل نہیں ہوسکے ان پر سوالیہ نشان قیم کر دیا گیا ہے۔ فرہنگ نویسی مین جہاں ضرورت محسوس کی، تاریخی لسانیات سے مدد لے کر معنی کا تعین کیا گیا ہے۔ قیاسی تصحیح کے مقامات کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ جن مخطوطات کا متن اس شمارہ میں پیش کیا جارہا ہے ان کے بارے میں کچھ کہنا لاحاصل ہے، اسلئے کہ ہر مرتب نے شرح و بسط کے ساتھ زیر ترتیب مخطوطے کی ادبی و لسانی اہمیت سے بحث کی ہے۔ صرف

اسقدر اشارہ کر دینا کافی ہوگا کہ قدیم اردو کے اس شمارے میں ایسا متن بھی شامل ہے جو ادبی حیثیت سے غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے اور ناقدین ادب کی طبع آزمائی کے لئے نئی جولاں گاہ فراہم کرتا ہے، اور ایسا متن بھی، جو اپنی لسانیاتی اہمیت کی وجہ سے اردو زبان کے مورخ کے لئے ناگزیر ہے۔

"قدیم اردو" کا پہلا شمارہ جس اہتمام کے ساتھ دیدہ زیب کاغذی پیرہن میں نکل رہا ہے، اس کا، اس انداز میں شائع کرنا، ممکن نہ ہوتا اگر سرکار آندھرا پردیش کی "کمیٹی برائے ترویج و اشاعت اردو" کی فیاضانہ مالیاتی امداد شامل حال نہ ہوتی۔ میں اس سلسلے میں اس کے صدر، جناب سید علی اکبر صاحب اور معتمد اعزازی، جناب رائے جانکی پرشاد صاحب اور دیگر اراکین کمیٹی کا بے حد ممنون ہوں، جن کے توسط سے قدیم اردو کے لیے سب سے بڑا عطیہ مل سکا۔ عثمانیہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر، ڈاکٹر ڈی۔ ایس۔ ریڈی اور یونیورسٹی کالج آف آرٹس اینڈ کامرس کے سابق پرنسپل پروفیسر عبدالقادر صاحب بھی شکریہ کے مستحق ہیں جن کی علم دوستی اور سفارش کے ذریعہ عثمانیہ یونیورسٹی سے بھی اس رسالہ کے لیے ایک گراں قدر رقم مل سکی۔

آخر میں مجھے رفیق شعبہ ڈاکٹر غلام عمر خاں صاحب سے اظہار تشکر کرنا ضروری ہے، جنھوں نے اس کی طباعت کے ہر ہر مرحلہ پر میرا ہاتھ بٹایا۔ عزیز شاگرد مصطفےٰ کمال صاحب نے سرورق کی طباعت میں جو تگ و دو کی ہے، اس کے لیے میں ان کا بھی ممنون ہوں۔ مجھے امید ہے کہ محققین کے جس گروہ نے، قدیم اردو کے پہلے شمارے کے لیے صلہ و ستائش کی تمنا کئے بغیر، محض نشاط کار کی خاطر شب زندہ داریاں کی ہیں، ان کا قلمی تعاون مجھے آئندہ بھی حاصل رہے گا تاکہ اردوئے قدیم کے نایاب متن کو شائع کرنے کا یہ سلسلہ، سال بہ سال، جاری رہے اور اسی طرح مرحوم جامعہ عثمانیہ کے علمی قرض کا کچھ حصہ چکایا جاسکے۔

۱۷ / دسمبر ۱۹۶۵ء — مسعود حسین خان

حیدر آباد

فہرست

۱ - مَینا ستونتی — از ملک الشعرا ''غواصی'' — ۱
مرتبہ: ڈاکٹر غلام عمر خاں،
استاد، شعبۂ اردو، عثمانیہ یونیورسٹی

۲ - کلامِ معظم بیجاپوری — ۲۲۲
مرتبہ: جناب ابو النصر محمد خالدی،
استاد، شعبۂ تاریخ، عثمانیہ یونیورسٹی

۳ - کشف الوجود — از سید داول — ۲۸۳
مرتبہ: جناب محمد اکبر الدین صدیقی،
استاد، شعبۂ اردو، عثمانیہ یونیورسٹی

٤ - پرِت نامہ — از قطب الدین ''فیروز'' بیدری — ۳۳۳
مرتبہ: ڈاکٹر مسعود حسین خاں،
صدر، شعبۂ اردو، عثمانیہ یونیورسٹی

٥ - بِکٹ کہانی (بارہ ماسہ) از محمد افضل، ''افضل'' — ۳٦۷
مرتبہ: (۱) ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی
(۲) ڈاکٹر مسعود حسین خاں

٦ - نادر غزلیات حسن شوقی — ٥۱۲
مرتبہ: جناب حسینی شاہد، پرنسپل،
اردو آرٹس کالج، حیدرآباد

۷ - نادر دکنی رباعیاں — ٥۲۱
مرتبہ: ڈاکٹر سیدہ جعفر، استاد،
شعبۂ اردو، عثمانیہ یونیورسٹی

مَینا سَتونتی

از

ملک الشعراء غواصی

مرتبہ

ڈاکٹر غلام عمر خاں

استاد شعبہ اردو ، عثمانیہ یونیورسٹی

مقدمہ

غواصی کی دو طویل مثنویاں «سیف الملوک و بدیع الجمال» اور «طوطی نامہ» اوراس کے ضخیم دیوان سے کچھ ادھوری غزلیں اور قصائد «کلیات غواصی» کے نام سے شائع ہوچکے ہیں ۔ غواصی کی پیش نظر مثنوی «مَیناستونتی» ہے جس کے متعدد نسخے گذشتہ آٹھ دس سال کے عرصے میں ہندوستان کے کتب خانوں میں دریافت ہوے ہیں ۔

اس مثنوی کے دو مخطوطے ابتداء مولوی نصیر الدین ہاشمی کو لندن کی انڈیا آفس لائبریری میں ملے تھے ، جس کا ذکر انہوں نے «یورپ میں دکھنی مخطوطات» میں تحقیق طلب مخطوطات کے تحت کیا ہے ۔ بلوم ہارٹ کے مرتبہ کیٹلاگ کی اتباع میں مذکورہ توضیحی فہرست میں بھی اس مثنوی کو کوا اور مینا کی کہانی سے تعبیر کیا گیا ہے ۔

مَینا یا مَیناوتی ، قصہ کی ہیروئن کا نام ہے ۔ کہانی کا ہیرو ، لُورِک ایک گوالا ہے ، جس کے لیے قدیم دکنی میں «گوال» کا لفظ استعمال ہوا ہے ، اور جو مخطوطوں میں « کوال » کی شکل میں ملتا ہے ۔ مَینا کی مناسبت سے غالباً اس لفظ کو کوّا سمجھا گیا ، اور قصہ کو کوّا اور مینا کی کہانی ۔ انڈیا آفس کے ان مخطوطوں سے مصنف کے نام یا سنہ تصنیف پر کوئی

روشنی نہیں پڑتی۱

یورپ میں دکنی مخطوطات کی اشاعت کے تقریبا چونتیس برس بعد، جب ھاشمی صاحب نے سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری کے اردو مخطوطات کی فہرست مرتب کی، تو یہاں انہیں اس مثنوی کے پانچ نسخے ملے - اور مثنوی کے بعض اشعار میں لفظ «غواص» کے استعمال سے انہوں نے یہ راے قائم کی کہ شاید یہ مثنوی غواصی کی ہو. کیوں کہ غواصی نے اپنی دوسری تصانیف، بالخصوص «سیف الملوک» میں متعدد مقامات پر اپنا تخلص «غواص» استعمال کیا ھے - مینا ستونتی کے جن اشعار میں لفظ «غواص» استعمال ھوا ھے، وہ یہ ھیں:

مرے ست کے دریا کا لورك غواص
نہ لے سے کوئی اس باج موتیاں کی راس

بزاں سور غواص باندیا کمر
ڈوبیا جا کے مغرب کے دریا بھتر

چوں کہ ان اشعار میں «غوّاص» تخلص کی حیثیت سے نہیں، بلکہ لفظی معنوں میں استعمال ھوا ھے، اس لیے ھاشمی صاحب مرحوم کے بیان کے مطابق ان کے ایك ملاقاتی نے جو دکنی مخطوطات سے دلچسپی رکھتے تھے، ان کے

---

(۱) یورپ میں دکنی مخطوطات، ص ٥٦٨ تا ٥٧٠.

اخذ کردہ نتیجہ کو تسلیم کرنے سے انکار کیا ۔ لیکن پانچ سال بعد سنہ ۱۹۶۱ع میں جب ہاشمی صاحب نے کتب خانہ آصفیہ (اسٹیٹ سنٹرل لائبریری) کے مخطوطات کی توضیحی فہرست مرتب کی ، تو اس لائبریری میں بھی چار نسخے انہیں اس مثنوی کے دستیاب ہوے ، جن کے منجملہ دو قدیم ترین مخطوطوں میں قصہ کے آخر میں وہ اشعار ملے جن میں واضح طور پر شاعر کا تخلص موجود تھا ۔ چنانچہ متذکرہ فہرست میں ان مخطوطات کے متعلق ہاشمی صاحب نے لکھا ہے :

«بعض اصحاب کا خیال ہے کہ یہ مثنوی غواصی کی نہیں ہے ۔ اس لیے تخلص کے اشعار یہاں درج کیے جاتے ہیں ، کیوں کہ کتب خانہ سالار جنگ کے مخطوطات میں تخلص کے اشعار نہیں ہیں » ۱

اشعار یہ ہیں :

کیا نظم قصے کا نابات گھول
دیکھو چوک یاراں تو راکھو نہ بول
برے فہم داراں میں ہوں کم فہام
کیا ہوں یو نادانگی سوں تمام
غواصی کمینے پو کرنا نظر
دعا حق سوں منگنا مرے حق اوپر

(۱) اردو مخطوطات کتب خانہ آصفیہ ، جلد اول ، ص ۹٤ .

دوسرے مخطوطے میں تخلص والے مصرعہ کے الفاظ یہ ھیں :

غواصی پو کرنا کرم کی نظر

ڈاکٹر زور مرحوم نے بھی کلیات غواصی پر جو مقدمہ لکھا ھے ، اس میں غواصی کے حالات اور تصانیف کا ذکر کرتے ہوے اس غیر مطبوعہ مثنوی کا ذکر کیا ھے۔ اگرچہ کتب خانہ آصفیہ کی توضیحی فہرست جس میں میناستونتی کے مندرجہ بالا مخطوطوں کی تفصیل درج ھے اس وقت بھی منظر عام پر نہیں آئی تھی -

راقم نے کوئی ڈھائی سال قبل اس مثنوی پر کام شروع کیا تھا - نو مخطوطات کی مدد سے اسے اشاعت کے لیے مرتب کیا گیا ھے - ان مخطوطات کی تفصیل درج کرنے سے قبل مناسب معلوم ھوتا ھے کہ شاعر کے حالات زندگی کا سرسری خاکہ ابتدا میں پیش کر دیا جائے -

غواصی کے حالات زندگی

عہد وسطی کے بعض نامور شاعروں کی طرح غواصی کی زندگی کے تفصیلی حالات بھی ابھی تک پردہ تاریکی میں ھیں - اس کا نام ، سنہ پیدائش ، تعلیم و تربیت ، خانگی زندگی ، سنہ وفات ، مدفن ، بالخصوص زندگی کے آخری زمانے کے حالات کا کچھ پتہ نہیں چلتا - قطب شاھی تاریخوں میں کچھ اچٹتے ھوے اشارے ، خود شاعر کے کلام کی داخلی شہادتیں ، بعد کے شعرا

اور تذکرہ نگاروں کے وہ اشعار یا مختصر جملے، جن میں غواصی کے کمال فن کا اعتراف کیا گیا ھے، یہی اس کے حالات کا ماخذ ھیں ۔ ان خارجی اور داخلی شہادتوں سے جو چیدہ چیدہ مواد اب تک جمع ھوا ھے، اسے مولوی نصیر الدین ھاشمی نے ''دکن میں اردو'' کے چھٹے ایڈیشن (سنہ ۱۹۶۳ء) میں، اور ''کلیات غواصی'' کے مقدمہ میں ڈاکٹر زور نے یکجا کر دیا ھے ۔ اس لیے ان تفصیلات کو جزوی شہادتوں کے ساتھ یہاں دھرانے کی بجائے، ذیل میں غواصی کے حالات کا صرف ایک مختصر خاکہ جمع شدہ مواد کی روشنی میں پیش کیا گیا ھے ۔ البتہ اس کے نو دریافت شدہ کلیات کے بعض ایسے اشعار، جن سے راقم کے خیال میں غواصی کے حالات زندگی پر کچھ روشنی پڑتی ھے، ضروری وضاحت کے ساتھ درج کیے گئے ھیں ۔

غواصی، وجہی اور محمد قلی کے مقابلہ میں کم عمر تھا. قیاس ھے کہ عہد محمد قلی (۱۵۸۰ تا ۱۶۲۵ ع) کے نصف آخر میں، یعنی سولھویں صدی کے ربع اول میں اس نے مشق و مزاولت کی بدولت شعر گوئی میں مہارت حاصل کرلی تھی؛ اور تدریجی طور پر اسے اپنی صلاحیتوں پر اعتماد، اور اپنے کمال فن کا شدید احساس پیدا ھوتا گیا. محمد قطب شاہ کے عہد حکومت میں سنہ ۱۶۱۶ ع، یا سنہ ۱۶۱۸ ع میں، اس نے

مثنوی سیف الملوک تصنیف کی ۔ اس زمانے میں وہ معاشی سماجی حیثیت سے عسرت اور کس مپرسی کی زندگی گزار رہا تھا۔ پھر سنہ ۱۶۲۵ ع میں جب عبداللہ قطب شاہ تخت نشین ہوا تو غواصی نے نوجوان بادشاہ کے مذاق شعر و ادب کے پیش نظر، اس مثنوی میں محمد قطب شاہ کی بجائے سلطان عبداللہ کی مدح میں اشعار شامل کر کے اسے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ عبداللہ قطب شاہ نے اس کی سرپرستی کی، اور وہ دربار شاہی سے متعلق ہوگیا۔ بادشاہ نے غالبا اسے «فصاحت آثار» کے خطاب سے بھی نوازا تھا، کلیات غواصی کے ایک قصیدے میں ایک جگہ یہ واضح اشارہ ملتا ہے:

هزار شکر جو خوش ہو کے یو شہ عارف
خطاب منج کوں دیا ہے «فصاحت آثاری»

شاید یہ قصیدہ غواصی نے اسی موقع پر لکھا تھا ۔ کیوں کہ شروع سے آخر تک سارا قصیدہ تشکر و احسان مندی کے احساسات سے معمور ہے ۔ آغاز ان اشعار سے ہوتا ہے:

زباں اچاؤں ترے شکر سات اے باری
کہ ہر زبان پہ ترا شکر ہے سدا جاری
تُہیں کریم ، تجی کوں سجے کریمی جم
تُہیں غفور ، تجی کوں سُہاے غفاری

کسے جہاں میں توں نئیں دیکتا سو نئیں ھے کُچ
که هر ذرے کے اُپر ھے تری نظر ساری

هر اك بندے پہ ستر مادراں کی تیری مہر
تمام جگ تیرے یك مہر پرتے بلہاری

قصیدے کے آخری اشعار یہ ھیں :

اچھو تدھاں تلك اس شاہ کا بلند اقبال
جدھاں تلك کرے تاریاں میں چاند سرداری

خوشی سوں راکھ خدایا منج اوس کے سائے میں
که میں غواصی جم اس کا بندا هوں درباری[1]

دربار شاھی سے متعلق ھونے کے بعد، غواصی کی قسمت کا ستارہ بہت جلد چمك اٹھا، اپنی شاعرانہ حیثیت سے قطع نظر، اس نے بادشاہ کے مزاج میں بھی کافی دخل پیدا کرلیا تھا، چنانچہ اپنے قصائد میں وہ حکام سلطنت کی کوتاھیوں کی جانب بادشاہ کی توجہ مبذول کرتا ھے، اور ایك با اعتماد مشیر کی طرح اسے ضروری مشورے دیتا ھے[2] بادشاہ نے اسے جاگیر و مناصب سے بھی سرفراز کیا تھا، ایك قصیدہ میں وہ بادشاہ سے شکوہ کرتا ھے که جو گاؤں اسے جاگیر میں عنایت کیے گئے ھیں وہ اتنے دور افتادہ

(۱) کلیات غواصی، ص ۹۲ تا ۹۷.

(۲) کلیات غواصی، ص ۷۵.

ہیں کہ ان سے مستفید ہونا عملاً اس کے لیے دشوار ہے۔ اس کی بجائے کوئی ایسا علاقہ اسے جاگیر میں عطا کیا جائے جس سے وہ خاطر خواہ مستفید ہو سکے ۱۔

سنہ ۱۶۳۵ء میں جب والی بیجاپور محمد عادل شاہ نے ملک خوشنود کو (جو ابتداً گولکنڈہ کا باشندہ تھا) اپنے سفیر کی حیثیت سے حیدرآباد بھیجا، تو اس سفارت کے جواب میں عبداللہ قطب شاہ نے غواصی کو اپنے سفیر کی حیثیت سے بیجاپور روانہ کیا، جہاں بڑے اعزاز و احترام کے ساتھ اس کی آو بھگت کی گئی، اور جب وہ لوٹا تو محمد عادل شاہ نے ایک بڑا ہاتھی، متعدد گھوڑے اور بیش بہا تحائف اس کی نذر کیے۔ قیام بیجاپور کے زمانے میں غواصی نے اپنی شخصیت اور کمال فن کا ایسا عمدہ مظاہرہ کیا کہ بیجاپور کے ملک الشعراء نصرتی اور مقیمی نے اپنی تصانیف میں اس کا ذکر احترام و عقیدت کے ساتھ کیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غواصی کا یہ دعوی،

مرا گیان عجب شکّرستان ہے
جو اس تے مٹھا سب ہندستان ہے
جتے ہیں جو طوطی ہندستان کے
بھکاری ہیں منج شکّرستان کے

---

(۱) کلیات غواصی، ص ۷۶۔

بالکلیہ بے بنیاد نہیں تھا ، اور اس کی شاعرانہ عظمت کا شہرہ شمالی ہند میں بھی پہنچ چکا تھا - یہی وجہ تھی کہ تقریبا سوا سو سال بعد شمالی ہند میں جب قیام الدین قائم ، میر تقی میر ، اور میر حسن نے شعرا کے تذکرے مرتب کیے تو شعرائے متقدمین میں انھوں نے غواصی کا خاص طور پر ذکر کیا ھے ، جبکہ اس عہد کے دوسرے ممتاز شعرا وجہی اور محمد قلی کا بھی ان تذکروں میں کوئی ذکر نہیں ملتا[1] -

---

(۱) میر صاحب نے نکات الشعراء کی مختصر تمہید میں شعرائے دکن کے تعلق سے اختصار سے کام لینے کی یہ دلچسپ توجیہ کی ھے ، فرماتے ھیں :

« اگرچہ ریختہ در دکن است ، چون از آنجا یك شاعر مربوط بر نخواستہ ، لهذا شروع بہ نام آنہا نہ کردہ وطبع ناقص مصروف اینهم نیست کہ احوال اکثر آنہا ملال انـد وزگردد - مگر بعضے از آنہا نوشتہ خواهد شد » -

میر صاحب کے اس بیان سے اندازہ ہوتا ھے کہ اٹھارویں صدی میں بھی دلی کے مشاہیر اردو نے شعرائے دکن کے صرف چرچے سنے تھے ، اور ان کی مبسوط و مربوط تصانیف یا تو اس وقت تك بھی شمالی ہند نہیں پہنچی تھیں ، یا قدامت زبان کے سبب وہ ان کی ادبی قدر و قیمت کا اندازہ لگانے سے قاصر تھے -

(باقی ص ۱۰ پر)

غواصی کے مذہبی اعتقادات اس کے کلام سے واضح ھیں۔ وہ سید شاہ أبو الحسن علی حیدر ثانی کا مرید تھا، جن کی مدح میں متعدد اشعار اس کلیات میں ملتے ھیں۔ ایک جگہ وہ اپنے سلسلہ قادریہ سے متعلق ھونے پر اسطرح مطمئن ھے:

ھر سند قادری ھوں غواصی
یا بھلا یا برا جکُچ ھوں میں

غواصی کے کلام میں اس کا تخلص پانچ مختلف شکلوں میں ملتا ھے، غَوَاصِی، غوّاصِی، غَوَاصْ، غوّاصْ، غوّاصیا۔ مثالیں ملاحظہ ھوں:

نکو کہہ ھور نکو پوچ اے غَوَاصی سُد کے باتاں منج
نہیں سد منج کوں عالم کی کہ بے سُد ھو رھتا ھوں میں

(مسلسل) میر صاحب نے نکات الشعراء میں غواصی کا صرف ایک شعر درج کیا ھے، جو یہ ھے:

جو کوئی اس مزرع دل میں برہ کا بیج بوتا ھے
تو ھرگز اس کے بستاں میں گل امید ھوتا ھے

مولوی عبد الحق نے فٹ نوٹ میں صراحت کی ھے کہ "تو" کی بجائے "نہ" ھونا چاھیے۔ لیکن راقم کو غواصی کا مطبوعہ کلیات میں کہیں یہ شعر، یا اس زمین میں غواصی کی کوئی غزل نہیں ملی۔ ویسے زبان کے لب و لھجہ سے، اور شعر میں "مزرع دل" اور "گل امید" کی دو فارسی ترکیبوں کو دیکھ کر خیال ھوتا ھے شاید یہ بعد کے دور کا کسی شاعر کا شعر ھو۔

فرشتے عرش کے جُھلتے ہیں مست ہو آج غوّاصی
نہ جانوں یو غزل میری کِنے واں جا سنائے ہیں

تج عشق میں دیا ہے غوّاص اپنا جیا
میراں جیا کے پیر جہانگیر کے بدل

جسے گنہ ہے سو منج تے ہے غوّاص
بول رکھنے پیا پہ ٹھار نہیں

غوّاصیا معطر عالم کوں سب کیا ہے
گویا یو مرثیا ہے ریحان کربلا کا

چند سال پہلے شائع شدہ ایک مضمون میں غواصی کا نام شیخ حسین بہاء الدین بتایا گیا ہے، لیکن یہ قیاس کافی مشتبہ اور تحقیق طلب ہے۔

تصانیف | غواصی کی دو مثنویاں ''سیف الملوک و بدیع الجمال'' اور ''طوطی نامہ'' مولوی سعادت علی رضوی نے مرتب کر کے سنہ ۱۹۳۸ء میں شائع کی تھیں۔ گذشتہ دس سال میں اس کی مزید دو تصانیف دریافت ہوئی ہیں۔ ایک زیر بحث مثنوی ''مینا ستونتی'' ہے، اور دوسرے اس کا ضخیم کلیات، جو ہنوز محققانہ ترتیب و تدوین کا محتاج ہے۔ غواصی کی ایک اور مثنوی ''لیلی مجنوں'' کا حال بھی راقم نے سنا ہے، لیکن یہ امر ابھی تحقیق طلب ہے۔

مینا ستونتی کا زمانۂ تصنیف غواصی کی پیش نظر

مثنوی «مینا ستونتی» کے کسی نسخے سے اس کے سنہ تصنیف پر روشنی نہیں پڑتی - زیر بحث مثنوی اور غواصی کی دوسری تصانیف کے داخلی شواہد کی بنا پر راقم کا خیال ھے کہ یہ مثنوی، «طوطی نامہ» اور «سیف الملوک» سے قبل کی تصنیف ہوگی - مندرجہ ذیل داخلی شہادتوں سے مینا ستونتی کے زمانہ تصنیف کا اندازہ لگانے میں مدد ملتی ھے -

۱ - غواصی کی دوسری دومثنویوں پر نگاہ ڈالی جاے تو سیف الملوک کے مقابلہ میں طوطی نامہ، زبان و بیان اور کمال فن کے اعتبار سے دور پختگی کی پیداوار معلوم ہوتا ھے - اسی نقطہ نگاہ سے مینا ستونتی، زبان، اسلوب بیان، اور تخیل کی مشترک خصوصیات کے باوجود[1] شاعرانہ کمال اور فنی پختگی کے اعتبار سے طوطی نامہ اور سیف الملوک دونوں سے قبل کی تصنیف معلوم ہوتی ھے -

۲ - شاعرانہ کمال کے تدریجی نشوونما کے ساتھ ساتھ غواصی کو اپنی صلاحیتوں پر اعتماد، اور اپنی عظمت کا احساس پیدا ہو گیا تھا - طوطی نامہ میں جو اسکے دور پختگی کی

---

(۱) غواصی کی ان تینوں مثنویوں میں زبان اور اسلوب بیان کی مشترک خصوصیات سے متعلق مقدمہ کے آئندہ صفحات میں بحث کی گئی ھے -

پیداوار ہے، وہ اپنے کمال فن پر نازاں ہے۔ ایک خود شناس اور پختہ کار فنکار کی طرح، کسی عجز و انکسار کے بغیر وہ اپنے کار نامہ پر اس طرح اظہار خیال کرتا ہے:

یو نامہ رنگا رنگ نرمل پچھل
ہوا اس زمانے میں سب بے بدل
اگر یو چڑے نکتہ دانی کے ہات
سینے پر سُنے کے لکھیں نیر سات
مرا کام ہے اس زمانے میں آج
کہ ساجے نہ یو کام کس منج باج
جو سلطان عبداللہ اس دور کا
ہے راجا سلیمان کے طور کا
شگفتا کیا دیک اُس کا کرم
سو جھمکیا مری طبع کا جام جم
جو اس شہ کی خاطر پڑیا یو قبول
گگن تے ہوا منج پو رحمت نزول
جو یو نظم میرا عروسی کیا
سُرج منج سوں آدست بوسی کیا
کہیا اے سخن سنج صاحب تمیز
بچن کے سو ہے مصر کا توں عزیز
تری طبع پر صد ہزار مرحبا
سچا توں ہے منظور آل عبا

کُئی اس بات کوں لاف جانو نکو
برے ہو برا دل میں مانو نکو
کہ جس کے صدف میں رتن خاص ہے
کرے لاف گر ان تو انصاف ہے
چھپاؤں کتا آپسیں کونڈ میں
کہ چھپتی نہیں پھول کی باس کئیں
سخن پروراں یک تے یک ہیں زیاد
ولے ہور ہے منج زبان کا سواد
یوں افسانہ جو عیب تے دور ہے
سلاست کے اسمان کا سُور ہے[1]

طوطی نامہ کے ان اشعار کے مقابلہ میں سیف الملوک میں تعلی یا خود شناسی کا یہ راگ مدھم سروں میں ملتا ہے:

جو سلطان عبداللہ انصاف کر
مرے جوہراں پو تے دل صاف کر
دیوے داد میرا، بہوت مان پاؤں
امس دور تھے تا گریبان پاؤں
کہ یو شاہ میرا خریدار ہوے
تو تازا مرا طبع گلزار ہوے

---

(۱) طوطی نامہ، ص ۲۸۴، ۲۸۵ ۔

که غمگیں ھوں میں سخت سنسار تھے
دھروں دغدغیے لك اس آزار تھے
جو بھوگی نول شہ یستے فوح پاؤں
تو اس تھیں رتن خاص دھنڈ دھنڈلیاؤں
اگرچہ ھوں شہ کے بندیاں میں حقیر
ولے شعر کے فن میں ھوں بے نظیر
که موں کھول یوں میں کھوں کیا اپیں
گواھی دیویں شعر اپیں ناچھپیں

میناستونتی میں ، آغاز قصه سے قبل جو تین چار اشعار اس نے مثنوی کے تعلق سے لکھے ھیں ، اگرچه ان میں بھی تعلی اور خود پسندی کا یه رجحان نمایاں ھے لیکن درجه کے اعتبار سے بہت کم :

رسالہ اتھا فارسی نیو اول
کیا نظم دکھنی یستے بے بدل
عقل فہم عرفان کا کام ھے
محبت کے دریا کا پر جام ھے
یمٹھی یك حکایت عجب خوب تر
رسالہ مرا خوب شہد و شکر

لیکن مثنوی کے آخری اشعار میں جس انکسار کے ساتھ وہ اپنے کارنامه کو قارئین کے آگے پیش کرتا ھے ، اس سے اندازہ

ہوتا ہے گویا یہ مثنوی، میدان شاعری میں کسی تازہ وارد نوجوان کی پہلی کوشش ہے:

کیا نظم قصے کا نابات گھول
دیکھو چوک یاراں تو راکھو نہ بول
بڑے فہم داراں میں ہوں کم فہام
کیا ہوں یو نادانگی سوں تمام
غواصی کمینے پو کرنا نظر
دعا حق سوں کرنا مرے حق اوپر

(میں نے ایک قصہ کو پر لطف اور دلکش بنا کر نظم کے سانچے میں ڈھالا ہے۔ اگر اس میں کچھ خامیاں نظر آئیں تو نکتہ چینی نہ کیجئے۔ ابھی تو میں دانشمندوں اور باکمالوں کی صف میں ایک خام کار کی حیثیت رکھتا ہوں۔ اور اسی حیثیت میں، میں نے جوں توں یہ کام انجام دیا ہے۔ ایک خرد اور ناچیز کی حیثیت سے میں نگاہ کرم کا محتاج ہوں، اور آپ کی دعاؤں کا طالب ہوں)۔

۳۔ مینا ستونتی، سیف الملوک، اور طوطی نامہ میں شاعر نے اپنے مذہبی عقاید کے اظہار میں تدریجی طور پر اپنے رویہ کو جس طرح محتاط بنایا ہے، اس سے بھی مینا ستونتی کے زمانۂ تصنیف کا اندازہ لگانے میں مدد ملتی ہے۔ پیش نظر مثنوی میں آغاز قصہ سے قبل حمد و نعت، خلفائے راشدین

کی مدح، پھر حضرت امام حسن، امام حسین، حضرت عبدالقادر جیلانی اور خواجہ بندہ نواز کی منقبت میں اشعار ملتے ہیں۔ ان اشعار سے شاعر کے عقاید کے متعلق جو نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں، وہ غواصی کی دوسری مثنوی سیف الملوک میں ظاہر کیے ہوے عقاید کے مطابق ہیں۔ سیف الملوک میں حمد و نعت کے بعد خلفاے ثلاثہ کی مدح میں دو اشعار ملتے ہیں، پھر حضرت علی کی منقبت میں چوبیس اشعار، حضرت عبدالقادر جیلانی اور خواجہ بندہ نواز کی مدح میں چند اشعار، اور آخر میں سلطان عبداللہ قطب شاہ کی تعریف میں ایک طویل نظم۔ واضح رہے کہ یہ مثنوی غواصی نے اس وقت تصنیف کی تھی جب کہ دربار شاہی میں اس کی رسائی نہیں ہوئی تھی، لیکن ایک خوش گو شاعر کی حیثیت سے اس کی شہرت قائم ہوچکی تھی اور وہ خود کو تقرب شاہی کا مستحق سمجھتا تھا۔ لیکن غواصی کی آخری تصنیف طوطی نامہ میں جب کہ اس کے عروج کا ستارہ اوج کمال پر تھا، اور بادشاہ کے مقربین میں اس کا شمار ہوتا تھا، آغاز قصہ سے قبل حمد و نعت کے اشعار کے بعد اصحاب ثلاثہ اور حضرت عبدالقادر جیلانی کا ذکر نہیں ملتا۔

ان تینوں مثنویوں میں شاعر نے اپنے عقاید کے اظہار میں جو تدریجی احتیاط ملحوظ رکھی ہے ، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مینا ستونتی اس کے ابتدائی زمانے کی تصنیف ہوگی ، جب کہ وہ نوجوان شاعر کی حیثیت سے ابھر رہا ہوگا ، اور دربار شاہی تک رسائی کے حوصلے اس کے دل میں پیدا نہیں ہوے تھے ۔ وہ کھل کر اپنے عقاید کا اظہار کرتا ہے ، اور بادشاہ کا کہیں ذکر نہیں کرتا ۔ مولوی نصیر الدین ہاشمی نے بھی ایسا ہی خیال ظاہر کیا ہے :

« اگرچہ اس کی صحیح تاریخ تصنیف معلوم نہیں ہوئی ہے ، مگر خیال ہے کہ سنہ ۱۰۳۵ ھ کے قریب مرتب ہوئی ہے ۔ اس مثنوی میں اس کی دوسری مثنویوں سیف الملوک اور طوطی نامہ کی طرح بادشاہ کی مدح نہیں ہے ۔ اس سے خیال ہوتا ہے کہ اس زمانے میں اس کو شاہی تقرب حاصل نہیں ہوا تھا » [۱]

اس طرح اگر یہ مان لیا جاے کہ مینا ستونتی غواصی کی پہلی تصنیف ہے ، تو اس کا زمانۂ تصنیف ، سیف الملوک کے سنہ تصنیف (سنہ ۱٦۱۷ ع یا سنہ ۱٦۱۸ ع) سے پانچ دس برس پہلے کا زمانہ ہوسکتا ہے ۔

---

(۱) اردو مخطوطات ، کتب خانہ آصفیہ : ص ۷۴ ۔

غواصی کی اس مثنوی کے مختلف نسخے جو ہندوستان اور بیرون ہند کے مختلف کتب خانوں میں اب تک دریافت ہوئے ہیں، حسب ذیل ہیں:

۱ - انڈیا آفس لندن کے کتب خانے میں دو نسخے - جن کا نشان بلوم ہارٹ کے کیٹلاگ کے مطابق ۷۷ اور ۷۸ ہے - ان نسخوں کا ذکر یورپ میں "دکنی مخطوطات" کے صفحات ۵٦۸ تا ۵۷۰ میں ملتا ہے -

۲ - کتب خانہ آصفیہ (حیدرآباد دکن) پانچ نسخے - ان کی تفصیل آگے آئے گی -

۳ - سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری حیدرآباد، چار نسخے - ان نسخوں کی تفصیل بھی آیندہ صفحات میں درج ہے -

٤ - کتب خانہ انجمن ترقی ہند علی گڑھ، ایک نسخہ، قلمی مثنویات ۷۲ / ٦۲۷ - اس مثنوی کو کیٹلاگ میں کسی شاعر "علی وجودی" کی تصنیف بتایا گیا ہے جو درست نہیں ہے[1]

---

(۱) «مینا و لورک» نامی مثنوی کا ایک مخطوطہ، جو دکنی کے کسی گمنام شاعر "مہدوی" کی تصنیف ہے، بمبئی یونیورسٹی کے کتب خانہ میں موجود ہے - یہ مثنوی زبان کے اعتبار سے بعد کی تصنیف معلوم ہوتی ہے - قصہ کی تفصیلات اگرچہ خاصی مختلف ہیں، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مہدوی نے غواصی کی مثنوی سے دل کھول کر استفادہ کیا ہے -

اس مثنوی کی ترتیب میں کتب خانہ آصفیہ کے چار نسخے ، اور سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری کے پانچ نسخے ، اسطرح جملہ نو مخطوطے مرتب کے پیش نظر رہے ہیں ۔ جنہیں ایڈٹنگ کے دوران حوالوں کی سہولت کی خاطر میں نے (الف) ، (ب) ، (ج) ، (د) ، (ی) ، (ف) ، (ل) ، (م) ، (ن) سے موسوم کیا ہے ۔ ان نسخوں کی مختصر توضیح درج ذیل ہے ۔

مخطوطہ (الف)

یہ نسخہ کتب خانہ آصفیہ کی ملکیت ہے ۔ کتب خانہ کی فہرست کے مطابق اسکا نشان اردو مثنوی (۱٤۱ جدید) ہے ، اور ہاشمی صاحب کی توضیحی فہرست کے مطابق ، منظوم افسانے ۲۰۵ ۔ مثنوی لائبریری سائز کے ۵۹ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے ۔ ہر صفحہ پر ۱۳ سطریں ہیں ۔ خط نسخ میں ہے ، اور کاغذ قدیم دیسی قسم کا ۔ کتابت اور کاغذ ہر دو اعتبار سے یہ نسخہ نہایت قدیم معلوم ہوتا ہے ۔ دوسرے نسخوں کے مقابلے میں کتابت کی غلطیاں بھی ، اس نسخہ میں نسبتاً کم ملتی ہیں ۔ بعض صفحات کے کچھ حصے کرم خوردہ ہیں ۔ ذیلی سرخیاں فارسی میں دی گئی ہیں ۔ آغاز ان اشعار سے ہوتا ہے :

کہوں حمد میں پاک رحمان

کہ او حمد زیور ہے ایمان کا

جمع حمد اوس کوں سزاوار ہے
کہ جن جگ کوں پیدا کرنہار ہے
کہ خالق ہے سب خلق کا خاص و عام
او مالک اہے ملک کا جو تمام

اختتام :

برے فہم داراں میں ہوں کم فہام
کیا ہوں یو نادانگی سوں تمام
غواصی کمینے پو کرنا نظر
دعا حق سوں منگنا مرے حق اوپر
ہوا نظم یونانوں سوں سب تمام
بحق محمد علیہ السلام

کاتب الحروف شیخ انوار غفراللہ ذنبہ۔

مخطوطہ (ب)

کتب خانہ آصفیہ کے اس مخطوطہ کا نشان ٥٢٤ ہے۔ اور ہاشمی صاحب کی فہرست کے مطابق ''منظوم افسانے ٢٠٤''۔ لائبریری سائز کے ٧٤ صفحات پر مشتمل ہے، ہر صفحہ پر ١٣ سطریں ہیں۔ کاغذ دیسی ہے۔ کتابت اور کاغذ کے اعتبار سے یہ نسخہ (الف) کے مقابلے میں بعد کا ترقیمہ معلوم ہوتا ہے۔ کوئی ذیلی سرخی نہیں دی گئی ہے۔ کتابت کی غلطیاں نسخہ (الف) کے مقابلے میں زیادہ ہیں۔

آغاز:

کہوں حمد میں پاک رحمان کا
که او حمد زیور ھے ایمان کا
ثنا حمد اُس کوں سزاوار ھے
که دو جگ کوں پیدا کرنہار ھے
او خالق ھے سب خلق کا خاص و عام
او مالك ھے سب ملك کا جیوں تمام

اختتام:

کیا نظم قصے کا نابات گھول
جسے خوب لگتا تو اینا ھے مول
بَرے فہم داران میں ھوں کم فہام
کیا ھوں یو نادانگی سوں تمام
غواصی پو کرنا کرم کی نظر
دعا حق سوں کرنا مرے حق اوپر
ہزاران درود و ھزاران سلام
بحــق محمد عـلـیـه الـسـلام

مخطوطه (ج)

کتب خانه آصفیه کے اس مخطوطه کا نشان مثنوی ۳٤٤ ھے، اور ھاشمی صاحب کی فہرست میں منظوم افسانے کے تحت ۲۰٦ - ٦۰ صفحات پر مشتمل ھے۔ ھر صفحه پر ۱۲ سطریں ھیں۔ خط نستعلیق ھے۔ کتابت کی غلطاں نسبتاً

کم ھیں ، لیکن زبان اکثر جگه زمانهٔ ما بعد کی معلوم ھوتی ھے -
آغاز :

کہوں حمد میں پاک رحمان کا
که او حمد زیور ھے ایمان کا
جمع حمد اوس کو سزاوار ھے
که دو جگ کو پیدا کرنہار ھے
او خالق ھے سب خلق کا خاص و عام
که مالك ھے او ملك کا سب تمام

اختتام :

کیا نظم قصے کا نابات گھول
دیکھے چوك یاراں تو نه رکھنا بول
بَرے فہم داراں میں ھوں کم فہام
کیا ھوں میں نادانگی سوں تمام
کہیں میم حے اور کہیں میم دال
درودان نبی پر پڑو شاد حال
الٰہی گنه بخش اور منہج خطا
رتی کر توں ایمان کا منہج عطا

مخطوطه (د)

یه نسخه سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری کی ملکیت ھے -
لائبریری کی فہرست کے مطابق اسکا نشان ، اردو مثنوی ۳۶ ھے ،

اور ہاشمی صاحب کی توضیحی فہرست کے مطابق ''منظوم افسانے'' کے تحت ٧٤٦ - متعدد رسائل کے ایک مجموعہ میں یہ مثنوی بھی شامل ہے - یہ رسائل بالترتیب معراج نامہ بلاقی، وفات نامہ نبی، مینا ستونتی، قصہ أبو شحمة، وفات نامہ، شمائل نامہ، وصیت نامہ، سخاوت نامہ اور جنگ نامہ ہیں - مثنوی مینا ستونتی ٣٥ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے - ہر صفحہ پر ١٧ سطریں ہیں - دیسی کاغذ ہے اور خط شکستہ، ناقص الاول ہے - ایسا معلوم ہوتا ہے کاتب نے عمداً سارے تمہیدی اشعار کو نظر انداز کر کے آغاز قصہ سے کتابت شروع کی ہے - کتابت نسبتاً بہتر ہے -

آغاز:

قصہ میناں ست

مِٹھا یک حکایت عجب خوب تر
رسالہ مرا خوب شیریں شکر
کہ یک شہر کا یک اتھا بادشاہ
جہانگیر عالم اتھا شہنشاہ
سخی مہرباں عادل و شہر یار
نکو نانوں اوس کا سوبالا کنوار

اختتام:

کیا نظم قصے کا نابات گھول
دیکھیں چوک یاراں تو راکھو نہ بول

بڑے فہم داراں میں ہوں کم فہام
کیا ہوں یو نادانگی سوں تمام

کہیں میم حے اور کہیں میم دال
درود اں نبی پر پڑو شاد حال

تاریخ کتابت بست و پنجم ربیع الثانی در قصبہ بھنو پانصد وہشتاد بیت سید قاسم روضہ منور حضرت میاں صاحب انجام یافت۔

مخطوطہ (ی)

سالارجنگ اسٹیٹ لائبریری کے اس نسخہ کا نشان ۳۸ ہے۔ اور ہاشمی صاحب کی فہرست کے مطابق، «منظوم افسانے» ۷٤۸ - یہ ایک کرم خوردہ نسخہ ہے۔ دیسی کاغذ ہے اور معمولی نستعلیق خط ۔ ٦١ صفحات ہیں، اور ہر صفحہ پر ۱۰ سطریں۔ اس نسخہ کا کاتب نہایت کم سواد ہے، زشت خط میں لکھا گیا ہے۔ آخری چار صفحات بڑی لاپروائی کے ساتھ گھسیٹے گئے ہیں۔

آغاز:

کہوں حمد میں پاک رحمان کا
کہ او حمد زیور ہے ایمان کا

جمع حمد اُس کوں سزاوار ہے
جنے جگ کوں پیدا کرنہار ہے

اختتام:

کیا نظم قصے کا نابات گھول
دیکھو چوک یاراں رکھنا نہ بول

بڑے فہم داراں میں میں کم فہام
کیا یو نادانگی سوں تمام

آخری صفحہ پر کچھ لکیریں ہیں، جن میں یہ الفاظ پڑھے جاسکتے ہیں « این کتاب ملک ظہیر الدین است »

مخطوطه (ل)

سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری کے اس مخطوطه کا نشان ۳۷ اور ہاشمی صاحب کی فہرست کے مطابق ۷۴۷ ہے - دیسی کاغذ ہے، اور خط معمولی نستعلیق - ۳۸ صفحات پر مشتمل ہے اور ہر صفحہ پر ۱۱ سطریں - ناقص الآخر ہے - کتابت کی غلطیاں کثرت سے ملتی ہیں -

آغاز:

این قصه ستونتی است

کہوں حمد میں پاك رحمان کا
که جن جگ کوں پیدا کرنہار ہے

او خالق ہے سب خلق کا خاص وعام
او مالك ہے ملك کا سب تمام

اختتام:

فضاحت منگیا کرنے اوس عیب تے
ہوا یيك آواز وہاں غیب تے

اے ناپاك کرتا ہے کی آکے سنگ
که جلنے کوں منگتا ہے مثل پتنگ

کہیں میم حی اور کہیں میم دال
درودان نبی پر کہو فی الحال

مخطوطہ (ف)

کتب خانہ آصفیہ کے اس مخطوطے کا نشان ۲۱۴۰ جدید ہے اور ہاشمی صاحب کی فہرست کے مطابق، منظوم افسانے ۲۶۱- مثنوی دو رسالوں کے ایک مجموعہ میں شامل ہے۔ پہلے "میناستونت" ہے اور پھر ایک نا معلوم مثنوی جو کسی معمولی شاعر کی تصنیف معلوم ہوتی ہے جس میں سلطان فیروز شاہ بادشاہ مصر اور اس کی بیٹی ملکہ کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ مثنوی "میناستونت" ۱۰۸ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے اور ہر صفحہ پر بارہ مصرعے ہیں۔ دو مختلف کاتبوں کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ کتابت کی غلطیاں کثرت سے ملتی ہیں۔

آغاز:

کہوں حمد میں پاک رحمان کا
که او حمد زیور ہے ایمان کا

اختتام:

بڑے فہم داراں میں ہوں کم فہام
کیا ہوں یو نادانگی سوں تمام
ستر عیب اوس کوں یو سر پوش ہیں
کہیں عیب اس میں جو دیکھو تمیں

مرتب کیا یاں سوں قصا تمام

جو بولو نبی پر درود اور سلام

سنہ ۱۲۵۰ محمد سنہ ۱۸۳۵ عیسی

تمت الکتاب مینا ستونت بتاریخ دھم ماہ رجب المرجب روز پنجشنبہ بوقت سہ پہر اتمام رسانید کرد۔ کاتب الحرف فقیر حقیر شیخ میراں۔

مخطوطہ (م)

سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری کے اس نسخہ کا نشان ۳۵ ہے اور ہاشمی صاحب کی فہرست میں ۷۴۵۔ دولت آبادی کاغذ پر خوش خط نستعلیق میں لکھا ہوا یہ نسخہ کاغذ اور کتابت ہر دو اعتبار سے بیس پچیس سال پہلے کا ترقیمہ معلوم ہوتا ہے۔ خوش خطی کے باوجود کتابت کی بے شمار غلطیاں ملتی ہیں۔

آغاز:

کہوں حمد میں پاک رحمان کا

او حمد زیور ہے ایمان کا

اختتام:

بڑے فہم داراں میں بھی کم

کیا ہوں یو نادانگی سوں رقم

ستر عیب اوسکوں یو پوشو تمیں

کہیں عیب اس میں جو دیکھو تمیں

مرتب کیا یہاں سو قصہ تمام

جو بولو نبی پر درود و سلام

مخطوطہ (ن)

سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری کے اس نسخہ کا نشان ۳۹ ھے ، اور ھاشمی صاحب کی فہرست کے مطابق ۷٤۹ - معمولی دیسی کاغذ ھے ، اور خط معمولی نستعلیق - ۵۹ صفحات پر مشتمل ھے اور ھر صفحہ پر ۱۳ سطریں ھیں - کاغذ اور کتابت کے اعتبار سے کافی بعد کے زمانے کا ترقیمہ معلوم ھوتا ھے - کاتب نہایت کم سواد ھے - نسخہ ناقص الآخر ھے -

آغاز :

کہوں حمد میں پاك رحمان کا

کہ او حمد زیور ھے ایمان کا

اختتام :

او کٹنی کو اس وقت سنگبار کر

منڈا سر کو بٹھلا گدھے کے اوپر

شہر کے گلیاں میں پھرا خوار کر

کہ چھوڑے لیجا کر پرای نگر

او ستونت سکی نے پھرا بھیاو کر

مـلائی او لورك و چنـدا مکر

قدیم دکنی کے اکثر و بیشتر مخطوطات ، جن کا متن تین چار سو برس کے طویل عرصے میں طرح طرح سے نسخ و مسخ ہوکر ہم تك پہنچا ہے ، اردوے قدیم کے طالب علموں اور محققوں کے لیے بڑے عجیب و غریب معمے پیش کرتے ہیں - سلطان محمد قلی قطب شاہ کے شاہی نگرانی میں مرتب کیے ہوے دیوان میں غواصی کے اشعار ، اور ملك الشعرا غواصی کے مطلا و مذہب دیوان میں عبداللہ قطب شاہ اور ہاشمی کی غزلیں ، تخلص کی تبدیلی کے ساتھ ملتی ہیں - پھر اختلافات نسخ کا یہ عالم ہے کہ اگر ایك کتاب کے دو نسخے ، چالیس پچاس برس کے وقفے سے دو مختلف کاتبوں کے نقل کیے ہوے ملیں ، تو ان دو مخطوطوں میں الفاظ کی صوتی شکلیں ، املا ، تذکیر و تانیث کی صورتیں ، اور افعال کی شکلیں بھی بدلی ہوی ملتی ہیں - اختلافات نسخ کی پیچیدگیوں کے اعتبار سے خاص طور پر پیش نظر مثنوی مرتب کے لیے ایك بڑا کٹھن اور صبر آزما امتحان ثابت ہوتی ہے - ایسے نسخے جو نسبتا بعد کے ترقیمہ ہیں ان کی زبان کی قدامت بھی متاثر ہوتی گئی ہے - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعد کے عہد میں نقل کے دوران ، کبھی کاتبوں

نے، اور بعض صورتوں میں معمولی حیثیت کے شاعروں نے، زبان کو اپنے عہد کے مطابق بنا کر لکھنے کی کوشش کی ھے۔ مختلف نسخوں میں اشعار کی ترتیب بھی درھم برھم ھو گئی ھے، جس کی وجہ سے بعض صورتوں میں قصہ کا تسلسل بھی برقرار نہیں رھتا۔ نسبتاً بعد کے ترقیمہ مخطوطوں میں بعض مقامات پر ایسے چیدہ چیدہ اشعار بھی ملتے ھیں جو ادبی اعتبار سے کم تر درجہ کی چیز ھیں، اور کسی تک بندی کرنے والے شاعر کے ذھن کی پیداوار معلوم ھوتے ھیں۔ پھر قصہ کے سلسلے میں جو ذیلی کہانیاں آتی ھیں، ان کی ترتیب بھی مختلف نسخوں میں بدل گئی ھے۔ مرتب کا خیال ھے کہ پیش نظر مثنوی میں اختلافات نسخ کا ایک اھم سبب کسی زمانے میں اس قصہ کی غیر معمولی مقبولیت ھے۔ جیسا کہ قصہ کے ماخذ سے بحث کرتے ھوئے آئندہ صفحات میں بتایا گیا ھے، اس قصہ کی اخلاقی دلکشی نے قصہ کو عہد اکبری میں بھی مذھبی رھنماؤں اور مشائخین مین مقبول بنادیا تھا۔ کوئی تعجب نہیں کہ صوفیہ اور مشائخین نے اپنے معتقدین کی تلقین و ھدایت کے لیے اس مثنوی کی وسیع پیمانے پر اشاعت کی ھو۔ اور نقل در نقل کے طویل سلسلہ کے دوران میں، اکثر صورتوں میں قصہ کی ادبی حیثیت نظروں سے اوجھل ھوتی گئی، اور اسکی جگہ ایسے اعتقادی عناصر بعد کے مخطوطوں میں شامل ھو گئے،

جو قدیم تر مخطوطوں میں نہیں ملتے، یعنی ایسے اشعار اور حکایتیں جو قدرتی طور پر کسی قادر الکلام شاعر اور خوش فکر فنکار کے ذہن کی پیداوار نہیں ہوسکتیں - نو مخطوطوں کے منجملہ سات مخطوطوں میں شاعر کے تخلص والے اشعار کو نظر انداز کردینے کی بھی یہی وجہ ہو سکتی ہے -

ان مخطوطوطات پر نظر ڈالنے کے بعد، شعبہ اردو میں میرے رفیق کار ڈاکٹر حفیظ قتیل اور میں، اس نتیجہ پر پہنچے کہ کاغذ اور کتابت کے اعتبار سے نسخہ (الف) قدیم ترین ہے، یہی نتیجہ راقم نے مخطوطات کے دیرینہ سال ماہر مولوی قدرت رحیم، ریسرچ اسسٹنٹ، سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری سے مشورہ کے بعد اخذ کیا -

نو مخطوطات کا تفصیلی مطالعہ کرنے، اور خود ان کی نقل کر کے ان کا باہمی مقابلہ کرنے کے بعد، راقم نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ان میں سے چھ مخطوطات (الف)، (د)، (ی)، (ف)، (ل)، اور (م) بنیادی طور پر نسخہ (الف) سے متعلق ہیں؛ یعنی یہ نسخہ (الف) یا اس سے مشابہہ کسی ایک یا ایک سے زائد نسخوں کی نقلیں ہیں - ۱ یہ سارے نسخے

---

(۱) انڈیا آفس کے دو نسخوں، اور انجمن ترقی اردو علی گڑھ کے ایک نسخہ کو دیکھنے کا مرتب کو موقع نہیں ملا - لیکن ان نسخوں سے متعلق جو توضیحی مضامین، اور ان کے جو

(باقی ص ۳۳ پر)

اکثر مقامات پر تو بعینہ ایک دوسرے کی نقل معلوم ہوتے ہیں ، لیکن کہیں کہیں اشعار میں کچھ کمی بیشی ہو گئی ہے ، یا ذیلی حکایتوں کی ترتیب بدل گئی ہے۔ قدیم تر الفاظ کی بجائے کم قدیم الفاظ اکثر صورتوں میں استعمال ہوئے ہیں۔ بعض مقامات پر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مخطوطہ کے بعض مقامات کرم خوردہ یا غیر واضح رہے ہوں گے ، چنانچہ نقل کے دوران شعر کے کسی خاص جزو میں مختلف کاتبوں نے اپنی اپنی بساط کے مطابق خیال آرائی کرنے کی کوشش کی ہے۔ مخطوطہ (ل) میں دو بیویوں والے سپاہی کی حکایت کے بعد مینا اور بوڑھی دلالہ کے ما بین ایک طویل مکالمہ جو بالترتیب سولہ اور چوبیس اشعار پر مشتمل ہے ، اضافہ ہو گیا ہے۔

نسخہ (ب) اور اس سے متاثرہ نسخہ (ن) ، اس اعتبار سے نسخہ (الف) سے مختلف ہیں کہ ان میں قصہ کے پلاٹ میں ایک نئے کردار کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ یہ فاضل کردار ایک « پیر » کی شخصیت ہے۔ کہانی کا مرکزی خیال وفا شعار ہیروین ، مینا ، کی عصمت شعاری ہے ، جو بادشاہ اور اس کی فرستادہ دلالہ کی تمام تر کوششوں کے باوجود اپنے

(مسلسل) اقتباسات پیش نظر ہیں ، ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ تینوں نسخے بھی بنیادی طور پر نسخہ (الف) کے گروپ سے متعلق ہیں۔

مضبوط ارادہ اور پاکیزہ کردار کا مظاہرہ کرتی ہے، اور اس طرح خود کو ایک نصب العینی، با عصمت، اور وفا شعار عورت ثابت کرتی ہے۔ لیکن نسخہ (ب) میں پیر کے فاضل کردار کے ذریعہ ہیروین کی ساری وفا شعاری اور عصمت کوشی کا سہرا پیر کے سر باندھ دیا گیا ہے، وہ اس طرح کہ جب مینا کا شوہر اسے چھوڑ کر چندا کے ساتھ فرار ہو جاتا ہے، تو وہ پیر کو اپنے گھر بلاتی ہے، اور ان سے مدد کی خواستگار ہوتی ہے۔ پیر مینا کے حق میں دعا کرنے کا وعدہ کرتے ہیں، اور اسے نصیحت کرتے ہیں کہ وہ اپنی عصمت کی حفاظت کرے، اور اپنے پیر کے سوا کسی اور مرد کا خیال بھی دل میں نہ لائے۔ مینا بس انہیں کے حکم پر عمل کرنے کی بدولت گمرہی اور ضلالت سے دور رہتی ہے۔ چنانچہ دلالہ یا ''دوتی'' جب مینا کو ورغلانے کی مختلف کوششیں کرتی ہے، تو موقع بہ موقع مینا پیر کی نصیحت کا حوالہ دیتی ہے، اور ان کے حکم کے خلاف عمل کرنے سے انکار کرتی ہے۔ راقم کا خیال ہے کہ مذہبی پیشواؤں، اور صوفیوں میں اس قصہ کی مقبولیت، کہانی میں اس تصرف کا سبب بنی ہے۔ کسی جہاں دیدہ صوفی نے کہانی کی مقبولیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے، پیری مریدی کے ادارہ کی خدمت کی خاطر، بڑی چابکدستی کے ساتھ ایک پیر کے کردار کو بھی اس لوک کہانی

میں داخل کر دیا ہے ۔ اور اپنے طبقہ کی روایتی ذہانت سے کام لیتے ہوئے ، سادہ اور ضعیف الاعتقاد عوام کو متاثر کرنے کے لیے اس کہانی میں ، ادارہ پیری کو ایسی بنیادی اہمیت دے دی کہ مینا کی وفا شعاری اور عصمت کوشی کی ساری مستحسن کوششیں ، اس کی طبیعت اور مذاق کی پاکیزگی پر محمول نہیں قرار پاتیں ، بلکہ صرف اس امر پر کہ وہ کسی پیر کی فرمانبردار مرید تھی ۔ ظاہر ہے کہانی میں یہ تصرف ہر پیر کو پسند آیا ہوگا ۔ پیر کا یہ فاضل کردار ، جو ساری کہانی میں انگشت ششم کی حیثیت رکھتا ہے ، جیسا کہ آئندہ صفحات کے مطالعہ سے واضح ہوگا ، چندا لورك اور مینا ستونتی کے گروپ کی کسی کہانی میں نہیں پایا جاتا ۔ یہ امر بھی محل نظر ہے کہ پیر کے اس کردار کے تعلق سے ایك ذیلی حکایت جو نسخہ (ب) اور نسخہ (ن) میں ملتی ہے ، اس میں پیغمبر اسلام سے متعلق ایك ایسی افسانوی اور بے سر و پا روایت بیان کی گئی ہے ، جس کا سیرت نبوی کی کسی مستند کتاب میں ذکر نہیں ملتا ۔ اور جو صرف کسی کم سواد پیر یا صوفی کے ذہن کی پیداوار ہو سکتی ہے ۔

اسٹیٹ لائبریری کا نسخہ (ج) ، غواصی کی مثنوی کے مخطوطہ (الف) اور بمبئی یونیورسٹی لائبریری کے مخطوطہ ” مینا و لورك “ (مصنفہ مہدوی) کے اشعار کی ایك خلط ملط شدہ

شکل ھے ۔ راقم کو مہدوی کی مثنوی کے دیکھنے کا موقع نہیں ملا ۔ لیکن حال میں ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کا ایک مختصر مقالہ « مثنوی لورك چندا » « نوائے ادب » (اکٹوبر سنہ ٦٤ء) میں شائع ھوا ھے، جس میں موصوف نے اس مخطوطہ سے متعلق ایك تفصیلی نوٹ اقتباسات کے ساتھ دیا ھے ۔ اس مثنوی کا پلاٹ غواصی کی مثنوی سے قابل لحاظ حد تك مختلف ھے ۔ ایسا معلوم ھوتا ھے کہ مہدوی کی مثنوی کی بنیاد لورك چندا کے گروپ کی کسی اور کہانی پر ھے، جو غواصی کے ماخذ سے مختلف ھے ۔ لیکن اس کے باوجود غواصی کی مثنوی کے متعدد اشعار اس مثنوی میں ملتے ھیں ۔ ڈاکٹر گوپی چند کا یہ خیال درست معلوم ھوتا ھے کہ ''مہدوی کی نظر سے غواصی کی مثنوی گزر چکی ھو گی''؛ اور اس نے غیر محتاط طریقہ پر اس سے استفادہ کیا ھے ۔ نسخہ (ج) میں قصہ کا آغاز مہدوی کی مثنوی کے مطابق ھے، لیکن اس کے بعد مینا اور دوتی کے مکالموں کے بیشتر حصے غواصی کی مثنوی کے مطابق نہیں ھیں ۔ اکثر مقامات پر متعدد ایسے اشعار ملتے ھیں، جو غواصی کی مثنوی کے کسی مخطوطے میں نہیں پائے جاتے ۔ ایسا معلوم ھوتا ھے کہ صرف قصہ کی دلکشی کے پیش نظر، اس مخطوطہ کو غواصی اور مہدوی کی مثنویوں کے مختلف اجزا کو خلط ملط کر کے لکھوایا گیا تھا ۔

راقم نے کتب خانہ آصفیہ کے مخطوطہ (الف) کو بنیادی نسخہ قرار دے کر مثنوی مرتب کی ھے - لیکن ایڈٹنگ کا یہ جدید اصول مرتب کے پیش نظر رہا ھے کہ کسی خاص مخطوطہ کی اندھی پابندی کرنے کی بجائے، مصنف کے ساتھ انصاف کرنے کی کوشش کی جائے؛ یعنی یہ کہ جس قدر ممکن ھو، مختلف مخطوطات میں سے وہ متن قبول کیا جائے، جو زبان اور اسلوب بیان کے اعتبار سے، مصنف کی زبان اور اس کے اسلوب بیان سے قریب تر معلوم ھوتا ھو- غواصی کی صورت میں یہ کام اس لیے بھی زیادہ دشوار نہیں ھے کہ اس کی دو مثنویاں ھمارے سامنے موجود ھیں- اور مرتب کو، ان دونوں کا غائر نظر کے ساتھ مطالعہ کرنے کا موقع ملا ھے - اس لیے میری مرتب کردہ مثنوی، اگرچہ بنیادی طور پر مخطوطہ (الف) پر مبنی ھے، لیکن جہاں کہیں کاتب کی کم سوادی، یا کتابت کی تحریف کی وجہ سے متن کے اشعار یا مصرعے بے معنی ھو گئے ھیں، بحر سے خارج ھو گئے ھیں، یا ادبی اعتبار سے واضح طور پر کسی فروتر ذھن کی پیدوار معلوم ھوتے ھیں، میں نے دوسرے نسخوں سے مدد لی ھے - اس طرح میں نے مندرجہ بالا نو مخطوطوں کے مطالعہ اور باھمی مقابلہ کے بعد، اس مثنوی کا ایک از سر نو ترتیب شدہ متن تیار کیا ھے، جو مخطوطہ (الف)

پر مبنی ہے، لیکن جس کے اشعار میں متعدد الفاظ، اور بعض مقامات پر مصرعے، دوسرے نسخوں کے مطابق ہیں۔ لیکن میں نے جہاں کہیں بنیادی نسخہ سے انحراف کیا ہے، فوٹ نوٹ میں بنیادی نسخہ کا متن بھی درج کر دیا ہے؛ سوائے ان صورتوں کے جہاں بنیادی نسخہ کے مصرعے کاتب کی کم سوادی کی وجہ سے بالکل بے معنی ہوگئے ہیں۔ اس امر کی بھی صراحت کردی گئی ہے کہ مرتبہ متن میں جس مصرعہ کو منتخب کیا گیا ہے، وہ کس مخطوطہ سے لیا گیا ہے۔

نسخہ (ب) اور (ن) کے وہ زاید اشعار، جن کا تعلق پیر کے کردار سے ہے، جو ادبی اعتبار سے بھی بھرتی کے اشعار ہیں، اور جن کے متعلق راقم کی رائے ہے کہ یہ الحاقی اشعار ہیں، مثنوی کے آخر میں ضمیمہ کی حیثیت سے شریک کردیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ بعض نسخوں میں پائے جانے والے ایسے چیدہ چیدہ اشعار، جو صرف ادبی اعتبار سے بے مایہ ہی نہیں، بلکہ بحر سے بھی خارج ہیں، اور دوسرے کسی نسخے میں نہیں پائے جاتے، نظر انداز کرگئے ہیں۔

مثنوی کا نام | پیش نظر مثنوی کے تمام دریافت شدہ نسخوں سے کہیں اس بات کا پتہ نہیں چلتا کہ خود شاعر نے اس مثنوی کا کیا نام تجویز کیا تھا۔ مثنوی کے آغاز یا اختتام

پر مختلف کاتبوں کے جو ترقیمے ملتے ہیں ، ان میں اس قصہ کو "قصہ چندا و لورك"، "قصہ میناوستونتی" یا "قصہ ستونت" سے موسوم کیا گیا ھے - سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری، کتب خانہ آصفیہ اور کتب خانہ انجمن ترقی اردو علی گڑھ کے فہرست نگاروں نے اسے "میناوستونتی" کا عنوان دیا ھے - بلکہ اول الذکر دو کتب خانوں کی فہرستوں میں جو توضیحی نوٹ ان مخطوطات کے بارے میں دیے گئے ھیں ، ان میں لفظ "ستونتی" کو غلط فہمی کی بناء پر دوتی یا دلالہ کا نام سمجھ لیا گیا ھے -

اس قصہ کا نام "لورك و چندا" اس لیے درست نہیں کہ پیش نظر مثنوی میں لورك اور چندا کی داستان محبت نہیں بیان کی گئی ھے - یہہ "چنداین" کے قصے کا موضوع ھے - اس کے بر خلاف یہ مثنوی تمام تر "میناست" کے قصے پر مشتمل ھے - یہہ مینا کی وفاشعاری اور عصمت کوشی کی داستان ھے - اس لیے "چندا و لورك" یا "مینا و ستونتی" نہیں ، بلکہ "مینا ستونتی" اس قصہ کا نام ھونا چاھئے .

تمہیدی اشعار | مثنوی کا آغاز حمد کے اشعار سے ھوتا ھے - لیکن شاعر نے حمد کے ان تمہیدی اشعار میں بھی مثنوی کے مرکزی خیال کی طرف اشارہ کردیا ھے - چنانچہ انسانی کردار میں عصمت و عفت کی اھمیت پر وہ اسطرح زور دیتا ھے :

فقر کا اسی ناروں کوں ہے آب
حیا کا ہے جس مکھ اپر آب و تاب

حیا کا نگہبان ہے ذوالجلال
وہی ست رکھنہار ہے بے مثال

کتیاں کوں حیاسوں رکھیا ہے سنوار
کیتے بے حیا ہیں سدا خوار زار

حیا کا رتن رب دیا جس کے ہات
ہوی نار ستونت ہور نر سجات

الٰہی شرم دھرم تج پاس ہے
ہمن کوں توے کرم کی آس ہے

حمد کے بعد نعت کے چند اشعار ہیں، پھر خلفائے راشدین، حضرت حسن اور حضرت حسین کی مدح میں اشعار ملتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت عبدالقادر جیلانی اور خواجہ بندہ نواز کی منقبت میں کچھ اشعار ہیں۔ آخر میں صرف تین اشعار اس مثنوی کے تعلق سے ہیں، جن میں قصہ کے ماخذ سے متعلق یہ ادھورا اشارہ ملتا ہے:

رسالہ اتھا فارسی یو اول   کیا نظم دکنی سیتے بے بدل

میناستونتی کے قصے کے ماخذ سے بحث کرنے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پہلے غواصی کی مثنوی کے قصہ کا قدرے تفصیلی خاکہ یہاں پیش کر دیا جائے۔

مینا ستونتی کا قصہ

کسی شہر میں ایک بادشاہ تھا جس کا نام بالا کنور تھا۔ چندا اس کی حسین بیٹی تھی ۔ عنفوان شباب کے زمانے میں ایک شام شہزادی چندا اپنے محل کے غرفے میں کھڑی تھی ۔ نو جوان چرواہا لورک ، ریوڑ ھانکتا ہوا جنگل سے واپس ہو رہا تھا ۔ شہزادی لورک کے مردانہ حسن پر فریفتہ ہو گئی ۔ ایک دن موقع پاکر اس نے گوالے کو اشارہ سے بلایا ، اور اپنے دل کا حال سنا کر کہا میں تجھے سر فراز کرنا چاہتی ہوں ۔ گوالا پہلے تو گھبرایا ، لیکن شہزادی نے اس کی ہمت بندھائی ، اور کہا ہم مال و دولت اور زرو جواہر لے کر کہیں دور چلے جائیں گے ، جہاں بادشاہ اور اس کے آدمی ہمیں دق نہ کر سکیں ۔ لورک نے جواب دیا کہ بچپن میں میری شادی ہو چکی ہے ، میری بیوی مینا غیر معمولی حسین و جمیل عورت ہے ، چاند اور سورج بھی ہوں تو مجھے نہیں چاہئیں ، خود میرے گھر میں شعلہ طور موجود ہے ۔ چندا نے طنز کیا کہ تو جنگل میں ریوڑ ھانکنے ، اور جھونپڑیوں میں افلاس کی زندگی بسر کرنے کا عادی ہے ۔ تجھے یہ بھی اندازہ نہیں کہ میں کیسی نعمتوں سے تجھے سر فراز کرنا چاہتی ہوں ۔ چندا کی ترغیب و تحریص پر لورک اپنی بیوی

مینا کو چھوڑ کر ، چندا کا ساتھ فرار ہو گیا ۔ دوسرے روز بادشاہ کو خبر پہنچی ۔ اس نے اپنے ھمراز مصاحبوں کو بلا کر کہا جو ہونا تھا ہو چکا ، اب میں تمہیں اپنے دل کی بات بتاتا ہوں ۔ میں نے اس گوالے کے گھر میں ایک حسینہ کو دیکھا ھے جو بے پناہ حسن و جمال کی مالک ھے ۔ جب سے اسے دیکھا ھے ہمیشہ اس کی صورت نگاہوں میں رہتی ھے ۔ تم کسی ہوشیار دوتی (دلالہ) کو بلاؤ ، جو اسے سمجھا بجھا کر میرے محل میں لے آئے ۔ ایک پختہ کاردوتی بلائی گئی ، بادشاہ نے اس کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ کیا ۔ اور کہا تو کسی طرح گوالے کی اس عورت کو منا سمجھا کر میرے ھاں لے آ ۔ دوتی نے کہا ، شہر کی پختہ کاردوتیوں میں میری بڑی عزت ھے ۔ اگر کوئی حسینہ کسی محل کے سات پردوں میں بھی چھپی رہتی ہو ، تو میں محل کے سارے نگہبانوں کو غفلت میں ڈال کر اسے تیرے آگے پیش کر دوں گی ۔ گوالے کی عورت کو بہلا پُھسلا کر لانا تو کوئی کام ھی نہیں ۔ یہ تو میرے لیے باعث اہانت ھے ۔ میری ھم پیشہ بوڑھیاں میرا مذاق اڑائیں گی ۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ تیرا کام اتنا آسان نہیں ۔ جو بے بہا موتی میری نگاہ میں ھے ، اس کے رخ پر میں نے حیا کی آب دیکھی تھی ۔ اگر تو

اسے کسی طرح لے آنے میں کامیاب ہو جائے تو یہی بڑا کام ہو گا۔ اس کے جواب میں دوتی نے کہا کہ اگر میں یہ چھوٹا سا کام نہ کر سکوں تو اپنا چونڈا مونڈوا دوں گی۔

اس کے بعد شاعر قصہ کی ہیروئیں مینا کا حال بیان کرتا ہے۔ جب مینا کو معلوم ہوا کہ اس کا محبوب شوہر، شہزادی چندا کے ساتھ فرار ہو گیا ہے، تو ہندوستان کی اس شوہر پرست اور باوفا عورت نے راضی بہ رضا ہو کر مستقل مزاجی اور پاکدامنی کے ساتھ اس بلائے آسمانی کا سامنا کرنے کا تہیہ کر لیا۔ آرایش و زیبایش ترک کر دی۔ جوگنوں کا سا روپ اختیار کر لیا، اور چرخا کات کر اپنی زندگی کے دن گزارنے لگی۔ ایسے میں ایک دن بوڑھی دلالہ اس کے گھر پہنچی، اور کہا میری پیاری مینا تو کس حال میں ہے۔ تو نہیں جانتی میں تیری ماں ہوں۔ تو نے دو برس میرا دودھ پیا ہے۔ پھر حالات نے کچھ ایسا پلٹا کھایا کہ میں تجھ سے دور ہو گئی۔ تیری یاد اکثر ستایا کرتی تھی۔ دودھ کے رشتے نے جوش کیا تو یہ سوچ کر تیرے ہاں آئی ہوں کہ اب یہیں رہوں گی۔

فراق زدہ مینا دل ہی دل میں خوش ہوئی۔ اس نے کہا مجھ پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے۔ میرا محبوب مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ اس دیار میں غریب الوطن ہوں، عزیز

واقارب کوئی ساتھ نہیں ۔ ایسے میں تیری آمد میرے لیے خدا کی رحمت ھے۔

موقع پا کر دوتی نے کہا تیری مصیبت دیکھ کر دل دکھتا ھے۔ لورک نے تیرے ساتھ بڑی بے وفائی کی۔ تجھے خدا نے غیر معمولی حسن، اور شباب کی دولت سے نوازا ھے۔ تو کیوں خود کو جلا کر خوار ہوتی ھے۔ تف ھے، تو ابھی تک اس کو اپنا محبوب کہتی ھے۔ مینا کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اس نے کہا، اے مائی اس قصه کو چھوڑ، اب مجھے کچھ عقل کی بات بتا۔ دنیا میں لورک کے بعد اب تو ھی میری بزرگ ھے۔ لورک کو برا نه کہہ۔ خدا انصاف کرنے والا ھے۔ میں نے تو اسے معاف کردیا۔ خدا نے مجھے اس کی بیوی بنایا ھے۔ میں اس کی خاطر ھر قسم کی مصیبت سہنے کے لیے تیار ھوں۔ عورت کے قدم ایک بار ڈگمگا جائیں، تو پھر دونوں جگ میں اس کا منہ کالا ھوتا ھے۔ دوتی نے پہلے تو مینا کو ڈانٹا که تو میرے سامنے کی بچی ھے، اور مجھ ھی سے باتیں بناتی ھے۔ لورک گاودی تیری قدر و قیمت کیا جانے۔ مورکھ پتھر اور ھیرے میں تمیز نہیں کر سکتا۔ یه تیرے کھانے پینے اور عیش کرنے کے دن ھیں۔ میں تجھے عقل کی بات بتاتی ھوں۔ تیری بہار کے دن گزرے جارھے ھیں۔ اب بھی موقع ھے۔

میں ایک ایسے جوہر شناس کی تلاش کروں گی، جو تیری قدر و قیمت کو سمجھ سکے۔

بڑھیا کی باتیں سن کر مینا کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اس نے کہا میں تجھے اپنا ہمدرد سمجھتی تھی۔ تو مجھے تباہی کے غار میں ڈھکیلنا چاہتی ہے۔ مینا کی برھمی کے جواب میں بڑھیا نے بھی خود پر برھمی طاری کر کے کہا، اے بد بخت شاید جوانی کی آگ کھانا ہی تیری قسمت میں لکھا ہے۔ جب دن بیت جائیں گے تو میری نصیحت تجھے یاد آئے گی۔ تو میری باتوں کو دشمنی پر محمول کرتی ہے۔ دودھ کی محبت نے جوش مارا، تیری مصیبت آنکھوں سے دیکھی نہیں جاتی، تیری جوانی پر رحم آتا ہے، اس لیے تجھے کہتی ہوں۔ فراق کی آگ نے تیرے کندنی رنگ کو جلا دیا ہے۔ تیرا حسین چہرہ ملگجا گیا ہے جیسے کالے بادل چاند کو اپنی اوٹ میں لے لیں۔ سچی بات تو یہ ہے کہ تجھ جیسی حسینہ کے لیے گوالے کا جوڑ نہایت غیر موزوں تھا۔ دیوانی میں تجھے بالا کنور سے ملانے کا انتظام کردوں گی۔ پھر تیرے دن پلٹیں گے۔ زرین لباس میں ملبوس، پھولوں کے گجرے گلے میں ڈالے، آنکھوں میں سرمہ، اور کپڑوں میں عطر لگائے تو شاہی صدر پر جگہ پائے گی، اور باغوں اور چمنوں کی سیر کرے گی۔ مینا نے اس کے جواب میں بڑھیا

کو کوسنے دے۔ عصمت و عفت کی زندگی کی حرمت سمجھائی اس نے کہا میں لورك کی ھوچکی ھوں۔ وھی میرا بالا کنور ھے۔ میں ایسے سینکڑوں بادشاھوں کو اس پر نچھاور کردوں گی۔ اگر وہ میرا سر طلب کرے، تو میں اپنا سر بھی کاٹ کر اس کے حوالے کردوں گی۔ اگر وہ میرے سارے اعضاء بھی قطع کردے تو میرا دل اسی کی محبت کی مالاجپتا رھے گا۔ جو عورت کسی اجنبی کو اپنے حسن کی بہار دکھانا چاھتی ھے، اسکی صورت مٹی میں ڈھك جائے تو بہتر ھے۔ تو جس زرین اور معطر لباس کا ذکر کر رھی ھے، اس کے مقابلے میں میں کفن میں ڈھانك دیے جانے کو ترجیح دوں گی۔

بڑھیا نے کہا تو اپنے حسن وشباب ھی کو نہیں، اپنی زندگی کو بھی خطرہ میں ڈال رھی ھے۔ شاید گوالے نے تجھ پر کچھ جادو کردیا ھے۔ عیش و نعمت کی زندگی شاید تیرے مقدر ھی مین نہیں لکھی ھے۔ تو بس یوں ھی افلاس اور مصیبت کے دن کاٹتی رھے گی، اور آخر کو پچھتاے گی۔ پھر کسی دن قبر میں جاکر سو رھے گی۔ گوالے کی صحبت نے تجھے کم نظر اور بے حوصلہ بنا دیا ھے۔ سچ ھے بھلے آدمیوں کی صحبت بُرے آدمی کو بھی بہتر بنا دیتی ھے، اور بُرے آدمی کی سنگت مستقل برائیاں انسان میں پیدا کردیتی ھے۔ آدمی

ایک مرتبہ بری عادتوں میں مبتلا ہو جائے تو پھر وہی اس کی طبیعت ثانی بن جاتی ہیں ـ پھر بڑھیا ایک حکایت سناتی ہے ـ

ایک بھکارن اور بادشاہ کی حکایت

سنا ہے کہ ایک بادشاہ نے کسی فقیر کی عورت کو اپنے محل میں داخل کیا ـ وہ در بدر بھیک مانگنے کی عادی تھی ـ بادشاہ نے اسے شاہی صدر پر بٹھایا ـ لیکن اپنی عادت سے مجبور ہونے کی وجہ سے وہ ہر روز کسی طاق میں روٹیاں لا کر جمع کرتی تھی، اور پھر اس طاق کے آگے بھکارن کی طرح کھڑے ہو کر روٹی مانگتی تھی ـ ہر طرح کی نعمتیں میسر تھیں، لیکن جب تک دن میں کسی وقت یہ کام نہ کرلیتی اسے چین نہ آتا تھا ـ تیرا بھی یہی حال ہے ـ افلاس کی زندگی گزارنے کی عادت نے تجھے کم حوصلہ بنا دیا ہے ـ اس عادت کو ترک کردے، پھر تیری زندگی بن جائے گی ـ عیش و آرام کی زندگی اور مال و دولت کی لالچ کے جواب میں مینا نے عفت اور پاکیزگی کی زندگی کی عظمت سمجھائی، اور پھر یہ حکایت سنائی ـ

تین دوستوں کی حکایت

ایک شہر میں تین دوست رہتے تھے تینوں میں گہری دوستی تھی ـ ایک بار تینوں مل کر سفر کر رہے تھے ـ جنگل میں انہیں سونے کی دو اینٹیں پڑی ہوئی ملیں ـ تینوں نے خوش ہو کر انہیں اٹھا لیا، اور قریب ایک کنوئیں پر گئے تاکہ آپس میں تقسیم کرلیں ـ ایک دوست نے

دوسرے سے کہا: تم قریب گاؤں میں جاؤ اور کھانے کی چیزیں لے آؤ۔ دوست گاؤں کی طرف چلا تو اس نے دل میں سوچا کہ ان اینٹوں کو تقسیم کرنے کی بجائے کھانے میں زہر ملا دوں تو دونوں ساتھی ہلاک ہوجائیں گے اور سارا سونا میرے ہاتھ آئے گا۔ یہ سوچ کر اس نے کھانے میں زہر ملا دیا۔ ادھر دو ساتھیوں نے آپس میں طے کیا کہ ان دو اینٹوں کو تقسیم کرنے کی بجائے کیوں نہ ہم تیسرے ساتھی کو ختم کردیں۔ جب تیسرا دوست گاؤں سے لوٹا تو دونوں نے مل کر اس کا کام تمام کردیا، پھر اطمینان سے کھانے بیٹھے، زہر کی وجہ سے یہ دونوں بھی ہلاک ہوگئے۔

مینا نے کہا مال و دولت کی طمع کا یہی حشر ہوتا ھے میں اپنی گدڑی اور کھاٹ ھی میں خوش رہوں گی، اور اپنے گوالے کی محبت میں مگن۔ کسی دوسرے کی سیج پر سونے کے مقابلے میں، میں قبر کے بچھونے کو ترجیح دوں گی۔

دوتی نے زندگی کے تجربہ کی باتیں بتائیں، طعن و طنز کے حربے استعمال کیے، اور کہا کہ اگر لورک کبھی واپس لوٹ بھی آئے، تو وہ چندا کو ساتھ لیتا آئے گا۔ اور شہزادی چندا یا تو تجھے گھر سے نکال باھر کردے گی، یا تجھے داسی بنا کر رکھے گی۔ پھر اس نے دو بیویوں والے ایک شوہر کی حکایت سنائی۔

سوکنوں کی رقابت کسی شہر میں ایک سپاھی رھتا تھا جسکی دو بیویاں تھیں - پہلی بیوی بالائی منزل پر رھتی تھی، اور دوسری جو عمر میں چھوٹی تھی اور شوھر کی چہیتی، نچلی منزل میں - ایک رات سپاھی رات کے پہرے پر گیا - رات کے اندھیرے میں موقع پا کر ایک چور سپاھی کے گھر میں داخل ھوا، اور سیڑھیوں پر چڑھنے لگا - سیڑھیوں پر اس کے قدموں کی آھٹ سن کر نچلی منزل میں رھنے والی بیوی بیدار ھوئی - اس نے خیال کیا کہ شاید شوھر اسکی سوکن کے ھاں جانا چاھتا ھے، اس نے دوڑ کر اس کے پاؤں پکڑ لیے - اسی دوران میں پہلی بیوی نے جب آھٹ سُنی تو وہ بھی دوڑتی ھوئی سیڑھیوں پر آپہنچی اور شوھر پر اپنا حق جتاتے ھوے، اسکے سر کے بال مضبوطی سے تھام لیے اور اسے اوپر کو کھینچنے لگی - اس نے دوسری بیوی سے مخاطب ھوکر کہا، اتنے دن وہ تیرے ساتھ رھا - شاید ابھی تک تیری آنکھیں سیر نہیں ھوئیں - ایک مدت کے بعد وہ مجھ پر مہربان ھے، اے بے شرم چھوڑ، اسے اوپر آنے دے، دوسری نے کہا میں اسے ھرگز نہ چھوڑوں گی - اگر وہ اوپر جائے تو اسکے پاؤں توڑ دوں گی - اسطرح دونوں نے مل کر چور کو مخالف سمتوں میں کھینچنا شروع کیا - اس کشمکش میں چور کی جان لبوں پر آ گئی - دونوں نے مل کر

اسے اتنا آزار پہنچایا کہ اس نے دل ہی دل میں آئندہ سے چوری کرنے سے توبہ کرلی - ایسے میں سپاہی رات کے پہرے سے فارغ ہو کر، گھر میں داخل ہوا - عورتوں نے جب شوہر کو باہر سے آتے دیکھا تو حیرت زدہ ہو کر بھاگ کھڑی ہوئیں، اور چور بے حال ہو کر گر پڑا - سپاہی نے چور کی مشکیں کسیں، اور صبح کو اسے بادشاہ کے دربار میں پیش کیا - بادشاہ نے چور کو قتل کرنے کا حکم دیا - چور نے کہا جہاں پناہ میرا گناہ معاف کر دیجیئے، مجھے اپنے کیے کی سزا مل چکی ہے - اگر میں آئندہ کبھی چوری کروں تو مجھے دو بیویوں کا شوہر بنا دیجیے - جب چور نے اپنی بپتا سنائی تو بادشاہ اور درباری ہنسے، اور چور کو رہا کر دیا - دوتی نے بتایا کہ دو سوکنوں کا ساتھ بہت برا ہوتا ہے - دو تلواریں ایک نیام میں نہیں سما سکتیں - اگر حقیقی بہن بھی سوکن بن جائے تو وہ بھی زہریلے ناگ سے زیادہ خطرناک ہوتی ہے -

مینا نے برہم ہو کر کہا میں سمجھتی تھی کہ تنہائی کی زندگی میں تو میرا ساتھ دے گی، اور میرے لیے مصیبت کے دن گوارہ ہو جائیں گے - لیکن تو میرے لیے ایک مستقل مصیبت بن گئی ہے - خدا کے سوا اور کوئی نہیں جو میری ہمت بندھائے - اے بڑھیا سن اگر آسمان سے سورج اور چاند

بھی آکر مجھے آزمائیں تو میں انہیں لورک سے کم تو سمجھوں گی۔ سوکن کی مصیبت میرے لیے کوئی چیز نہیں۔ اگر چندا آئے تو میں اسکا سواگت کروں گی۔ اگر لورک کسی داسی کو بھی لیتا آئے تو میں اپنی جان داسی پر نثار کرنے کے لیے تیار رھوں گی۔ تمام عورتیں ایک طرح کی نہیں ھوتیں۔ تو نے "اَصیل عورت" کو دیکھا ھی نہیں۔ سن تجھے میں ایک اصیل اور وفا شعار عورت کی کہانی سناتی ھوں۔

ایک باعصمت حسینہ کی کہانی وہ ایک غیر معمولی حسین وجمیل عورت تھی۔ اس کا شوھر جو کوئی لشکری تھا، اس پر جان نچھاور کرتا تھا۔ ایک بار شوھر کسی ضرورت سے سفر پر گیا۔ اس کا ایک پر خلوص دوست تھا جس پر اسے پوری طرح اعتماد تھا۔ جاتے ھوئے اس نے گھر کی دیکھ بھال اپنے دوست کے ذمہ کی، اور بیوی کو نصیحت کیا کہ تم اسے بیگانہ نہ سمجھو، اور اپنے حقیقی بھائی کی طرح اس سے پیش آؤ۔ حسینہ نے حقیقی بھائی کی طرح اس کی خدمت کی، لیکن اس بے وفا ساتھی نے ایک دن اپنے دوست کی بیوی سے کہا کہ اے شہری میں تیری محبت میں پھنسا جارھا ھوں۔ میرے حال پر رحم کر اور مجھے اپنے گلے لگا لے۔ اس کی یہ بات سن کر عورت کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اس نے دونوں ھاتھوں سے اپنا چہرا

چھپا لیا، اور کہا تم میرے شوہر کے دوست ہو، میں تمہیں اپنا حقیقی بھائی سمجھتی ہوں ۔ افسوس ، شاید قیامت آپہنچی ہے، دنیا سے وفا کا نام و نشان مٹ گیا ۔ اے عزیز تمہیں ایسی بے تمیز بات نہیں کرنی چاھئیے تھی ۔ بے وفا دوست اس وقت تو شرمندہ ہوکر خاموش ہو رہا ۔ کچھ روز تک گویا اس واقعہ کو بھلانے کی کوشش کی ۔ پھر ایک دن حسینہ سے کہا کہ تم بہت دلگیر معلوم ہوتی ہو، شاید میرا دوست تمہیں یاد آرہا ہے ۔ چلو ہم ایک ایسے باغ کی سیر کر آئیں جسے دیکھ کر تمہارے دل کا تکدر دھل جائے ۔ مختلف باتوں سے فریب دے کر اس نے حسینہ کو چلنے پر آمادہ کیا، اور اسے ایک جنگل میں لے آیا ۔ اس نے کہا کہ اگر تو نے میرا کہا مانا تو ٹھیک ہے، ورنہ میں تجھے قتل کر دوں گا ۔ وفا شعار عورت نے کہا اگر تم مجھے قتل کردو تو جان جائے گی، لیکن کوئی برا بول تو مجھ پر نہ آنے پائے گا ۔ عصمت و عفت کے مقابلے میں مال و دولت اور جان سب کچھ قربان کر دینے کے قابل ہے ۔ اتفاق سے اسی وقت جنگل میں ایک طرف سے کوئی قافلہ آتا دکھائی دیا ۔ یہ دیکھ کر بے وفا دوست نے عورت کو اپنے حال پر چھوڑا اور خود بھاگ کھڑا ہوا ۔ یہ ایک تاجر کا قافلہ تھا ۔ تاجر نے اس مصیبت زدہ عورت سے اس کا حال پوچھا ، اور

اس کے حال پر رحم کھا کر کہا، میرے کوئی بیٹا یا بیٹی نہیں ھے، میں تجھے اپنی بیٹی کی طرح رکھوں گا۔ اسے پالکی میں بٹھا کر وہ اپنے ساتھ لے چلا۔ اور گھر پہنچ کر اسے اپنی بیوی کے سپرد کیا۔ کچھ عرصے بعد اتفاق سے تاجر کو ایک لڑکا تولد ھوا۔ بچے کی پرورش اور دیکھ بھال اس نے اس عورت کے تفویض کی۔ لیکن یہاں آسمان نے اس پر ایک اور ستم توڑا۔ اس تاجر کے گھر میں ایک غلام تھا۔ وہ اس غمزدہ حسینہ پر فریفتہ ھو گیا؛ اور ایک دن اس سے کہا کہ ھم تم ایک ساتھ رھتے ھیں، کیوں نہ ھم دونوں مل کر راحت کی زندگی گزاریں۔ جب حسینہ نے غلام کی بات ماننے سے انکار کیا تو اس نے کہا میں کسی ناگہانی مصیبت میں تمھیں مبتلا کردوں گا۔ چنانچہ موقع پا کر ایک رات وہ اس جگہ پہنچا جہاں یہ حسینہ تاجر کے بچے کو اپنی آغوش میں لیے سو رھی تھی۔ غلام نے بچے کا پیٹ چاک کردیا، اور عورت کے ھاتھوں کو خون سے آلودہ کرکے، خود اس واقعہ سے ایسا بے تعلق ھو گیا گویا کچھ جانتا ھی نہ تھا۔ صبح ھوئی تو تاجر کو یقین نہ آیا کہ یہ کام اس مصیبت زدہ عورت نے کیا ھوگا۔ تاھم اس نے کچھ روپیہ دے کر اس عورت کو اپنے گھر سے چلتا کردیا۔

مصیبت زدہ حسینہ آہیں بھرتی ہوئی وہاں سے نکل کھڑی ہوئی - راستے میں ایک جگہ اس نے دیکھا کہ لوگ کسی شخص کو جس پر چوری کا الزام تھا قتل کرنے لے جا رہے تھے - اس نے اپنے ہاں سے روپیہ ادا کرکے اسکی جان بچائی - چور نے اس کے احسان کا شکریہ ادا کیا، اور اس احسان کے بدلے میں اسی کی خدمت میں رہنے کی تمنا ظاہر کی - لیکن ایک رات اس نے بھی حسینہ کو ورغلانے کی کوشش کی - چور کے یہ ڈھنگ دیکھ کر اسی رات حسینہ چپکے سے اس سے علحدہ ہوگئی، اور کسی خالی دوکان میں جا کر سو رہی - صبح کو چور اسے ڈھونڈتا ہوا وہاں آ پہنچا - اور شور مچانا شروع کیا کہ یہ میری زر خرید لونڈی ہے جو فرار ہوگئی تھی - پھر اس نے ایک تاجر کے ھاتھ اسے فروخت کردیا، اور چلتا بنا -

تاجر اس حسینہ کو خریدنے کے بعد اپنے مال و اسباب کے ساتھ جہاز پر روانہ ہوا - پاک دامن عورت نے دل میں سوچا آج تو میری ساری کوششیں ضائع ہو گئیں، اور میں اس کی زر خرید لونڈی ہو گئی - رات کو تاجر نے اس سے خواہش کی کہ وہ اسکے پاؤں دابے - لیکن جیسے ھی وہ اس کے قریب پہنچی - تاجر کی روح اچانک پرواز کر گئی - صبح کو اس نے دیکھا کہ جہاز کے

دوسرے لوگ بھی مر چکے ہیں، اور جہاز کسی شہر کے کنارے آ لگا ہے۔ عورت نے مردانہ لباس پہنا، سوداگروں کا سا عمامہ سر پر باندھا، اور جہاز کا سامان لے کر شہر میں پہنچی۔ پھر اس نے ایک بڑی دوکان کھولی۔ ایک محل تعمیر کروایا، اور آرام کی زندگی بسر کرنے لگی۔ عصمت شعاری، تقدس اور روحانی پاکیزگی کی بدولت قدرت نے اسکی آنکھوں میں ایسی روحانی طاقت پیدا کر دی تھی کہ اگر وہ کسی مریض کو نگاہ بھر کر دیکھ لیتی تو وہ شفا پاجاتا۔ دور دور تک اس کی کرامت کا چرچا ہونے لگا۔

ایک عرصہ بعد جب اس عورت کا شوہر اپنے گھر لوٹا تو اس نے اپنے دوست کو کوڑ میں مبتلا پایا۔ اس نے بتایا کہ مجھے اس حال میں دیکھ کر تمہاری بیوی کہیں چلی گئی۔ لشکری نے بیوی کی بے وفائی پر افسوس کیا اور کہا کہ آتے ہوئے اس نے کسی شہر میں ایک تاجر کی کرامت کا چرچا سنا ہے۔ چنانچہ اپنے مریض دوست کو ڈولی میں بٹھا کر وہ اس شہر کی طرف چل پڑا۔ راستے میں اسے تاجر کا غلام، اور وہ چور بھی ملے، جنھوں نے اس حسینہ کے ساتھ دغا بازی کی تھی۔ یہ دونوں بھی کوڑ کے مرض میں مبتلا تھے۔ لشکری نے انہیں بھی ہمراہ لیا،

اور سوداگر کے محل پر پہنچا۔ ڈولیوں کو دیکھ کر عورت نے ان سب کو پہچانا۔ پھر لشکری کی موجودگی میں اس نے ایک پردے کے پیچھے سے یکے بعد دیگرے ہر مریض سے پوچھا کہ وہ اس مصیبت میں کیوں مبتلا ہوا ہے، صاف صاف خود بتا دے، تو اس کا علاج ممکن ہے، ورنہ وہ سخت تر مصیبتوں میں گرفتار ہو جائے گا۔ تینوں نے تفصیل کے ساتھ اپنے جرم کا اعتراف کیا۔ اعتراف جرم کے بعد اس نے تینوں کو اپنی شفا بخش آنکھوں کی جھلک دکھائی اور وہ صحتیاب ہو گئے۔ اس کے بعد عورت نے زنانہ لباس پہنا اور لشکری سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ پھر اپنی ساری بپتا اسے سنائی۔ لشکری نے اپنی بیوی کو پہچانا اور اس کے قدموں پر گر پڑا۔ انہوں نے تینوں مجرموں کو آزاد کر دیا، اور از سر نو پر مسرت زندگی کا آغاز کیا۔

یہ قصہ سنا کر مینا نے کہا کہ خدا جب بچھڑوں کو ملانا چاہتا ہے تو وہ خود سارے سامان فراہم کر دیتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میرا سر تاج لورک بھی ایک روز مجھ سے آ ملے گا۔ اس نے دلالہ کی باتیں سننے سے انکار کر دیا۔ اور دوتی مایوس ہو کر وہاں سے نکل کھڑی ہوئی۔

دوتی کی ان کوششوں میں چھ مہینے گزر گئے

وہ بادشاہ کے دربار میں گئی، اپنی کوششوں کی تفصیل سنائی، اور اپنی ناکامی کا اعتراف کیا۔ بادشاہ نے کہا تو ایک بار اور کوشش کر دیکھ۔ میں خود بھی ساتھ آؤں گا۔ غرض ایک رات دوتی بادشاہ کے ساتھ مینا کے گھر پہنچی۔ بادشاہ کسی گوشے میں چھپ کر کھڑا ہو گیا۔ دوتی آہ و زاری کرتی ہوئی مینا کے گھر میں داخل ہوئی اور کہا کہ میں تو تیری باتوں سے ناراض ہو کر چلی گئی تھی، لیکن پھر دودھ کے رشتے نے جوش مارا، کہ تو بچی کی باتوں کا برا مانتی ہے، اور تو نے کس طرح اسے تنہا چھوڑ دیا۔ مینا نے کہا میں تجھے اسی وقت پسند کر دوں گی جب کہ تو دوبارہ اپنی کہانی شروع نہ کرے۔ دوتی نے کہا تیری مصیبت مجھ سے دیکھی نہیں جاتی۔ میں تجھے آرام و آسائش کی زندگی گزارتے دیکھنا چاہتی ہوں۔ ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے۔ وقت بیت جائے تو انسان ہاتھ ملتا رہ جاتا ہے۔ تو نے شاید یہ قصہ نہیں سنا۔

بد خصلت عورت کی کہانی | شہر میں تجھ جیسی ایک بے ڈھنگی ستونت عورت رہتی تھی۔ کسی مرد نے دوتی کے ذریعہ اسے پیام محبت بھیجا۔ دوتی نے ہر طرح کی کوشش کی، لیکن وہ رضا مند نہ ہوئی۔ کچھ دن بعد ایک

روز جب وہ اپنے شوہر سے ملنے کے لیے مکان کی بالائی منزل پر گئی، تو دیکھا کہ اس کا شوہر کسی اور حسینہ کے ساتھ گفتگو کر رہا ہے۔ عورت برہم ہو کر چپکے سے واپس چلی آئی۔ پھر اس نے دوتی کو بلا بھیجا، اور کہا کہ تو نے مجھے جس شخص کا پیام محبت سنایا تھا، میں اسے ایک نظر دیکھ لوں تو قبول کر لوں گی۔ دوتی نے یہ خوش خبری اس مرد کو سنائی۔ لیکن اس نے جواب دیا اب میرے دل میں اس کے لیے کوئی دلکشی باقی نہیں رہی۔ پھول باسی ہو جائیں تو کوئی انہیں سر میں نہیں لگاتا۔ سوکھے تاڑ پھل کسی کام نہیں آتے۔ ہر چیز کی قدر و قیمت کا ایک وقت ہوتا ہے۔ میں یہ قصہ تجھے اس لیے سنا رہی ہوں تاکہ تجھے بھی اس بے ڈھنگی ستونت عورت کی طرح مایوس نہ ہونا پڑے۔

فراق زدہ ستونتی کی حکایت مینا نے کہا تو جو جس عورت کو ستونت کہتی ہے، وہ بد خصلت عورت تھی۔ میری مثال اس سے مختلف ہے۔ میں اس ستونت عورت کی طرح ہوں جس کو نصوحا (نصوح ؟) نے محبت کا پیام بھیجا تھا۔ اس ستونت عورت کا شوہر بھی اسے چھوڑ کر چلا گیا تھا، اور وہ مصیبت کے دن کاٹ رہی تھی۔ نصوحا نے لالچ دے کر ایک دوتی کو اس کے پاس بھیجا۔ دوتی

نے دیکھا کہ وہ حسینہ تو بس زار و قطار روتی رہتی ہے، اور کسی سے بات کرنا بھی گوارہ نہیں کرتی - اس نے بادشاہ سے آکر کہا کہ میں ایسی دیوانی کو کیا سمجھاؤں - بادشاہ نے کہا، بزورھی سہی، اسے لے آ، ورنہ میں تجھے قتل کردوں گا - دوتی جب دوبارہ وہاں پہنچی تو اس نے دیکھا کہ یہ ستونت عورت خدا کو پیاری ہو چکی ہے - ضدی بادشاہ نے اس کی لاش منگوا بھیجی، لیکن غیب کی آواز نے اسے بر وقت متنبہ کیا، اور اس نے نادم ہو کر اپنے دل میں توبہ کی -

جب دوتی نے پھر اپنی پر مکر باتوں سے مینا کے جذبات کو جگانے کی کوشش کی، تو مینا نے کہا تو مجھے مجبور کرتی ہے کہ میں دوسرے مردوں سے ربط پیدا کروں، یہ تو بتا کیا خود تو نے بھی یہی کیا ہے - بڑھیا نے جواب دیا کہ ہاں کم سنی میں دوچار، اور جوانی میں آٹھ دس سے میرا ربط تھا - اب تو بوڑھی ہو چکی ہوں، لیکن امنگوں کی وہ زندگی اب بھی یاد آتی ہے - مینا نے مسکرا کر کہا اگر میں نے تیرا دودھ پیا ہوتا، تو میرا دل بھی تیری باتوں سے کسی نہ کسی طرح پسیج گیا ہوتا - مجھے یقین ہے کہ میری ماں نے مجھے تیرا دودھ نہیں پلایا ہوگا - اچھے ماں باپ جانتے ہیں کہ بچوں کے تعلق سے چار فرائض ان

پر عاید ہوتے ہیں۔ اول تو یہ کہ انہیں کسی نیک عورت کا دودھ پلائیں۔ دوسرے یہ کہ انہیں شریفوں کی صحبت میں رکھیں۔ انہیں حق کی بات سکھائیں۔ چوتھے، انہیں ادب ولحاظ کے برتاؤ کی تعلیم دیں۔ مینا نے دوتی پر برہم ہوتے ہوئے کہا کہ تو اور تیرا بادشاہ دونوں مل کر مجھے تباہی کے غار میں ڈھکیلنا چاہتے ہیں۔ لیکن میری آہ میں اتنی تاثیر ہے کہ وہ تجھے اور تیرے بادشاہ دونوں کو جلا کر بھسم کردے گی۔

مینا کی یہ باتیں سن کر بادشاہ متاثر ہوا۔ وہ مکان کے گوشہ سے باہر نکل آیا، مینا کی عصمت و عفت کی داد دی اور اپنے قصور کی معافی کا خواستگار ہوا۔ پھر بادشاہ نے ایک فرمان بھیج کر لورک اور چندا کو بلوایا۔ اور لورک کو مینا سے ملادیا۔ اپنی بیٹی کو اس نے سنگسار کرنے کا حکم دیا، اور دوتی کا سر مونڈا کر، اسے گدھے پر سوار کرکے شہر میں گھمانے کا حکم دیا۔

قصے کا ماخذ

مینا ستونتی کے قصہ کے ماخذ پر خود غواصی نے ان الفاظ میں روشنی ڈالی ہے:

رسالہ اتھا فارسی یو اول   کیا نظم دکنی ستے بے بدل

اس فارسی رسالہ کا ذکر خود مثنوی میں ملتا ہے، اور نہ

متعلقہ مخطوطات کی توضیحی فہرستوں میں - راقم نے اس سلسلے میں جو معلومات فراہم کی ہیں، وہ حسب ذیل ہیں -

میناستونتی کا قصہ ہندوستانی اصل کی ایک قدیم پریم کتھا پر مبنی ہے، جو عہد وسطی میں شمالی ہند کے مختلف علاقوں میں نہایت مقبول تھی - پھر نا معلوم اسباب کی بنا پر یہ لوک کہانی ایک طویل عرصہ تک طاق نسیاں کی نذر ہو گئی - شاید آج سے پندرہ سولہ برس پہلے تک چودھویں صدی کے مولانا داؤد کی "چنداین"، اور سولھویں صدی کے میاں سادھن کی "میناست" جو قدیم اودھی بھاشا کی عشقیہ داستانیں ہیں، علمی دنیا کے لیے پردۂ تاریکی میں تھیں - ان منظوم کہانیوں کے قدیم اور نا مکمل نسخے جو فارسی رسم الخط میں تھے، مَنیر شریف پٹنہ کی خانقاہ میں ملے، اور جناب سید حسن عسکری نے پہلی بار ان پر Current Studies, Patna اور Bihar Research Journal میں دو طویل انگریزی مقالے شائع کیے - پھر ہندی دان طبقہ کی توجہ اسکی طرف مبذول ہوئی، اور مختلف عالموں اور محققوں نے اس خصوص میں تحقیق وجستجو کا آغاز کیا - لاہور کے آرکیوز سے چنداین کے با تصویر اجزا دستیاب ہوئے - راجستان اور یو-پی میں بھی چنداین کے دو نسخوں کا پتہ چلا، جو ناگری رسم الخط میں تھے - بنارس کے "کالا بھون"، اور بمبئی کے میوزیم میں بھی چنداین کے با تصویر اجزاء موجود ہیں - پھر میاں سادھن کی

"میناست" گوالیار سے شائع ہوئی ـ اور مولانا داؤد کی "چنداین" کو ابھی چند ماہ قبل ڈاکٹر پرمیشوری لال گپتا نے، جو پٹنہ آرکیوز کے ڈائرکٹر ہیں، ایڈٹ کر کے ایک عالمانہ مقدمہ کے ساتھ شائع کیا ہے ـ

"چنداین" اور "میناست" اصل میں ایک ہی طویل لوک کہانی کے دو رخ ہیں ـ چنداین، شہزادی چندا، اور لورک کی داستان محبت ہے ـ لورک کے چندا کے ساتھ فرار ہو جانے کے بعد، اس کی فراق زدہ بیوی مینا پر جو بیتی، اسکی داستان غم میناست میں بیان کی گئی ہے ـ

گذشتہ چند برسوں میں ہندوستان کی اس مقبول عوامی کہانی کی ایک سے زاید ادبی شکلوں کی بازیافت عمل میں آئی ہے، جن میں قدیم ہندی بھاشا میں داؤد کی چنداین، اور میاں سادھن کی میناست، بنگالی میں دولت قاضی کی "ستی مینا واور چندرانی" اور فارسی میں حمیدی کا "عصمت نامہ" خاص طور پر قابل ذکر ہیں ـ چونکہ غواصی کی مثنوی کا قصہ بنیادی طور پر انہیں لوک کہانیوں پر مبنی ہے، جو جزوی اختلافات کے ساتھ، خود غواصی کے عہد میں اور اس سے قبل، ہندوستان کے ایک وسیع علاقے میں بکھری ہوئی تھیں، اسلیے ذیل میں اس مقبول عوامی کہانی کی ادبی شکلوں کا سرسری جائزہ پیش کیا گیا ہے، تاکہ غواصی کی مثنوی کے ابتدائی سرچشمہ پر روشنی پڑسکے ـ

"چنداین" | لورک چندا اور مینا ستونتی کے گروپ کی پریم کتھاؤں کی قدیم ترین ادبی شکل جو ابھی تک دریافت ہوئی ہے، مولانا داؤد کی "چنداین" ہے، جس کا شمار اب ہندی کے ابتدائی ادب پاروں میں ہونے لگا ہے۔ چنداین کے متعلق جناب سید حسن عسکری لکھتے ہیں:

"یہ ایک طویل منظوم پریم کتھا ہے، جسے مولانا داؤد نے جو شاید یو۔پی کے مقام دالمؤ کے رہنے والے تھے، وہاں کی مقامی بولی، اودھی میں ایک قدیم لوک گیت کو ماخذ قرار دے کر سنہ ۷۸۹ھ میں تصنیف کیا۔ اور اسے فیروز شاہ تغلق سلطان دہلی کے وزیر، جہاں شاہ، پسر خان جہاں مقبول، کے سامنے پیش کیا"۔[۱]

عہد وسطی میں شمالی ہند میں چنداین کی عشقیہ کہانی کی غیر معمولی مقبولیت کا اندازہ، عہد اکبری کے مشہور مورخ ملا عبدالقادر بدایونی کے بیان سے بھی ہوتا ہے۔ بدایونی منتخب التواریخ میں لکھتا ہے:

"سنہ ۷۷۲ھ میں خان جہاں وزیر نے وفات پائی، اور اس کے بیٹے جونا شاہ کو بھی یہی خطاب عطا ہوا۔ مولانا داؤد نے مثنوی "چنداین" ہندی زبان میں لورک اور چندا کے عشق کے بیان میں، اس کے نام پر لکھی ہے۔

---

(۱) معاصر، پٹنہ، شمارہ ۱۶۵، سنہ ۱۹۶۰ء۔

یہ مثنوی نہایت ذوق و شوق کی کتاب ہے، اور مخدوم شیخ تقی الدین واعظ اس کے بعض اشعار، دہلی میں منبر پر پڑھا کرتے تھے۔ لوگوں پر اس کے سننے سے بہت وجد وحال طاری ہوا کرتا تھا۔ کسی فاضل نے شیخ ممدوح سے پوچھا تھا کہ اس ہندی مثنوی کے منبر پر پڑھنے کی کیا ضرورت ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس کے مضامین اور خیالات، اہل تصوف کے اقوال اور آیات قرآنی کے مطابق ہیں۔ ہندی گویئے اس مثنوی کو بڑے مزے سے گایا کرتے ہیں"۔١

ڈاکٹر پرمیشوری لال گپتا نے حال میں چنداین کا جو نسخہ مرتب کر کے شائع کیا ہے، یہ جملہ ٤٥٢ بندوں پر مشتمل ہے۔ ہر بند میں بارہ چرن یا مصرعے ہیں۔ بند کی ابتدائی پانچ اردھالیاں یا اشعار ایک ہی میٹر میں ہیں، اور ہر شعر کے دونوں مصرعوں میں قافیہ کا التزام رکھا گیا ہے۔ ہر بند کے آخری دو مصرعے مختلف میٹر میں ہیں، جو نسبتاً طویل ہے۔ ڈاکٹر گپتا کے مطابق شاعر نے اپبھرنش میٹر استعمال کیے ہیں۔ شاعر کے متعلق سوائے اس کے اور کچھ پتہ نہیں چلتا کہ وہ دالمؤ کے رہنے والے تھے اور

---

(١) ملا عبد القادر بدایونی، منتخب التواریخ، ترجمۂ احتشام الدین، ص ٩٠۔

فیروز شاہ تغلق کے عہد میں سنہ ۷۷۹ ہجری (سنہ ۱۳۸۷ء) میں انہوں نے یہ قصہ نظم کیا۔ دالمؤ، یا ڈالمؤ، اتر پردیش کے ضلع رائے بریلی کا قصبہ ہے۔ اور بریلی سے ٤٤ میل دور، اور کانپور سے ٦١ میل کے فاصلے پر ریلوے جنکشن ہے۔ یہاں دریائے گنگا کے کنارے کچھ بلندی پر ایک قلعہ کے کھنڈر اب بھی موجود ہیں۔ داؤد کی شخصیت اور مثنوی چنداین کے سنہ تصنیف پر، خود شاعر کے اس بیان سے روشنی پڑتی ہے۔

برس سات سئے ہوے انامی
تھیا یہ کبئی سر سئے بھاسی
ساہ پھیروج دلی سرطانا
جونا شا اوجیر بکھانا
دلمؤنگر بسے نورنگا
اوپر کوٹ تلے بہی گنگا

(یعنی سنہ ۷۷۹ میں شاعر نے یہ قصہ نظم کیا۔ فیروز شاہ دلی کا سلطان تھا، اور وزیر جونا شاہ تھا۔ دلمؤنگر ایک خوبصورت شہر اس طرح آباد تھا کہ اوپر اس کے قلعہ تھا، نیچے دریائے گنگا بہتی تھی)

ذیل میں چنداین کے قصے کا قدرے تفصیلی خاکہ پیش کیا گیا ہے، تا کہ مینا ستونتی کی عشقیہ داستان کے

دوسرے رخ، یعنی لورک اور چندا کی داستان محبت پر بھی روشنی پڑسکے۔ ایسا معلوم ہوتا ھے کہ لورک، چندا اور مینا کی پریم کتھا کی مختلف ادبی شکلیں ایک طویل کہانی کے مختلف اجزا کو اپنا موضوع قرار دیتی ھیں۔ پھر یہ کہانی جزوی اختلافات کے ساتھ، مختلف علاقوں میں ایک نئے رنگ روپ میں جلوہ گر ھوتی ھے۔

چنداین کا قصہ سہدیو رائے مہر، گوور نگر کا راجہ تھا۔ اس کے ۸٤ رانیاں تھیں۔ ان میں پھول رانی راجہ کی چہیتی تھی۔ رانی کے بطن سے شہزادی چاند نے جنم لیا۔ بچپن ناز ونعمت میں بسر ھوا۔ ابھی چار برس ھی کی تھی کہ راجہ جیت نے اپنے بیٹے باون سے چاند کے بیاہ کا پیام بھیجا۔ نسبت طے پائی اور دھوم دھام سے شادی رچائی گئی۔ شادی کو بارہ برس گزر گئے، چاند نے شباب میں قدم رکھا لیکن اس کا شوھر اسکی طرف مائل نہیں ھوا۔ بالآخر چاند کے والدین نے آدمی بھیج کر اسے اپنے ھاں بلوالیا۔

میکے آنے کے بعد چاند اپنی سکھیوں کے ساتھ دن گزارنے لگی۔ ایک روز ایک باجر سادھو (بودھ فرقہ کا ایک سادھو) چاند کے محل کے قریب سے گزرا، اور چاند کا حسن و جمال دیکھ کر وھیں مبہوت کھڑا رہ گیا۔ لوگ جمع ھوے اور اس کی دیوانگی کا سبب پوچھا تو اس نے

اعتراف کیا کہ وہ چاند کے آسمانی حسن کا دیوانہ ہوگیا ہے۔ اس کے بعد یہ باجر سادھو دیوانہ وار چاند کے حسن وجمال کی تعریف میں گیت گاتا پھرنے لگا۔ کسی دوسرے نگر کے راجہ روپ چند نے اس مجنوں صفت سادھو کا حال سنا اور اسے بلا کر تفصیل پوچھی۔ سادھو نے چاند کے حسن کا ایسا دلکش نقشہ کھینچا کہ روپ چند بھی چاند کا غائبانہ عاشق ہوگیا، اور اپنی فوج لے کر گوورنگر پہنچا اور شہر کا محاصرہ کرلیا۔ روپ چند نے راجہ سہدیو کو کہلا بھیجا کہ وہ اپنی بیٹی کا اس سے بیاہ کر دے۔ راجہ نے جواب دیا کہ چاند کا بیاہ بچپن میں ہوچکا ہے اور اب اس کے بیاہ کا کوئی سوال نہیں۔ روپ چند نے اصرار کیا اور لڑای شروع ہوگئی۔ راجہ سہدیو کی فوج کے بڑے سردار مارے گئے اور قریب تھا کہ اس کی فوج کو شکست ہو جائے۔ ایسے میں کسی نے صلاح دی کہ بہادر لورک کو جو اسی نگری میں رہتا ہے اور گوالوں کا سردار ہے بلانا چاہیے۔ ایک بھاٹ کی مدد سے اسے بلوایا گیا۔ جب لورک اپنی ماں "کھولن" سے آشیرواد لینے کے لیے گیا تو ماں اور اس کی بیوی مینا نے اسے لڑائی سے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن لورک نہ مانا، اور اپنے ساتھیوں کے ہمراہ لڑائی کے میدان میں آ پہنچا، اور ایسی دلیری سے مقابلہ کیا کہ

روپ چند کی فوج کے قدم اکھڑ گئے ۔ فاتح لورک جب دشمن کی فوج کو شکست دے کر لوٹا تو گوور نگر میں اس کا شاندار استقبال ہوا ، ھاتھی پر اس کا جلوس نکالا گیا ۔ رانیاں بھی اسے دیکھنے باہر آئیں ۔ اسی موقع پر چاند نے اسے دیکھا ، اور اپنا دل دے بیٹھی ۔ غم عشق میں مبتلا ہونے کے بعد جب چاند اداس اور کھوئی کھوئی سی رہنے لگی تو سہیلیوں نے اس کے دل کا حال پوچھا ، اور اسے صلاح دی کہ تم اپنے باپ سے کہو کہ وہ فاتح لورک کے اعزاز میں محل میں ایک ضیافت ترتیب دے ۔ ضیافت کا انتظام کیا گیا ، چاند بھی سج دھج کر وھاں پہنچی ۔ لورک نے اسے دیکھا تو کھانا پینا سب بھول گیا ۔ گھر لوٹا تو جنون عشق نے اپنا اثر دکھانا شروع کیا ۔ لورک کی ماں ، اور اسکی بیوی ، اس تبدیلی سے پریشان ہوئیں ۔ چاند کی ایک سکھی لورک کی ماں سے ملنے کے بہانے آئی ۔ لورک نے جب چاند کا نام سنا تو اس کے قدموں پر گر پڑا ، اور منت سماجت کی وہ پھر ایک بار اسے چاند کی صورت دکھا دے ۔ سکھی نے مشورہ دیا کہ تم جوگی کا روپ دھار کر مندر میں جا بیٹھو ، ہم وھاں بھگوان کے درشن کرنے کے بہانے آئیں گے ۔ کچھ دن مندر میں دونوں کو ایک دوسرے کو دیکھنے کا موقع ملا ۔ پھر چاند کی

سکھی نے لورک کو رات کے وقت محل میں آنے کی ترکیب بتائی، اور وہ ایک رسی کے پھندے کے سہارے، چاند اور اس کی سکھیوں کی مدد سے اوپر آیا۔ صبح کو جب راجہ سہدیو چاند کے کرے میں آیا تو چاند نے لورک کو پلنگ کے نیچے چھپا دیا۔ اسطرح چوری چھپے ملاقاتیں ہونے لگیں، اور شدہ شدہ شہر میں لوگ اس واقعہ کے متعلق سر گوشیاں کرنے لگے۔ لورک کی ماں اور اسکی بیوی مینا کو بھی اس کی خبر پہنچی۔ لورک کو جب اس کا پتہ چلا تو اس نے مینا کے ساتھ دکھاوے کی محبت کا اظہار شروع کیا، جس پر مینا اور برہم ہوگئی۔ مینا نے ایک مالی کے ذریعہ چاند کی ماں سے شکایت کی۔ ادھر مینا ایک نئی مصیبت میں گرفتار ہو گئی تھی، اور ادھر چاند اپنی محبت کے سہانے خواب کے ٹوٹ جانے کے خوف سے پریشان و متردد تھی۔ اتفاق سے دونوں ایک ہی وقت بھگوان کے آگے اپنی اپنی التجا لے کر مندر میں گئے۔ یہاں دونوں نے ایک دوسرے کو پہچانا، تند اور تیز باتیں ہوئیں، اور ھاتھا پائی تک نوبت پہنچی۔ لورک کو پتہ چلا، اس نے جا کر بیچ بچاؤ کیا۔

اب لورک اور چاند نے مل کر طے کیا کہ یہاں بسر ممکن نہیں، اور وہ کسی دوسرے نگر کو فرار

هو جائیں۔ منصوبہ کے مطابق ایک رات لورک چندا کے
محل پہنچا، اور دونوں مال و دولت اور زر و جواہر لے کر
فرار ہو گئے۔ راستے میں لورک کا بھائی کنورو ملا اس
نے لورک کو اپنے ارادے سے باز رکھنے کی کوشش
کی، لیکن لورک یہ کہہ کر آگے بڑھ گیا کہ وہ دو ایک ماہ
بعد واپس آئے گا۔ راجہ کے آدمی ان کا تعاقب کر رہے
تھے۔ راستے میں دونوں نے ایک ملاح کو دھوکا دے
کر گنگا کو پار کیا۔ چاند کا شوہر باون بھی تعاقب میں
نکلا۔ دریا کو پار کر کے اس نے ان دونوں کو آلیا۔
لورک اور باون میں لڑائی ہوئی۔ باون نے ہار مان لی،
اور کہا کہ اب چاند سے اسکا کوئی واسطہ نہیں۔ راستے
میں ایک جگہ چاند کو سانپ نے ڈس لیا۔ ایک یوگی کے
منتروں سے اس نے دوبارہ زندگی پائی۔ پھر ایک بار جب
وہ جنگل میں کسی درخت کے نیچے سو رہے تھے، دوسری
مرتبہ ایک سانپ نے چندا کو ڈس لیا۔ لورک نے اسکی
جان بچانے کی بہتری کوشش کی، دوسرے روز جب وہ
چاند کی لاش کو جلانے، اور خود بھی اس کے ساتھ جل
مرنے کی تیاری کر رہا تھا، اچانک ایک مداری ادھر آ نکلا۔
اور اس نے سانپ کا زہر اتار کر چاند کو دوبارہ زندہ
کر دیا۔ لورک نے اپنے سارے گہنے مداری کی نذر

کردیے۔ جواب میں مداری نے بھی لورک کو ایک منتر سکھایا۔ یہاں سے نکل کر لورک اور چاند ایک شہر سارنگ پور پہنچے۔ لورک نے وہاں کے راجہ کے ساتھ جوے کی بازی لگائی اور اپنے سارے مال و اسباب کے ساتھ چاند کو بھی اس بازی میں ہار گیا۔ لیکن مداری کے منتر کی بدولت ایک راکشش نمودار ہوا، اور اس نے لورک کے دشمنوں کا خاتمہ کر دیا۔ لورک اور چاند کسی اور طرف چل کھڑے ہوے۔ راستے میں تیسری مرتبہ چاند کو ایک سانپ نے ڈسا، اور ایک سادھو کی مدد سے پھر اس نے زندگی پائی۔ سادھو نے لورک کو متنبہ کیا کہ ایک یوگی چاند کو اپنی محبت میں گرفتار کرنے کی کوشش کرے گا۔ چنانچہ راستے میں انہیں اس یوگی سے سابقہ پڑا، جس نے اپنے منتر کے ذریعہ چاند کے حافظے کو معطل کر دیا۔ لیکن لورک اس پر بھی غالب آیا۔ پھر جنگل میں ان کی ملاقات ایک راجہ سے ہوئی، جو شکار کھیلنے کے لیے ادھر آ نکلا تھا۔ جب لورک نے اسے اپنا حال سنایا تو راجہ نے ان دونوں کی دلجوئی کی، اور انہیں اپنے شہر ھری پاٹن لے گیا، جہاں یہ دونوں آرام و اطمینان اور شان و شوکت کی زندگی بسر کرنے لگے۔

لورک کے چاند کے ساتھ فرار ہو جانے کے بعد

اسکی بیوی مینا پر مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ لیکن ملا داؤد کی چندائن میں اس موقع پر فراق زدہ مینا کی داستان غم کی کوئی تفصیل نہیں ملتی، اور نہ آزمائش و امتحان کے ان کٹھن مرحلوں کا کوئی ذکر، جو ''میناست'' کا بنیادی موضوع ھے۔ چنداین کے صرف ایك بند میں مینا کے درد فراق کا ذکر ان الفاظ میں ملتا ھے:

نسی دکھ مینا ھی روئی بہائی
سبھ دن رھے نین پنتھ لائی
مکو لورك اپنھا مارگ آوئی
کئی هیری آکے آپو جناوئی
نسی دن جھروی آس بے آسی
روئی روئی کھن کھن ھوئی نراسی
لور لور کہ دن پور آوئی
اور بچن ہر مکھ ھیں نہ آوئی
تپتئیں اجھی دین بھائی
جس مچھری بن نیر مرجھائی
برہ سنتای میناں آھیں پری دن او رات
سب لن ھیں دکھ لورك کیرا برھا کنھیں سنگات [1]

(۱) چنداین، بند ۱۹۸ ص ۳۰۱ ۔

ایک دن مینا اور لورک کی ماں کھولن کو معلوم هوا که گوورنگر میں تاجروں کا ایک قافله آیا هوا هے - دریافت کرنے پر کھولن کو پته چلا که یه قافله هری پاٹن جانے والا هے - کھولن نے تاجروں کے نایک کو جو ایک برهمن تھا اپنے گھر بلایا - مینا اس کے قدموں پر گر پڑی، اور بڑی منت سماجت کی که وه هری پاٹن میں لورک کا پته چلائے، اور اس کی دکھ بھری داستان لورک کو سنا کر اسے لوٹ آنے پر آماده کرے - برهمن مینا کی دکھ بھری کہانی سن کر متاثر هوا -

یہاں مولانا داؤد نے مینا کی آپ بیتی کو، جو وه تاجروں کے سردار کو سناتی هے باره ماسی کے پیرائے میں پیش کیا هے - مینا فراق کے سات آٹھ مہینوں کا حال جو اس پر گزر چکے هیں، مختلف موسموں کی کیفیات کا ذکر کرتے هوے برهمن کو سناتی هے - تاجروں کا سردار کوئی چار ماه بعد هری پاٹن پهنچا - اس نے لورک کا پته چلایا اور اس کے گھر پهنچا - پھر اس نے گویا لورک کی پوتھی دیکھ کر اسے بتایا که وه گوور کا رهنے والا هے، اور مینا کا شوهر هے، اور یه که مینا کا پتی هونے کے باوجود اس نے مینا کو زمین پر ڈال دیا هے، اور چاند کو آسمان پر چڑھا دیا هے - مینا کا نام سن کر لورک کا

دل بھر آیا ۔ وہ مینا کو بھولا نہیں تھا اور اس کا حال جاننے کے لیے بے تاب تھا ۔ اس نے برھمن سے پوچھا کہ وہ کہاں کا رھنے والا ھے ، اور کہا اگر تم مجھے کچھ بتا سکو کہ مینا کس حال میں ھے ، اور کیا وہ اب بھی میرا دم بھرتی ھے ، تو میں تمہارے قدموں کی خاک اپنے ماتھے پر لگاؤں گا ۔ جب برھمن نے مینا کی داستان غم سنائی تو لورك رونے لگا ۔ اس نے بہت سا سونا اور متعدد بیل برھمن کی نذر کیے ، اور وعدہ کیا کہ وہ دوسرے روز گوور واپس چلے گا ۔ چاند کو جب اس نئے واقعہ کی سُن گن ملی تو وہ بڑی پریشان ھوئی ، اور رات کو بغیر کھائے سو رھی ۔ دوسرے روز لورك نے راجہ سے مل کر اس کو ساری تفصیل سنائی اور جانے کی اجازت طلب کی ۔ راجہ نے بخوشی جانے کی اجازت دی اور بہت سارے آدمی ، سازوسامان کے ساتھ اس کے ھمراہ بھیجے ۔ لورك چاند کے ساتھ گوورنگر کی طرف چل پڑا ۔ شہر سے تین کوس دور اس نے پڑاؤ کیا ۔ اطراف کے لوگوں میں یہ خبر اڑی کہ کوئی راجہ فوج لے کر آیا ھے ۔ گوور میں کھلبلی مچ گئی لیکن مینا کو ایسا لگا کہ لورك آیا ھے ۔ اس نے اپنی ساس سے کہا مجھے ایسا معلوم ھوتا ھے لورك آئے گا ۔ پھر رات کو اس نے لورك کو خواب میں دیکھا ۔

لورک نے خود کو ظاہر کیے بغیر ایک مالی کے ذریعہ یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ مینا کس حال میں ہے، اور کیا وہ حقیقت میں اب بھی اس کی وفادار ہے۔ ادھر مینا ایک گوالن بن کر اپنی سکھیوں کے ساتھ اس باغ میں گئی جہاں لورک اپنے قافلہ کے ساتھ ٹھہرا ہوا تھا۔ باتوں باتوں میں جب چاند نے مینا سے اس کا حال پوچھا تو مینا نے بتایا کہ بارہ مہینے پہلے اس کا پتی لورک چاند کے ساتھ فرار ہو گیا ہے۔ اور اگر چاند اس کے ہاتھ لگے، تو وہ اس کا منہ کالا کر کے گدھے پر سوار کر کے اسے شہر میں گھمائے گی۔ چاند یہ سن کر اس سے الجھ پڑی۔ اس موقع پر لورک نے خود کو ظاہر کیا۔ مینا کو دیکھ کر وہ چاند کو بھول گیا۔ پھر اس نے مینا اور چاند دونوں کو منا سمجھا کر اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ دونوں ایک ساتھ مل جل کر رہنے کی کوشش کریں۔ کھولن نے لورک اور چاند کو اپنے گھر بلایا، اور سب مل کر سکھ کی زندگی بسر کرنے لگے۔ کھولن نے لورک کو بتایا کہ اس کے جانے کے بعد گھر والوں کو کیسی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ کھولن نے کہا کہ خود اس کے دن رونے میں اور راتیں جاگنے میں بسر ہوئی ہیں۔

یہاں پرمیشوری لال گپتا کی مرتبہ چنداین ختم ہو جاتی ہے

زیر بحث ایڈیشن کے مطابق یہ قصہ ٤٥٢ بندوں پر مشتمل ھے جمع شدہ اوراق کے مطابق اس کے بعد کے بند کا صرف نشان ٤٥٣ ورق پر موجود ھے۔اس سے اندازہ ھوتا ھے کہ داؤد کی چنداین کے متعدد بند ابھی تک دستیاب نہیں ھوسکے ھیں۔ ڈاکٹر گپتا کا خیال ھے کہ یہ قصے کا اختتام نہیں ھے، یقیناً کچھ اور بند اسکے علاوہ اصل تصنیف میں رھے ھوں گے۔ ١

جناب سید حسن عسکری نے بھی اپنے مقالے میں جو "معاصر" شمارہ نمبر ١٦ اور نمبر ١٧ میں شائع ھوا ھے، اس امر کا ذکر کیا ھے کہ چنداین کے چیدہ چیدہ اور منتشر اوراق کی مختلف مقامات پر بازیافت عمل میں آئی ھے۔ کوئی تعجب نہیں کہ قصے کے درمیانی حصے سے متعلق بھی چنداین میں کچھ بند رھے ھوں، جس میں "برہ سنتای میناں" کی دکھ بیتی کی تفصیل شاعر نے بیان کی ھو۔

میناست | لورک چندا اور مینا ستونتی کے سلسلے کی لوک کتھاؤں کا دوسرا اھم ادبی روپ میاں سادھن کی "میناست" میں ملتا ھے۔ میناست کے قدیم نسخے فارسی کے علاوہ ناگری رسم الخط میں بھی ملتے ھیں۔

چنداین، لورک اور چندا کی داستان محبت ھے۔ لورک

---

(١) چنداین، مقدمہ، ص ٥٣۔

کے فرار ہو جانے کے بعد، مینا پر جو بیتی، اسکی تفصیل میناست میں بیان کی گئی ہے ۔ میاں سادھن کے حالات ہنوز تاریکی میں ہیں ۔ اس قدر پتہ چلتا ہے کہ میناست سولھویں صدی عیسوی کے درمیانی زمانہ کی تصنیف ہے ۔ بعد کے عہد کی ایک تصنیف "مدھو مالتی" میں بھی "میناست" ایک ذیلی حکایت کی حیثیت سے ملتی ہے ۔ سنہ ۱۹۰۴ء میں مدھو مالتی کی اس ذیلی کتھا کو ماتا پرشاد گپت نے علٰحدہ حیثیت میں شائع کیا تھا ۔ بعد کو سنہ ۱۹۵۸ء میں ھری ھر نواس درویدی نے، سادھن کی میناست کے منتشر اوراق کو، مدھو مالتی میں بیان کیے ہوے قصے کی بنیاد پر، مرتب کر کے، گوالیار سے شائع کیا ہے ۔

سادھن کی میناست کے مطابق، ساتن کنور، فراق زدہ مینا کو ورغلانے کی کوشش کرتا ہے، اور رتنا نامی ایک مالن کو دوتی یا دلالہ کی حیثیت سے مینا کے ھاں بھیجتا ہے ۔ رتنا دلالہ مینا کے گھر آئی ۔ اس نے بتایا کہ مینا کے بچپن میں وہ اسکی دایا رہ چکی ہے، اور مینا نے اس کا دودھ پیا ہے ۔ مینا اس کے ساتھ عزت و احترام سے پیش آئی ۔ مالن نے مینا سے دریافت کیا کہ اس نے جوگنوں کا سا روپ کیوں اختیار کر رکھا ہے ۔ مینا نے دلالہ کو غمخوار سمجھ کر اسے اپنی بپتا سنائی ۔ رتنا، مینا کے جذبات عشق و محبت کو بیدار کرنے کی غرض سے ہر مہینے موسم کی مختلف کیفیات سے متعلق

هیجان انگیز گیت سناتی ھے، اور اسے راغب کرتی ھے کہ وہ بھی اپنے حسن و شباب کو ضائع کرنے کی بجائے، کسی سے دل لگائے؛ مینا کو دلالہ کی یہ باتیں پسند نہیں آئیں، اس نے عصمت و عفت کی اہمیت سمجھائی اور رتنا کے مشورہ کو قبول کرنے سے انکار کیا رفتہ رفتہ مینا کو اندازہ ھوا کہ رتنا حقیقت میں صرف ایك دلالہ کا فرض انجام دے رھی ھے۔ دلالہ کی کوششیں بارہ مہینے تك جاری رھیں۔ اس دوران میں مینا پر دلالہ کا راز پوری طرح فاش ھو گیا۔ پھر مینا نے اس کا سر مونڈوا کر اس کا منہ کالا کر کے گدھے پر بٹھایا اور شہر کی گلی کوچوں میں اسے گشت کروایا۔ رتنا کے اس حشر کو میاں سادھن کی زبانی سنیے:

مینا مالن نیر بلائی
دھر جھونٹا کٹنی نیہورائی
منڈ منڈائی کے سیندور دینہاں
کار پیر دوی ٹیکا وینہاں
گدھ آن کے دھائی چڑھائی
ھاٹ باٹ سب نگر پھرائی
جوجس کرے سو پاوے تیس
کٹنی لوگ پکاریں ایس

لائی پسائی کئے کاٹے کان
کو دوں بوئے لو ینهوں دهان

ست میناں کو تهر ره سادهن راکهه کرتار
کٹنی ماری نکاری کینه کنگ کے بار

پاپ پن دوی بیج جس بوئی تس نپچئی
سادهن جیسا کیجیئی تیسا پهل آکے لهی

(مینا نے مالن کو نزدیك بلایا۔ اس کا چونڈا پکڑ کر اسے قابو میں کیا، اس کا سر مونڈوا کر اسے کالے پیلے ٹیکے لگوائے، اسے گدهے پر چڑهوایا، اس کو راستے، بازار سارے شہر میں گهمایا۔ اسے جو دیکهتا تها کهتا تها۔ یه دلاله هے، جو جیسا کرتا هے اسے ویسا هی ملتا هے۔ کودوں بونے پر دهان کیسے پیدا هو سکتا هے۔ سادهن کهتے هیں که نیکی اور بدی دو بیج هیں، ان میں سے جس کو بویا جائے، اسی کا پودا زمین سے بر آمد هو گا۔ سادهن جیسا کیجئے ویسا هی پهل لیجئے)۔

سادهن کی میناست کے متعدد بند بهی هنوز دستیاب نهیں هوے۔ قصه کا آغاز ساتن کنور کی شیطانی کوششوں سے هوتا هے۔ البته رتنا مالن اور مینا کے مکالموں سے پته چلتا هے که مینا کا شوهر لورك هے، اور وه چاند کے ساتھ فرار هو گیا هے۔ لیکن مینا، لورك کی خاطر، چاند کی داسی بن کر

رھنے بھی تیار ھے۔

عصمت نامہ غواصی کی مثنوی کے تعلق سے، اس عشقیہ کہانی کی ایک اھم ادبی شکل حمیدی کا عصمت نامہ ھے۔ حمیدی، عہد جہانگیری کا ایک غیر معروف شاعر ھے۔ اس نے سنہ ۱۰۱۶ ھجری (۸، ۱۶۰۷ء) میں یہ مثنوی تصنیف کی، اور اسکا نام عصمت نامہ رکھا۔

در سال سعید و ماہ مسعود تاریخ ھزار شانزدہ بود
روزی کہ شد ایں رسالہ مرقوم بر عصمت نامہ گشت موسوم

آغاز داستان سے قبل شاعر، روایتی حمد و نعت اور جہانگیر کی مدح و توصیف کے بعد، ھندوستان کی تعریف کرتا ھے۔ پھر کہتا ھے کہ ایک جگہ کچھ لوگ بیٹھے عرب اور ایران کے حسن کی توصیف کر رھے تھے، اور لیلیٰ، عذرا، اور شیریں کے حسن و جمال، اور ان کے جذبۂ محبت کی داد دے رھے تھے۔ میں نے بھی اپنی زبان کھولی، اور ایک عروس ھندی کی داستان محبت سنائی، اور کہا کہ لیلیٰ و عذرا کیا چیز ھیں، مجھ سے مینا کے وصف سنو:

من نیز در سخن کشادم شرحے زعروس ھند دادم
گفتم کہ چہ لیلیٰ و چہ عذرا از من شنوید وصف مینا

لوگ اس قصہ کو سن کر متاثر ھوے، اور حمیدی سے فرمایش کی کہ وہ اس قصہ کو فارسی میں نظم کر دے۔

عصمت نامہ کے مطابق مینا، ھندوستان کے ایک راجہ کی لڑکی تھی۔ راجہ نے لورک نامی ایک خوب رو نوجوان سے اس کی شادی کر دی۔ مینا حسن صورت کے ساتھ حسن سیرت کی بھی مالک تھی۔ ھندوستان کی روایتی شوھر پرست عورت کی طرح وہ اپنے شوھر پر جان چھڑکتی تھی۔ لیکن لورک کو چاند نامی ایک حسینہ سے محبت ھو گئی، اور وہ اسے چھوڑ کر چاند کے ساتھ کسی اور شہر کو فرار ھو گیا۔ فراق زدہ مینا جوں توں کر کے، آہ و زاری میں اپنے دن بسر کرنے لگی۔ مینا کے حسن کا چرچا سن کر ساتن نامی شخص مینا پر فریفتہ ھو گیا۔ اور رات دن اس کے محل کے چکر کاٹنے لگا۔ پھر اس نے ایک بوڑھی دلالہ کو مینا کے پاس بھیجا۔ بڑھیا نے خود کو مینا کے زمانۂ شیر خوارگی کی دایا ظاہر کیا۔ اس طرح مینا کا اعتماد حاصل کر کے اس نے مینا کا دکھ درد پوچھا۔ پھر شوھر کی بے وفائی کے جواب میں اسے بھی عصمت و عفت کی خیالی باتوں کو خیر باد کہنے، اور زندگی کی مسرتوں سے لطف اندوز ھونے پر مائل کرنے کی کوشش کی۔ اس نے بتایا کہ ساتن نامی ایک نوجوان اس پر فریفتہ ھے۔ اور وہ بھی ساتن کے ساتھ عیش و راحت کی زندگی گزار سکتی ھے۔ مینا نے ان باتوں پر سخت ناراضی اور برھمی کا اظہار کیا، لیکن دلالہ نے

اپنی کوشش جاری رکھی - وہ ہر ماہ موسم کی مختلف کیفیات کے دلکش گیت مینا کو سناتی تھی، اور اس کے خوابیدہ جذبات کو بیدار کرنے کی کوشش کرتی تھی - لیکن مینا اپنے عزم میں ثابت قدم رہی - بارہ ماہ بعد چاند کی موت واقع ہوئی؛ اور لورک مینا کے پاس واپس چلا آیا -

مثنوی کے آخر میں حمیدی نے اس کہانی کو مجازی (allegoric) رنگ دینے کی کوشش کی ہے، اور لورک کو خدا، مینا کو انسانی روح، ساتن کو شیطان، اور دلالہ کو نفس انسانی سے تعبیر کیا ہے - یہاں یہ امر محل نظر ہے کہ لورک، چندا اور مینا کی کہانی کی مجازی تعبیر کا یہ پہلو، چنداین، میناست، یا ہندوستان کے دوسرے علاقوں میں پھیلی ہوئی، اس قبیل کی دوسری کسی کہانی میں نہیں پایا جاتا - حمیدی کی یہ کوشش فارسی شاعری کے متصوفانہ اثرات کی غمازی کرتی ہے -

ستی مینا و لورچندرانی | سترھویں صدی کے اوائل میں بنگالی شاعر دولت قاضی نے اس کہانی کو "ستی مینا و لور چندرانی" کے عنوان سے ادبی روپ میں پیش کیا - دولت قاضی اراکان کے راجہ چندر سدھرم (۱۶۲۲ تا ۱۶۳۸ ء) کے عہد کا شاعر تھا - ابتداً یہ کتاب حمیدی پریس کلکتہ سے "ستی مینا"

کے نام سے شائع ہوئی تھی ، پھر وشوا بھارتی شانتی نکیتن کے سری ستندر بھوشال نے اسے ایڈٹ کر کے ”ستی مینا ولور چندرانی“ کے نام سے ، ساھتیہ پرکاش کی جلد اوّل میں شائع کیا۔ دولت قاضی کے قصہ کا آغاز حمیدی کے عصمت نامہ کے مطابق ھے ۔ دولت قاضی کے قصے میں رتنا مالن ، مینا کو ورغلانے کی کوششوں کے دوران میں اسے طرح طرح کے قصے بھی سناتی جاتی ھے ۔ لیکن بنگلہ کہانی کا اختتام عصمت نامہ سے مختلف ہو گیا ھے مینا اپنی ایک سہیلی کی مدد سے بوڑھی دلالہ کا سر مونڈوا کر اسے گدھے پر گشت کرواتی ھے ۔ پھر وہ ایک برھمن کو لورك کے ھاں بھیجنے میں کامیاب ہو جاتی ھے ۔ مینا کا حال زار سن کر لورك کا دل پگھل جاتا ھے ، وہ چندا کے ساتھ واپس لوٹتا ھے ۔ اور پھر چندا اور مینا کی رفاقت میں زندگی کے دن گزارتا ھے ۔ قصہ کے اختتام کا یہ رخ چنداین میں قصے کے اختتام سے مشابہ ھے ۔

دوسری بولیوں کی لوک کہانیاں چنداین ، میناست ، عصمت نامہ، ستی مینا ولور چندرانی کے علاوہ شمالی ھند کے علاقوں کی متعدد بولیوں میں بھی یہ لوک کتھا ، جو لورك ، چندا اور مینا اور لورك کے تانے بانے سے بُنی گئی ھے ، اتر پردیش ، بہار ، بنگال ، اور چھتیس گڑھ کے علاقوں میں پھیلی ہوئی

ملتی ھے۔ چنانچہ بھوجپوری، مرزا پوری، چھتیس گڑھی، اور میتھیلی بولیوں میں، اور بہار اور بھاگل پور کے علاقوں میں لورک، چندا اور مینا کی محبت کے افسانے جزوی اختلافات اور طرح طرح کی کمی بیشی کے ساتھ بکھرے ھوئے ملتے ھیں۔

عصمت نامه اور مینا ستونتی

غواصی نے ایک فارسی "رساله" کو اپنے قصے کی بنیاد بتایا ھے، اور لورک چندا کی کہانیوں کی قبیل کا واحد فارسی قصه، جو ابھی تک دستیاب ھوا ھے، وہ حمیدی کا عصمت نامه ھے۔ اسلیے فطری طور پر یه خیال پیدا ھوتا ھے که حمیدی کا عصمت نامه ھی غواصی کی مثنوی کا ماخذ ھے۔ لیکن غواصی کی مثنوی، قصه کی بعض جزویات میں حمیدی کی مثنوی سے مختلف ھے۔ اس خصوص میں ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے اپنے ایک حالیه شائع شده مضمون میں جو استدلال کیا ھے، اور جس نتیجه پر وہ پہنچے ھیں، حسب ذیل ھے۔ "قصه چنداین کی اس وقت تک صرف ایک ھی فارسی روایت یعنی عصمت نامه از حمیدی دریافت ھوئی ھے۔ مگر غواصی کی مثنوی عصمت نامه سے ماخوذ نہیں۔ عصمت نامه میں چندا آخر میں مر جاتی ھے، جبکه غواصی کے ھاں ایسا نہیں ھوتا۔ نیز اس میں بارہ ماسه بھی نہیں جو قصه چنداین کا

اهم ترین حصه هے ، اور فارسی عصمت نامه میں بھی موجود هے - عصمت نامه در اصل ایك صوفیانـه تمثیل هے ، جس میں وضاحت کردی گئی هے که لورك خدا ، ساتن ابلیس هے ، مینا روح هے اور دلاله نفس هے - غواصی کی مثنوی میں ایسی کوئی وضاحت نہیں کی گئی - ان امور سے ثابت هوتا هے که قصه چندāین سے متعلق فارسی میں حمیدی کے علاوه کوئی اور روایت بھی رهی هوگی ، جسے غواصی نے اپنا ماخذ بنایا هوگا"[1]-

غواصی کی مثنوی اور عصمت نامه کے باهمی تعلق سے بحث کرتے هوے چند امور قابل غور هیں -

جہاں تك قصه کا تعلق هے یـه امر واضح هے که عصمت نامه ، چنداین نہیں بلکه میناست کی کہانی پر مبنی هے ، اور قصه کا یہی رخ غواصی کی مثنوی کا موضوع هے - خود چنداین اور میناست کے جو منتشر اوراق اور نسخے دریافت هوے هیں ، ان کے قصے میں بھی قابل لحاظ اختلافات نظر آتے هیں - مثال کے طور پر جناب سید حسن عسکری نے جب چنداین پر اپنا مقاله شائع کیا تو اپنے پیش نظر قصے سے انہوں نے یه نتیجه اخذ کیا که چندا بالآخر سانپ ڈسنے سے مر جاتی هے - لیکن ڈاکٹر گپتا نے

(۱) نوائے ادب : اکٹوبر سنه ۱۹۶۵ ء ص ۲۵ .

اب جو چنداین کا نسخہ مرتب کیا ھے، اسکے مطابق چندا کو تین مرتبہ سانپ ڈستا ھے اور تین مرتبہ وہ دوبارہ زندگی پاتی ھے، اور آخر کار لورك اور چندا دونوں مل کر گوور نگر آتے ھیں، اور مینا کے ساتھ مل کر رھتے ھیں - یہ اور اسی قسم کے قابل لحاظ اختلافات ایك ھی مصنف کی لکھی ھوئی کہانی کے منتشر اوراق میں ملتے ھیں - پھر مختلف علاقوں کے شاعروں نے اس کہانی کے مختلف حصوں کو اپنا موضوع سخن بنایا ھے، اور تخلیقی تخیل آرائی کے ذریعہ سے ھر جگہ اسے ایك نئے رنگ روپ میں پیش کیا ھے - اس لیے اگر غواصی کی مثنوی، عصمت نامہ کی بعینہ پابندی نہیں کرتی، تو اس سے یہ حکم لگانا کہ وہ عصمت نامہ پر نہیں، بلکہ کسی اور نا معلوم فارسی مثنوی پر مبنی ھے، غور مکرر کا محتاج ھے -

پھر اس امر کو بھی ملحوظ رکھنا ضروری ھے کہ قدیم دکنی کی اکثر و بیشتر مثنویاں اگرچہ فارسی قصوں پر مبنی ھیں، لیکن ان میں سے بیشتر ایسی ھیں، جن میں دکنی شاعروں نے قابل لحاظ تخلیقی تصرف سے کام لیا ھے - اپنے ادب پاروں کو مقامی تمدن کا رنگ دینے کی فطری کوشش کے دوران، انھوں نے اکثر صورتوں میں قصہ کا صرف ڈھانچہ مستعار لیا ھے، اور قصے کی تفصیلات اور جزئیات کا سارا مواد

اپنے اطراف کے ماحول سے حاصل کیا ھے - خود غواصی کی دوسری دونوں مثنویوں کا یہی حال ھے - سیف الملوک و بدیع الجمال ، الف لیلہ کے فارسی ترجمے کے ایک مشہور افسانے پر مبنی ھے ، لیکن اس حد تک ، کہ صرف قصے کے چیدہ چیدہ واقعات غواصی نے مستعار لیے ھیں - متعدد واقعات کو حذف کردیا ھے ، اور اکثر نام بھی بدل دیے ھیں ؛ اور اس کو ایک حد تک اچھی قصہ بنا دیا ھے - اسی طرح طوطی نامہ ، مشہور سنسکرت تصنیف "شُکاسب تتی" کے فارسی ترجمے پر مبنی ھے جو ضیاء الدین نخشبی نے کیا تھا - بخشی کا ترجمہ ۵۲ کہانیوں پر مشتمل تھا ، لیکن غواصی کا طوطی نامہ صرف ۳۵ کہانیوں پر مشتمل ھے - اور قصوں کی تفصیلات ، جزئیات نگاری اور منظر کشی میں غواصی نے اس درجہ تخلیقی تخیل آرائی سے کام لیا ھے کہ دکنی ادب کے اس عظیم فن پارہ کو کسی فارسی یا سنسکرت تصنیف کا محض ترجمہ سمجھ لینا صریح زیادتی معلوم ھوتا ھے - ۱ اس لیے کوئی

(۱) سیف الملوک اور طوطی نامہ کے مرتب مولوی سعادت علی رضوی نے ان دونوں مثنویوں میں غواصی نے جو تصرفات کیے ھیں ان پر قدرے تفصیل سے روشنی ڈالی ھے - ملاحظہ ھو ، سیف الملوک و بدیع الجمال ، مقدمہ ، ص ۲۲ ؛ طوطی نامہ ، مقدمہ ، ص ۳۲ -

تعجب نہیں کہ غواصی نے مینا ستونتی کے قصے کا خاکہ عصمت نامہ ھی کے کسی مکمل یا ادھورے نسخہ سے لیا ھو، اور ذیلی تفصیلات میں اس نے حسب دلخواہ تصرف کیا ھو۔

پھر اس کہانی کی جو ادبی شکل بھی غواصی کے پیش نظر رھی ھو، یہ امر یقینی حد تک ممکن ھے کہ لورک چندا کی قبیل کی ایک یا ایک سے زاید لوک کہانیوں سے بھی غواصی کے کان آشنا رھے ھوں؛ اور اس نے اپنی مثنوی کے پلاٹ کی تشکیل میں آزادانہ طور پر ان کہانیوں سے بھی استفادہ کیا ھو۔ کیونکہ سولھویں سترھویں صدی عیسوی کے عرصے میں، جو غواصی کا زمانہ ھے، یہ لوک کہانی ھندوستان میں اپنی مقبولیت کے نقطہ عروج کو پہنچ چکی تھی۔ چودھویں صدی کے اواخر ھی سے شاعروں نے اس مقبول عشقیہ داستان کو اپنا موضوع سخن بنانا شروع کر دیا تھا، اور سولھویں سترھویں صدی میں یکے بعد دیگرے اسکی چار ادبی شکلیں، میناست، عصمت نامہ، خود غواصی کی مثنوی، اور بنگالی شاعر کی "ستی مینا و لور چندرانی" وجود میں آئی تھیں۔ اگرچہ یہ امر بھی بعید از امکان نہیں کہ اس عوامی کہانی کو فارسی کے کسی اور شاعر نے بھی اپنا موضوع بنایا ھو، اور یہی قصہ غواصی کے پیش نظر رھا ھو۔ لیکن جب تک ایسا کوئی قصہ دستیاب نہ ھو جائے،

یا کوئی اور ثبوت نا معلوم فارسی قصے کی تائید میں نہ ملے، قطعی طور پر یہ حکم لگانا کہ غواصی کی مثنوی عصمت نامہ پر مبنی نہیں ہے، راقم کی رائے میں احتیاط کے منافی ہے۔

طوطی نامہ، سیف الملوک اور مینا ستونتی کی مشترک خصوصیات

یہ سوال، آیا یہ مثنوی سیف الملوک اور طوطی نامہ کے مصنف غواصی ہی کی ہے، جو مولوی ہاشمی صاحب کے بیان کے مطابق اس وقت پیدا ہوا تھا جبکہ سنٹرل اسٹیٹ لائبریری کے مخطوطات دریافت نہیں ہوے تھے؛ مذکورہ لائبریری کے قدیم ترین اور مکمل نسخہ (الف) اور نسخہ (ب) کی دریافت کے بعد بحث طلب باقی نہیں رہتا، تاہم دکنی ادبیات کے طالب علم کو اس امر کی تائید میں کہ یہ مثنوی غواصی کی ہے، جو داخلی شہادتیں ملتی ہیں، ان کا سر سری تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

یہ مثنوی اپنی زبان، ذخیرۂ الفاظ، اسلوب بیان، اور شاعر کے مخیلہ (imagery) کے اعتبار سے غواصی کی دوسری دو مثنویوں سے اس درجہ ہم آہنگ ہے کہ دکنی کے طالب علم کے لیے، جس نے غواصی کی دوسری تصانیف کا توجہ سے مطالعہ کیا ہو، اس مثنوی کے مصنف کے متعلق اندازہ قایم کرنے میں دشواری نہیں ہوتی۔ مخصوص محاورے

اور فقرے، اظہار خیال کے خاص سانچے، مخصوص الفاظ کی تکرار؛ بعض ہم قافیہ الفاظ کو بار بار استعمال کرنے کا رجحان، مخصوص موضوعات جن سے شاعر کو دلچسپی معلوم ہوتی ہے، ان موضوعات سے متعلق بعض ذیلی تصورات کا اعادہ؛ غرض سیف الملوک اور طوطی نامہ کے مخصوص اسلوب بیان، اور غواصی کے منفرد آہنگ شعری کی گونج، پیش نظر مثنوی میں نہایت واضح طور پر سنائی دیتی ہے۔ غالباً یہی وہ نمایاں خصوصیت تھی، جس کی بنا پر مولوی نصیرالدین ہاشمی نے سنٹرل اسٹیٹ لائبریری کے تخلص والے مخطوطات کی دریافت سے قبل ہی یہ رائے قائم کی تھی کہ یہ مثنوی غواصی کی ہوگی۔ پھر ان کی رائے کو مزید تقویت، مثنوی کے بعض اشعار میں لفظ غواص کے استعمال سے پہنچی، کیونکہ غواصی نے اکثر مقامات پر اپنا تخلص غواص بھی استعمال کیا ہے اور اپنے تخلص کی رعایت سے وہ لفظ غواص سے کھیلنے کا بھی عادی ہے۔ راقم نے، جسے زیر ترتیب دکنی لغت کے لیے الفاظ، محاورے، اور اظہار خیال کے مختلف سانچے جمع کرنے کے سلسلے میں غواصی، اس کے معاصرین، اور متقدمین کی تصانیف کا غائر نظر سے مطالعہ کرنے کا موقع ملا ہے، بعض دلچسپ داخلی شہادتیں، متذکرہ بالا مشترک خصوصیات کی،

سیف الملوک، طوطی نامہ، کلیات غواصی، اور پیش نظر مثنوی سے جمع کی ھیں، ان میں سے چند مثالیں درج ذیل ھیں - قدیم دکنی کا ایک لفظ "وئیں" جو موجودہ لفظ "وھیں" کی دکنی شکل ھے، فوراً، اسی وقت اور اسی جگہ (then and there) کے مفہوم میں استعمال ھوتا ھے - اور دکنی بولی میں آج بھی مستعمل ھے - غواصی کے معاصرین میں، وجہی اور محمد قلی کے پاس، جہاں تک راقم کو یاد پڑتا ھے، یہ لفظ شاید ھی کہیں استعمال ھوا ھو - وجہی کی قطب مشتری میں یہ لفظ کہیں نہیں ملتا - غواصی بیان میں زور پیدا کرنے کے لیے اس لفظ کو کثرت سے استعمال کرنے کا عادی ھے - اس کی بعض مثالیں ملاحظہ فرمائیے - [1]

پڑیا وئیں زمین کے اُپر بے قرار	پڑیا چور وئیں سخت بے تاب ھو
(س ۱۲٦)	(م ۳٦۸)
سو وئیں شرمندا ھو چلیا بادشاہ	بزاں ھو کے شرمندا وئیں پھر چلی
(ط ٤۳)	(م ٦۸۲)

(۱) ان مثالوں ط (طوطی نامہ)، س (سیف الملوک)، ك (کلیات غواصی) کے مقابل میں ان کتابوں کے صفحات کے نشانات، اور م (مینا ستونتی) کے مقابل میں، اشعار کے نشانات درج ھیں -

اٹھا مرغ وئیں صبح کیرا پکار	اٹھیا صبح کا وئیں سو مرغا پکار
(ط، ۴۳)	(م، ۵۲۲)
سو عاشق ہوا اس کے وئیں روپ پر	چھپے ٹھار تے شاہ نکل بہار وئیں
(ط، ۱۸۵)	(۶۸۴)
او عاشق سہیلی ہو حیران وئیں	
کر اس روپ پر اپس یں قربان وئیں	
(ط، ۱۸۵)	

ذیل میں غواصی کے مخصوص مخیلہ (imagery) الفاظ اور محاوروں کے منفرد ذخیرہ، اور اس کے آہنگ شعری کے بعض ایسے رموز و علامات کی نشاندھی کی گئی ھے، جو غواصی کی دوسری تصانیف، اور پیش نظر مثنوی میں یکساں طور پر نمایاں ھیں۔ غواصی کے شاعری اور اس کے اسلوب کی یہ وہ خصوصیات ھیں، جو اس کے فن پاروں کو، اس دور کے دوسرے ممتاز شعرا کے کلام سے ممیز کرتی ھیں۔ متعدد مثالیں مصرعوں کے بعینہ توارد کی بھی ملتی ھیں۔

ڈوبیا سور ہور واں اندھارا بھیا	اجالا ڈوبیا ہور اندھارا بھیا
(ط، ۵۶)	(م، ۳۵۴)
اٹھیا مرغ وئیں صبح کیرا پکار	اٹھیا صبح کا وئیں سو مرغا پکار
(ط، ۴۳)	(م، ۵۲۲)

ڈوبیا جا کے مغرب کے ظلمات میں (ط، ١٧)	ڈوبیا جا کے مغرب کے ظلمات میں (م، ٤٩٧)
جو غواص ہوں میں کمر باندھیا سمندر منے دل کے ڈبکی لیا (س، ١٨)	بزاں سور غواص باندھیا کر ڈوبیا جا کے مغرب کے دریا بھتر (م، ٥١٣)
گیا پیس مغرب کے دریا بھتر (ط، ٩٦)	
رھیا جیو ھونٹاں منے آ اسے (س، ١٣١)	رھیا تھا اسے آ کو ھونٹاں میں جیو (م، ٦٣٨)
کہ ھونٹاں میں آجیو رھیا ھے مرا (ط، ٢٧٤)	آیا چور کا جیو ھونٹاں منے (م، ٣٦٤)
نہیں جانتی تیونچ اپسیں دکھا (ط، ٦٩)	
نہیں جانتیاں تیونچ کیتا کلا (س، ١٢٣)	نہیں جانتا تیونچ کیتا کلا (م، ٤٧٤)
نیکا نانوں اس کا سو ھے رام راج (ط، ٢٣٦)	نیکا نانوں اس کا سو بالا کنوار (م، ٤٣)
نیکا نانوں اس کا ھے سیف الملوک (س، ١١٢)	
غلاماں کتک خوب صاحب جمال (س، ٢٥)	وزیراں کتک خوب صاحب کمال (م، ٤٤)

سُنے گی اگر تو کہوں گی تجے	سُنے گی اگر تو کہوں گی تجے
(س، ١١٩)	(م، ٢٩١)
سو اس دہات سوں لاملاتا اہے	تو اس دہات سوں لاملاتا رحیم
(س، ١٧٧)	(م، ٥٨٠)
کہیا کھول قصا سب اس باغ کا	کہی کھول اپنا قصا سب تمام
(ط، ١٨٣)	(م، ٤٥٣)
کہیا کھول کر وو حقیقت تمام	کہیا کھول کر، سب سنے خاص و عام
(س، ٥٣)	(م، ٣٧٩)
سمایا تو یو آ کھڑیا ہے منجے	سمایا کھڑیا ہے ہمن سر اُپر
(ط، ١٨٢)	(م، ١٤٣)
عجب کھیل کچ یاں ہے کرتار کا	عجب کھیل ہے ایسے کرتار کے
(س، ١٤٦)	(م، ٦٩٧)
یو بستاں تجے آرزانی اچھو	یو بستاں تجے آرزانی سدا
(س، ٣٤)	(م، ٣٣١)
یکیلا ہوں میں اس شہر میں غریب	یکیلی ہوں میں اس وطن میں غریب
(س، ١١٦)	(م، ١٤٩)
نہیں کوی یاں باج پروردگار	نہیں کوی یاں باج پروردگار
(س، ٨٤)	(م، ٣٩٧)
کیے ڈُھنڈ ڈُھنڈ سب شہر تل اُپر	کیے دھونڈ کر سب ملک تل اُپر
(ط، ١٨٧)	(م، ١٠١)

ِکسے ہت کڑک ہور پدک جو تیاں	دیا ہت کڑک ہور پدک لعل اسے
(س، ۱۷۳)	(م، ۱۲۶)
مرے پاس دھن مال ہے بے قیاس	مرے پاس دھن مال ہے لی متا
(س، ۵۲)	(م، ۶۵)
پچھونڈے بندیا سب کے ہت زوسوں	پچھونڈے بندیا لشکری استوار
(س، ۶۶)	(م، ۳۷۰)
بھرائے مجالس ولے در ولے	او منزل بہ منزل ولے در ولے
(س، ۱۶۵)	(م، ۶۹۱)
کہ کیوں دو کھنڈے مائیں کے یک میاں میں	سما ناسکے میاں میں دو فرنگ
(ط، ۱۰۶)	(م، ۳۸۱)
ِکتک دن پچھیں او شہنشاہ گنبھیر	کتک دن پچھیں لشکری نام دار
(ط، ۱۷۷)	(م، ۵۳۲)
ِکتک دن پچھیں جو خدا اس اُپر	کتک دن پچھیں آج کیتا کرم
(س، ۱۲۰)	(م، ۳۶۲)
ِکتک دیس بعد از جو گھر آئیا	کتک دیس بعد از کوں آے وہاں
(ط، ۲۰۱)	(م، ۶۹۲)
غواصی گرچہ کمینا پنکھی ہے سائیں اگر	غواصی کمینے پو کرنا نظر
	(م، ۷۰۲)
(مخطوطہ کلیات غواصی ص ۱۱۷)	
سدا سر کوں بس یک چندوٹی تجے	جو کھاندے چوالا چندوٹی ہے سیر
یو دو بونٹ کی بس لنگوٹی تجھے	لنگے پاؤں ہور یک لنگوٹی ہے پھیر
(ط، ۴۶)	(م، ۸۰)

یو ظاہر دسے پھول پھانٹے نمن	سجن بن منجے پھول کانٹے دِسے
ولے تیز باطن میں کانٹے نمن	اوکانٹیاں کوں کئی لاک پھانٹے دِسے
(ك ، ۱۹۷)	(م ، ۲٤۸)

زبان اور اسلوب بیان کی متذکرہ بالا مثالوں پر نظر ڈالنے کے بعد ، یہ رائے قائم کرنے میں دشواری نہیں ہوتی کہ مثنوی میناستونتی ، سیف الملوك اور طوطی نامہ کے مصنف ھی کی تصنیف ھے ۔

غواصی کی تینوں مثنویوں کی ایك اور مشترك خصوصیت ، جو بالخصوص طوطی نامہ اور مینا ستونتی میں نہایت واضح ھے ، وہ ان مثنویوں کے کردار ، اور ان کے مسائل ھیں ۔ ایسا معلوم ھوتا ھے کہ غواصی کو طبعاً صنف نازك کے مسئلے سے کچھ خصوصی دلچسپی تھی ۔ اس کا قلم اس موضوع پر خوب جولانیاں دکھاتا ھے[1] ۔ شوخ و شنگ

---

(۱) غواصی کے شاعرانہ شعور ، اور اس کی جذباتی زندگی کا یہ پہلو ، اس کے تغزل میں بھی نمایاں ھے ۔ شاید غواصی ، اردوے قدیم کے دکنی اسکول کا سب سے بڑا غزل گو شاعر ھے ۔ اس کی غزلیں ، شوخی و وارفتگی ، والہانہ شیفتگی اور خود سپردگی کی ایسی شدید کیفیات کی غمازی کرتی ھیں ، جن کے مقابلے میں کبھی کبھی جرأت ، مومن ، حسرت ، اور جگر کے تجربات محبت بھی بے رنگ معلوم ھوتے ھیں ۔

حسیناؤں کی عیاریاں اور ان کے مکر و فریب، آشفتہ دل عاشقوں کی وارفتگی، پاکدامن عورتوں کی عفت کوشیاں، کٹنیوں کی پر فریب کوششیں، یہ وہ مسائل ہیں جو طوطی نامہ اور مینا ستونتی کے صفحات پر بکھرے ہوئے ملتے ہیں۔ کہیں عشرت کوش حسینائیں سادہ لوح مردوں کو بیوقوف بنا رہی ہیں؛ کہیں شوریدہ سر نوجوان، فکر فضول اور جرأت رندانہ کے حربوں سے لیس، عفت مآب حسیناؤں کے دامن کو داغ دار کرنے پر مُصر ہیں، غرض جنس کے مسئلہ سے متعلق، مذہب اور سماج کی عاید کردہ پابندیاں، اور ان کے خلاف جذبات انسانی کی مسلسل بغاوت؛ طبع انسانی کے داخلی تقاضوں، اور خارجی بندشوں کی اس ازلی کشمکش سے غواصی کو بڑی دلچسپی معلوم ہوتی ہے؛ اور وہ عمیق نفسیاتی بصیرت، اور فن کارانہ کمال کے ساتھ ان مسائل کو شعر کے قالب میں ڈھال دیتا ہے۔ غواصی نے اپنے فنکارانہ شعور کے اس مخصوص رجحان کے متعلق ایک جگہ خود بھی اشارہ کیا ہے۔ طوطی نامہ کے تمہیدی اشعار میں وہ کہتا ہے کہ جب میں نے دنیائے شاعری میں ایک نیا کارنامہ سرانجام دینے کا ارادہ کیا، اور مختلف موضوعات پر نظر دوڑائی، تو میں نے بالآخر طوطی نامہ کو منتخب کیا، کیونکہ اس کا موضوع، اور اس کے مسائل، میری دلچسپی اور مذاق کے مطابق تھے۔

جو دل طوطی نامہ پو دوڑائیا
مناسب مرے طبع کے آئیا

غواصی کے اس ذوق و پسند کی صدائے باز گشت، اس کی تینوں مثنویوں، بالخصوص طوطی نامہ اور مینا ستونتی میں واضح طور پر سنائی دیتی ہے۔ ان مثنویوں کی مجموعی فضا، قصوں کے کردار، ان کے مسائل، اور ان کے اسالیب بیان میں جو غیر معمولی تشابہ اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے، اس کا اندازہ ذیل کی دو یک مثالوں سے ہو سکتا ہے۔

پاکباز حسینائیں، اپنے تیر ابرو سے گھائل ہونے والے مردوں کی چشم نمائی کر رہی ہیں۔

خیانت یکری آنک سیتے منجے
نجھانا تو واجب نہ تھا یوں تجے
(ط، ۱۸۶)

کبھی یوں تو واجب نہیں ہے تجے
جو نزدیک آ کر نجھاوے منجے
(س، ۱۲۸)

نہ تھا تج کوں واجب اے جانِ عزیز
جو ایسی کیا بات توں بے تمیز
(م، ۴۳۰)

پاکدامن اور مظلوم عورتیں اپنی آہ کی تاثیر پر یقین رکھتی ہیں:

اگر نئیں تو یک آہ سوں مار دم
دو جا کوی ہوتا تو کرتی بھسم
(ط، ۴۳)

کروں آہ تو ہووے بادشاہی بھسم
(م، ۶۷۹)

مرے سانس کوں جان جیپال سار
جلاؤں تجے هور ترا شہر یار
(م، ۶۷۸)

با عصمت حسیناؤں کے اوصاف، غواصی کے الفاظ میں :

سو اونار ستونت روشن ضمیر
اتم پاکدامن و عاقل گنبھیر
(ط، ۴۰)

اتھی نار اس ایك روشن ضمیر
(م، ۵۵۲)

که اونار اوتار کُچ حور تھی
(س، ۱۲۷)

چھبیلی او اوتار کُچ حور هے
(م، ۷۰)

انے تو اسے ستونتی نار کر
(ط، ۴۰)

او ستونت ناریاں میں اوتار هے
(م، ۶۹)

عہد وسطی میں مروجه اسلامی قانون کے مطابق فاسق و بدکار مردوں اور عورتوں کو سنگسار کرنے کی سزا دی جاتی تھی - اگرچه میناستونتی اور طوطی نامه دونوں هندوستانی اصل کے قصے هیں، لیکن غواصی نے جہاں قصے کی تفصیلات اور جزئیات میں آزادانه تصرف کیا هے، بدکار عورتوں کو سنگسار کرنے کی سزا بھی دی هے - طوطی نامه میں جہاں عشرت کوش عورتوں کی بہتات هے، جگه جگه عورتیں سنگسار هوتی بھی نظر آتی هیں - مینا ستونتی میں بھی، غواصی کے قصے کے مطابق، چندا کو، لورك کو ورغلانے کی پاداش میں بالآخر یہی سزا بھگتنی پڑتی هے -

او چاروں کو فرئیا سنگسار
کیا فسق سے پاک دونوں دیار
(ط، ۱۳۰)

وئیں اُس نار تے ھات دھو ایک بار
غصا آئیا سو کیا سنگسار
(ط، ۱۱۸)

بزاں شاہ اپے گھر کوں مینا کے جا
پھریا واں تے اس نار نو کوں ملا
کیا اپنی بیٹی کوں اُن سنگسار
مونڈا سیس دوتی کوں بھایا بہار
(م، ۵۰-۶۹۴)

مثنوی کا ادبی جائزہ غواصی کی یہ مثنوی، اپنے قصے کی عام دلچسپی کے قطع نظر، اپنی زبان اور ادبی قدر و قیمت کے اعتبار سے بھی، اردوے قدیم کے دلکش فن پاروں میں جگہ پانے کی مستحق ہے۔ قصے کا انتخاب بھی، شعر و ادب میں غواصی کے حقیقت پسندانہ نقطہ نظر کی ترجمانی کرتا ہے۔ ہندوستانی اصل کی ایک لوک کتھا کو، جو عہد وسطی میں ہندوستان کے مختلف علاقوں میں مقبول اور ہر دلعزیز تھی، سترھویں صدی کے ایک اردو شاعر کا، اپنا موضوع سخن بنانا، اردوے قدیم کے فنکاروں کے اس بنیادی رجحان کی نشاندھی کرتا ہے کہ یہ فن کار عہد مابعد کے شعرا کے برخلاف، زیادہ واقعیت پسند، اور صحت مند فن کارانہ شعور کے حامل تھے۔ وہ اپنے مقامی ماحول اور مقامی روایات سے شاعری کا مواد اور آب و رنگ

حاصل کرتے تھے۔ طوطی نامہ بھی غواصی کے اسی رجحان کا آئینہ دار ہے ا۔ پھر غواصی، عہد قدیم کے ان قصوں کو، اس کے اپنے عہد کی معاشرت اور تمدن سے علٰحدہ کرکے نہیں دیکھتا؛ بلکہ وہ اپنے عہد کے تمدن اور سماجی حالات کو، قدیم مقامی تمدن کا ایك فطری تسلسل سمجھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بے تکلفی کے ساتھ، اپنے عہد کے مسلم معاشرہ کی مخصوص روایات کو بھی، عہد قدیم کے ہندوستانی قصوں میں داخل کرتے ہوئے نہیں جھجکتا۔ جیسا کہ صفحات گذشتہ میں صراحت کی گئی، طوطی نامہ، اور مینا ستونتی، ہندوستانی اصل کے ان دونوں قصوں میں، غواصی کے بیان کے مطابق بدکار عورتوں کو سنگسار کرنے کی سزا دی گئی ہے۔ اسی طرح مینا ستونتی کے سارے کردار لورك، مینا، چندا اور بالا کنوار، ہندو دھرم کی نمائندگی کرتے ہیں، لیکن غواصی، مسلمانوں کی مذہبی تلمیحات اور روایات کو، ان کرداروں کی زبانی بیان کرتے ہوئے پس و پیش نہیں کرتا۔ مینا، دوتی پر، عصمت و عفت کے

---

(۱) غواصی کا طوطی نامہ، جو آج تك بھی اردو ادب میں اپنی طرز کا منفرد شاہکار ہے، عظیم لاطینی فنکار بوکیشیو کی "دی کیمران" کی یاد دلاتا ہے۔ راقم کا خیال ہے کہ نظم میں "طوطی نامہ"، اور نثر میں "سب رس" دکنی زبان و ادب کے اعلی ترین فن پارے ہیں۔

عظمت و تقدس کو واضح کرتے ہوے کہتی ہے:

دئیے اِسمَعِیل سیس کعبے بدل

مری شرم ہے زیب کعبہ نچھل

کسی اور جگہ کہتی ہے:

رکھے شرم جس کا سو او ذو الجلال

سکے ظلم کرنے کوں کس کا مجال

توکّل رکھی ہوں میں رحمان پر

وہی دینہارا ہی ست کا اَجَر

کِسے قرب ہی جان ہور مال کا

منجے قرب ہی پاک رحمان کا

مرے سر پہ سایہ ہے سبحان کا

منجے پشت ہے اپنے ایمان کا

غواصی کی یہ مثنوی، قدیم دکنی شاعری کے عام میلان کے مطابق، سادگی اور حقیقت پسندی کے بعض بڑے دلچسپ نمونوں کی حامل ہے۔ دکن کے قدیم شاعروں کی واقعیت پسندی، اکثر اوقات قدیم عرب شاعروں کی یاد دلاتی ہے، جو زندگی کی حیاتی حقیقتوں کا برملا اظہار کرتے ہوے نہیں جھجکتے تھے، اور بسا اوقات تہذیب و شائستگی کی حدود سے بھی تجاوز کر جاتے تھے۔ دوتی مینا کو ورغلانے کی پے در پے کوششیں کرتی ہے،

اور مختلف حربے اس کو رجھانے، ڈھلتی ہوئی جوانی کا احساس دلانے، اور اس کے جذبات کو برانگیختہ کرنے کے اختیار کرتی ہے۔ ایک موقع پر جب مینا کے استدلال کے جواب میں دوتی کہتی ہے:

سنی بات دوتی، کہی، سن پری
یو سَت ہر کسی پر خرابی کری
کرے جیو اُپر گھات یاتن کوں زیاں
دنیاں میں نہ رکھنا جوانی کوں راں
پیا بن سو کیوں سیج بھاتی تجے
یکیلی کوں کیوں نیند آتی تجے
نہ رکھنا ہے دو دن کی دنیا میں لاج
صُبا کرنے کا کام کرنا ہے آج

مینا، ترغیب و تحریص کی ان مسلسل کوششوں سے تنگ آکر بالآخر پوچھ بیٹھی ہے:

کہی سن کے مینا، تو کرتی ہے جھات
توں سچ کھول کر بول تیری تو بات
کری تھی کتے مرد تو آج لگ
جو منج کوں کرو کر پڑی ھی بلگ

اس کے جواب میں دوتی کا یہ راست اور مختصر جواب ملاحظہ ہو:

سنی بات دوتی، کیتی کچھ نہ لاج
که بارے بیتی یو قبولے گی آج

که نهن پن میں دو چار، جانی میں دس
بڈی ہوئی اِتسا بھر کو آتا ہوس

دو بیویوں والے سپاھی کی حکایت بھی، سوکنوں کی باھمی رشک و رقابت کے جذبات کی ایک مختصر، لیکن راست اور بے نقاب تصویر ھے۔ اندھیری رات میں چور موقع پاکر بالاخانہ کی سیڑھیوں پر چڑھنے لگا۔ سپاھی کی پہلی بیوی بالائی منزل میں سو رھی تھی، اور کمسن بیوی نچلی منزل میں۔ سیڑھیوں پر پاؤں کی آھٹ سن کر یکے بعد دیگرے دونوں کو خیال ھوا کہ ان کا شوھر بالائی منزل پر جانا چاھتا ھے۔ اس موقع پر جو پر لطف ڈرامائی منظر شاعر نے کھینچا ھے، اور دو سوکنوں کے بنیادی جذبات کو جس پر مزاح انداز میں بے نقاب کیا ھے، وہ غواصی کی نفسیاتی بصیرت، مزاح نگاری، اور اس کے فن کی سادگی اور پرکاری کا ایک بھرپور نمونہ ھے:

سیڑیاں پر دھریا پاؤں چڑنے بدل
بجیاں پاٹراں سب بنیادی سوں کھل

رھتی تھی مہاڑی تلے جو سندر
اٹھی ھڑ بڑاتی سنچل دیک کر

کبھی مرد جاتا ہے سوکن کے پاس
پکڑ پاؤں جا اس کے محکم سراس
بڑی کا جو آواز یو کان میں
پڑیا، سو چلی دوڑ سیڑی کنے
چلا هات بالاں کے تئیں پینچ بھر
لگی کھینچنے، مرد اپنا کےکر
اُپر سوں کہی، سن یو سوکن مری
یتے دن رکھی، کیا نظر نئیں بھری
کتے دن پچھیں آج کیتا کرم
اُپر آنے دے، چھوڑ ری بے شرم
نھنی بولتی، اس نہ چھوڑوں اِتال
اوپر جائے تو پاؤں توڑوں اِتال
تلیں هور اُپر سوں لگیاں کھینچنے
آیا چور کا جیو هونٹاں منے
خدا کِس نہ پاڑے ایسے بند میں
پڑیا چوڑ جوں دوئی کی دند میں
دیتیاں چور کوں سخت آزار او
هوا چوری کرنے تے بیزار او
دو ناریاں کا اونر شبینے تے بھر
تلک آئیا پیس اپنے مندھر

دیکھیاں سوگیاں نہاس، بے آب ہو
پڑیا چور وئیں، سخت بے تاب ہو

مینا کی زبانی شاعر نے، ایك ستونت حسینه کی جو طویل حکایت بیان کی هے، اس میں وه منظر بهی قابل دید هے جهاں اس پاکدامن عورت کے شوهر کا باوفا دوست، ایك دن اچانك اس سے محبت کا اظهار کر بیٹهتا هے۔ اس جرأت بیجا کے جواب میں باعصمت حسینه کا ردعمل، ایك سیدهی سادی، لیکن عفت کوش عورت کے احساسات کی کس درجه حقیقی اور فطری تصویر هے:

سنی سو سکی، موں کوں لا دونوں هات
انجو نین میں لیا، کہی، اے سجات
ترے هور مرے مرد کی آشنای
همیں هور تمیں جیوں سگے بهان بهائی
کہی یو سو کس دهات معنا هوا
مگر دور آخر زمانا هوا
نه تها تج کوں واجب، اے جان عزیز
جو ایسی کیا بات توں بے تمیز

دوتی اور مینا کے مکالمے هر جگه نہایت جاندار اور پر اثر هیں۔ اگرچه اس مثنوی کا بیشتر حصه ان هی دو کرداروں کے باهمی مکالموں پر مشتمل هے، جس کے دوران

ذیلی حکایتیں چلی آتی ہیں، لیکن یہ مکالمے اس درجہ دلچسپ اور مدلل ہیں کہ کہیں اکتاہٹ کا احساس نہیں ہوتا۔ دوتی ہر مرتبہ ترغیب و تحریص کے مؤثر ترحربے استعمال کرتی ہے۔ مثنوی کے وہ اشعار، جہاں دوتی، مینا کو ورغلانے کی کوشش کرتی ہے، زندگی کے حقیقی اور واقعی تجربات، انسانی جذبات کی وقعت اور وزن، اور زندگی کی مادی اور جسمانی آسائشوں کی اہمیت کی بڑے مؤثر طریقے پر ترجمانی کرتے ہیں؛ اور دوتی کی گفتگو، اس کے مکر و فریب کے بنیادی مقصد کے باوجود، کہیں بے جان نہیں معلوم ہوتی۔ اس کے جواب میں، مینا وقف شدہ محبت، اور عصمت وعفت کی نصب العینی قدروں کی علمبردار ہے۔ اپنے محبوب شوہر کے لیے اس کے وقف شدہ جذبات، محبت کے نصب العینی نمونے کی کشش کے حامل ہیں۔ اس طرح دوتی اور مینا کے مکالموں کے ذریعہ، شاعر نے زندگی کی مادی اور روحانی قدروں کا ایک بڑا دلچسپ تصادم پیدا کیا ہے۔ زندگی کا یہ ازلی المیہ، مادی اور روحانی اقدار کا یہ تصادم، جس میں زندگی کی یہ دونوں قوتیں، اپنی اپنی جگہ حق پر مبنی معلوم ہوتی ہیں، اور ہر ایک اپنی پوری قوت وطاقت کے ساتھ دوسرے پر حملہ آور ہوتی ہے، مینا ستونتی کے قصے میں، اعلی ادب کی ایک واضح جھلک پیدا کردیتا ہے۔

دوتی کی گفتگو کے دو ایک حصے ملاحظہ ہوں۔

دنیا کی ہوس کُچھ نہ دیکھی ہے توں
دنیا کی لذت کُچھ نہ چاکی ہے توں

خدا کے ولیاں، عالماں ہوا فقیر
اون کوں بی دنیا کی آتی فکیر

دنیا سوں بشر کوں سدا مان ہے
دنیا سوں شرم، دھرم، ایمان ہے[1]

توں ست کوں پتیا کر نکو ہو ہلاک
یو ست ڈال دے بھوت پاوے گی بھاگ

سینا سخت توا نہ جیتی ہے توں
ملا زہر امرت میں پیتی ہے توں

بدل گڑ گڑاوے گرجنے میتی
یکیلی سینا بھٹ مرے کانپتی

مرا آس بولا چنچل گن بھری
جوانی چلی باؤ ہو صرصری

جوانی کی کوئی فند پایا نہیں
جوانی گئے پر سہایا نہیں

کہتے ہیں جوانی گئے پر اونار
کہ جیوں دیں ڈھل جا پڑے اندکار

---

(۱) غواصی کے یہ اشعار، نظیر اکبرآبادی کی نظموں ''مفلسی'' اور ''پیٹ کے لیے'' کے بعض دلچسپ حصوں کی یاد دلاتے ہیں۔

اس کے جواب میں مینا کے جذبات کا ردعمل دیکھیے -

اگر سور اسمان تے آے گا
اگر چاند آمنج کون ازماے گا
اگر کُئ ملك هوے صاحب جمال
اگر کوئی مقبول هوے جگ اجال
تو لورك سے ایلاڑ هیں سب تمام
او سر تاج میرا منجے اس سون کام
دوجے تے بهلا موت آنا منجے
بهلا هے قبر کا بچهانا منجے
پرای سیج میں جاپس کون سلاون
سو او سیج ماٹی میں کیون ناملاؤن
مرے ست کے دریا کالورك غواص
نه لے سے کُئ اس باج موتیان کی راس
پرت کا مرے دهن پو بیٹھیا هے ناگ
سکے کون لینے کون تن میں هے آگ

مثنوی کے وہ اشعار بهی جهاں دوتی کی جانب سے ورغلانے کی مسلسل کوششوں ، اور مینا کی جانب سے اسکی مدافعت کو مجازی (allegoric) رنگ میں پیش کیا گیا هے ، شاعر کی قادر الکلامی اور فنی پختگی کے نمونے هیں ۱ - مثنوی کا بیشتر

---

(۱) ملاحظه هوں اشعار ۵۹۲ تا ۶۰۰

حصه چونکہ دوتی اور مینا کے مکالموں پر مشتمل هے، اس لیے غواصی نے ان مکالموں میں فطری رنگ پیدا کرنے کے لیے، انہیں اپنے عہد کی عورتوں کی زبان، اور ان کے محاوروں سے آراستہ کیا هے - جسکی وجه هے ان مکالموں میں بڑی برجستگی، روانی، اور بے ساختہ پن پیدا هوگیا هے - پیار بھرے اور محبت آمیز انداز میں مخاطبت کے طریقے، کوسنے اور بد دعائیں دینے کے انداز، غرض دکن کی قدیم نسوانی زبان کے بیسیوں محاورے اور فقرے، اس مثنوی میں محفوظ هوگئے هیں - جهاں تك راقم کو یاد پڑتا هے، غواصی کے کسی هم عصر یا پیش رو شاعر کے کلام میں، دکن کی قدیم نسوانی زبان کے اتنے وافر نمونے نہیں ملتے ا - چند مثالیں ملاحظه هوں:

بـلا پیـو کی میرے، پڑو تج اُپر
لڑو سـانپ بیچھو ترا جیـو جـگر

او لورك جو میرا هے بالا کنوار
بـلا دور کرون بادشاهـاں هزار

مرو نـار او پـاپـنی اسـتری
جن ایـك چھوڑ، دوجے اُپر من دھری

---

(۲) غواصی کے بعد هاشمی کا دیوان ریختی، قدیم دکن کی عورتوں کی زبان کے ایك نایاب ذخیره کی حیثیت رکھتا هے -

پرای بھار کے کوں سناوے گلا
تو اس جای کون موت آنا بھلا
بگانے کوں جو مکھ دکھای خوب تر
بھلا ھے چھپے مکھ او ماٹی بھتر
بغیر پیو منج سیج کھاتی دسے
کوڑاتی ھے چپ آس کائی منجے
اِتا سن یو ناچیز کٹنی جُھٹی
کتی ھون اتا سن یو، بختاں پھٹی
میں سمجی توں تحقیق مکر زناں
بوڈی بھار کی سوں ھے ملنا منا
کتی دیک لورک کوں توں گاودی
ھوے بال اجلے، نکو کر بدی
نھنا کام یو نا کروں تو چونڈا
سٹوں گی ترت اپنے سر تے مونڈا
بزاں دوتی بولی اے بیڈ مری
مرا جیو قربان تج پر کری
سنی سو گیا سب سینا پھوٹ کر
فکر سوں کلیجا گیا ٹوٹ کر
اجوں لگ کتی ھے توں کیسا پیا
او اجڑیا تجسے رنج ایسا دیا

توں نادان بالی مرے هات کی
کیا معنایتا شوخ هو بات کی
توں نهنواد چهوری، تجے فام کیا
چندر کی صورت هے، تجے وهام کیا
کہی، بهاگونتی، جلو تیرا بهاگ
جو کهاتی توں اپنی جوانی کی آگ
هر ایک بات کرتی هے توں زار زار
پڑو تیرے دامن میں جلتے انگار
بهلا هی توں اپنا کیا پائے گی
انگے پند میری توں ازمائے گی
میری بات کوں تو سمجهتی هی دند
اٹهی دود کی جهل تو کہتی هوں پند
نہیں تو غرض کیا منجے بولنا
ستم گهوڑ پر گونہراں رولنا
بڈی سن کو بولی، نکو کر یو بات
ستم هوکے کرتی توں اپنے پہ گهات
کہی، توں سنی نئیں اچهے گی بیاں
سُکی آپنا جیو تو سارا جہاں
اتا کیوں ترا دل نگر گهٹ هوا
یو سنپات کیا تج کوں او چٹ هوا

اِتا کیوں تو کوّال پر من دھری
اِتا کیوں ترا جان اس پر کری

عجب ہے ترا دل نہ اس تے بھگیا
کیا سحر تیوں دھیان اس کا لگیا

تو آخر ہے گندی، جنم کھووے گی
برا کہا، برے گود میں سووے گی

ہُٹو دود مرا ترے بال سے بال
سزا دیوے اس کا تجھے ذو الجلال

آخر میں اِملا کے ان اصولوں کے متعلق چند امور کی صراحت ضروری معلوم ہوتی ہے، جو اس مثنوی کی تدوین میں ملحوظ رکھے گئے ہیں۔ قدیم دکنی مخطوطات کے املا کے بعض اصول، معیاری اردو کے مروجہ املا کے اصولوں سے مختلف تھے۔ مثلاً لفظ "اُس" قدیم مخطوطات میں "اوس" کی شکل میں ملے گا، "اِتا" "ایتا" کی شکل میں۔ پیش نظر مثنوی کے متن میں، الفاظ کی جو صوتی شکل؛ شاعر نے منظوم کی ہے، اسے موجودہ اِملا کے مطابق لکھا گیا ہے۔ مثلاً اگر شعر میں لفظ "اِتال" باندھا گیا ہے، تو اسے "اِتال" ہی لکھا گیا ہے، اگرچہ مخطوطوں میں وہ "ایتال" کی شکل میں ملے گا۔ اسی طرح لفظ "کوئی" کے دکنی تلفظ میں (٥) اور

(o) اور (i) کے دو متصل مصوتے نہیں پائے جاتے، بلکہ یہ (o) اور (i) کے ایک امالہ (diphthong) کی شکل میں ملتا ہے؛ جیسے موجودہ املا کے مطابق "کُئی" لکھا جا سکتا ہے۔ البتہ ایسی صورتوں میں جہاں کسی لفظ کے املا کو، صحیح دکنی تلفظ کے مطابق لکھنے میں، لفظ کی شناخت میں دشواری پیدا ہوتی ہو، اسے مروجہ املا کے مطابق ہی لکھا گیا ہے۔ مثلاً "صورت" دکنی تلفظ کے مطابق شعر میں "صُرت" باندھا گیا ہے، لیکن لفظ کا یہ اِملا نامانوس ہے، اور اس سے لفظ کی پہچان میں دشواری ہوتی ہے۔ اس لیے ایسے الفاظ کو مروجہ املا کے مطابق لکھا گیا ہے۔ ایسی صورتوں میں جب تک الفاظ کو صحیح دکنی تلفظ کے مطابق نہ پڑھا جائے، مصرعے بحر سے خارج معلوم ہوتے ہیں۔ اگرچہ قدیم شعرائے دکن عربی اور فارسی الفاظ کو ضرورت شعری کے پیش نظر، جب چاہتے ہیں، عربی یا فارسی کے ابتدائی تلفظ کے مطابق بھی استعمال کرتے ہیں۔ دکنی کے ایسے الفاظ جن میں "ہ" کا صوتیہ درمیانی حالت میں آتا ہے، ان میں بالعموم "ھ" کی جگہ بدل جاتی ہے، اور اکثر و بیشتر "ہ" کا صوتیہ، اس سے پہلے واقع ہونے والے صوتیے سے مل کر، اس صوتیہ کی متنفس شکل اختیار کر لیتا ہے۔ کسی صوتیہ کی

متنفس شکل کے لیے دو چشمی ھ کا التزام رکھا گیا ھے۔ مثلاً لفظ "مہینے" کا دکنی تلفظ "مھینے" ھو گا؛ "رہا" کا تلفظ "رھیا"، اور "کہا" کا "کھیا"۱

پیش نظر مثنوی میں چند اشعار ایسے بھی ملتے ھیں، جن میں قافیہ غائب ھے۔ ایسی شاذ مثالیں طوطی نامہ اور سیف الملوك میں، بلکہ کلاسکی دکنی کے اکثر شعرا کے کلام میں نظر آتی ھیں۔ اس کا سبب بظاھر یہی معلوم ھوتا ھے کہ سالہا سال کے طویل عرصے میں ان ادب پاروں کا، صحیح متن ھم تك نہیں پہنچ سکا ھے۔

مثنوی میں بعض مصرعے ایسے بھی ملے، جن کا صحیح متن، مثنوی کے پیش نظر نو مخطوطوں میں سے کسی نسخے کی مدد سے بھی متعین نہیں ھو سکا۔ کہیں مخطوطے کا ورق کرم خوردہ ھے، اور کہیں کم سواد کاتبوں نے، بے معنی الفاظ کے ذریعہ خانہ پری کر دی ھے۔ ایسے مصرعوں کو مختلف مخطوطات کے مختلف الفاظ کی مدد سے، از سر نو تشکیل دینے کی کوشش کی گئی ھے ان مصرعوں کے آگے نشان (*) دے دیا گیا ھے۔

---

(۱) قدیم دکنی کی متذکرہ صوتی خصوصیات سے راقم نے اپنے مقالہ "دکنی زبان کے بعض لسانی رجحانات" میں تفصیل سے بحث کی ھے، ملاحظہ ھو، "مجلہ عثمانیہ، دکنی ادب نمبر، سنہ ۱۹٦٤ ء"۔

مثنوی کا یہ تعارف ادھورا رہے گا اگر میں ان اصحاب کا ذکر نہ کروں جن کے قیمتی مشوروں سے میں نے اس کی ترتیب و تدوین کے دوران میں استفادہ کیا ہے۔ محترم ڈاکٹر مسعود حسین خاں نے مثنوی کے تدوین کے مختلف مرحلوں میں، اپنے گراں قدر مشوروں کے ذریعہ میری رہنمائی فرمائی۔ متن کے بعض الجھے ہوے مصرعے اور پیچیدہ الفاظ جو کھل نہیں سکے تھے، ڈاکٹر صاحب کی مدد سے حل ہوے۔ دکھنی کی پیچیدہ عبارتوں کو کھولنے میں، ڈاکٹر صاحب کی لسانی اور صوتیاتی بصیرت سے، میں نے راست اور بالواسطہ طور پر بہت کچھ استفادہ کیا ہے۔ میرے فاضل دوست ڈاکٹر ایس آر کلکرنی، صدر شعبہ مرھٹی، عثمانیہ یونیورسٹی، جو دکنی زبان و ادب کے بھی مزاج شناس ہیں، اس مثنوی کی ترتیب کے متعدد مرحلوں میں میرے برابر رفیق رہے ہیں۔ قصے کے ماخذ کا سراغ لگانے میں ابتداً میری محترم دوست ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ نے مجھے راہ دکھائی۔ پھر میں نے جناب ڈاکٹر نذیر احمد، صدر شعبہ فارسی، علی گڑھ یونیورسٹی، اور جناب پروفیسر سید حسن ڈائرکٹر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ پٹنہ، سے مراسلت کرکے ضروری لٹریچر حاصل کیا، جس کے لیے میں ان دونوں عالموں کا بھی متشکر ہوں۔ ابتداء میں جب میں نے اس

مثنوی کو مرتب کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو مرحوم مولوی نصیر الدین ہاشمی نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ میری ہمت افزائی کی۔ اسٹیٹ لائبریری کا ایک اہم مخطوطہ بے جگہ ہو کر کہیں گم ہو گیا تھا، موصوف نے کئی گھنٹے چھان بین کر کے اسے ڈھونڈ نکالا۔ مرحوم کو اس مثنوی سے اسطرح دلچسپی تھی کہ اسے مخطوطات کے ڈھیر سے نکالنے، دکنیات کے طالب علموں کو اس سے روشناس کرانے، اور اس کے مصنف کا سراغ لگانے کے سارے مراحل انہوں نے ہی انجام دیے تھے۔ موصوف کا اصرار تھا کہ میں کسی طرح ڈسمبر سنہ ۶۳ء سے پہلے ہی اس کو مکمل کر کے شائع کردوں، لیکن عملی دشواریوں کی وجہ سے یہ ممکن نہ ہو سکا۔

غلام عمر خاں

حمد

کہوں حمد میں پاک رحمان کا
که او حمد زیور ہے ایمان کا
جمع حمد اُس کوں سزاوار ہے
کہ جن جگ کوں پیدا کرنہار ہے
او خالق ہے سب خلق کا خاص و عام
او مالك اہے مُلك سب کا تمام
او رزاق ہے رزق کا دینہار
کہ دینے کو اُس کے کرے کون شمار
کتیاں کوں دیا مال[۱]، دھن سروری
کتیاں کوں دیا فقر سوں مہتری
کتیاں کوں صَبَر دے کے صابر کیا
کتیاں کوں فقیری میں نادر کیا
ہوے فقر سوں اولیا ہور امام
سدا فقر سوں انبیا تھے تمام

---

(۱) مطابق (ب)؛ (الف) ملك کی سروری.

فقر کا اسی نار نو کوں ہے آب
حیا کا ہے جس مکھ اُپر آب تاب
حیا کا نگہبان ہے ذو الجلال
وہی ست رکھنہار ہے بے مثال
۱۰ کتیاں کوں حیا سوں رکھیا استوار ۱
کتے بے حیا ہیں سدا خوار زار ۲
حیا کا رتن رب دیا جس کے ہات
ہوی نار ستونت، ہور نو سجات ۳
الٰہی شرم دھرم تج پاس ہے
ہمن کو ترے کرم کی آس ہے
تو ستار ہے، عیب داراں ہمیں
تو کرتار ہے خوار زاراں ہمیں
گنہ میں نپٹ چور ہیں اے قوی
دلاں پر دکھا تازگی نت نوی

در نعت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و سلم

الٰہی رکھیا توں بندیاں کی شرم
نبی کو دیا بھیج کیتا کرم

---

(۱) (ب) (ج) (ف) (ل) ہے سنوار (۲) کتے بے حیا ہو پھرے خوار زار (۳) مطابق (ف) (ل)، (الف) زینت سنگات۔

منور کیا جس تے اسلام کوں
شفاعت دیا خاص ہور عام کوں
شفیع او[1] حشر سات کے وقت کا
او سلطان معراج کے تخت کا
او ھی سرور عالم و شہر یار
قناعت کیا جن اُپر عین بار
صبر جس کے گھر کا گواتا ھے داس
پڑیا ھے توکل سو جس دار پاس
۲۰ محمد نبی خاتم الانبیا
شرف جس تے حق جگ میں ھمنا دیا
منور کیا جگ کوں اس نور سوں
دیا روشنی سب کوں اس سور[2] سوں
جُگئی رب کوں مانے، نمانے رسول
نہیں دوست حق کا نہ کس کن قبول
دیا جس کوں تشریف لولاک کا
ہوا جس تے مظہر یو افلاک کا
نبی تے ھمیں پاے رب کا پچھان[3]
ٹٹیا دل میں تے کفر کا سب گمان
تصدق ھمن سار کے کئی ھزار
محمد کے نعلین پر بار بار

---

(۱) مطابق (ب)، (الف) (ل) ھے او عرصات (۲) مطابق (ی)، (الف) نور (۳) (ب) نشان۔

نا اچھتے کمن کوں جو او مہرباں
تو اچھتے ہمیں سب جہنم کے ٹھاں

ہزاران کمن بہشت کے نیک نام
محمد پو صدقہ ہیں سارے تمام

محمد کے بعد از صفا چار یار
نبی روح تھے ، او عناصر چہار ۱

امام ہے ابوبکر ایمان کے
خلیفے نبی بعد انسان کے ۲

عمر کے عدل کا رہیا ہے نشاں
خجل جس انگے عدل نوشیرواں ۳

منور مکمل تھے عثمان ذات
حیا کے اتھے گوہراں جس کے ہات

سو شیراں میں ہے شیر حضرت علی
انو کی شجاعت کی ہے کھلبلی ٤

علی تھے شجاعت میں روشن کمال
خجل جس شجاعت سوں رستم کا حال ٥*

شہیداں میں سرور حسین و حسن
حسن بعدازاں میر٦ میراں رتن

---

(۱) (ن) (و) کہ اصحاب یعنی وزیران چہار (۲) مطابق (م)، (الف) اسلام (۳) مطابق (ب)، (الف) خجل جس عدل کا ہے نوشیرواں (٤) یہ شعر صرف (ب) میں ملتا ہے (٥) (ب) چال (٦) (ف) پیر ۔

محی الدّین معشوق جس کا ھے ناؤں
ولیاں جس قدم کا لیے کر کو چھاؤں[1]

محی الدین ولی پیر کی بول آمنا
سچے دستگیر کی سبوں کو پناہ

مدد منگ کو اس تے کیا ابتدا
سنینگے سو بولیں کے رحمت سدا

نوازے ھیں بندیاں کوں بندے نواز
او صاحب جہاں کے ھیں گیسو دراز

رسالہ اتھا فارسی یو اول
کیا نظم دکھنی ستے بے بدل

عَقَل فہم عرفان کا کام ھے
محبت کے دریا کا پُر جام ھے

مِٹھی یک حکایت عجب خوب تر
رسالہ مرا خوب شہد و شکر

حکایت بادشاہ و چندا و لورک

کہ یک شہر کا تھا بڑا پادشاہ
جہانگیر عالم میں تھا شہنشاہ

سچّا عادل و مہرباں شہر یار
اتھا ناؤں اس کا سو بالا کنوار[2]

---

(۱) تلمیح ھے حضرت عبد القادر جیلانی کے ان الفاظ کی طرف، جو انہوں نے حالت جذب میں فرمائے تھے: ”قدمی ھذہ علی رقبة کل ولی اللہ“ (میرا یہ قدم ھر ولی اللہ کی گردن پر ھے)۔

(۲) (ب) (ج) (د) (ف) ع. نیکا ناؤں اس کا سو بالا کنوار۔

وزیراں کِتک خوب صاحب کمال
ملیکاں ہزاراں سوں تھے محلے محال

اُسے گڑ، ولایت، بہت شہار تھے
سَبی خلق واں کے دنیا دار تھے

یوں بستی سوں معمور سب شہار تھے
جدر دیکھے صاحب تو گلزار تھے

تھا عالم خَلَق سب امن میں تمام
رہتے تھے تھنڈی چھاوں میں خاص و عام

چَتُر بادشاہ خوب چھبیلا نَوَل
اتھا خوش چمن میں سو دل کا کنول

تھی بیٹی اُسے ایک صاحب جمال[1]
اتھا ناؤں اس کا سو چندا کمال

جھلک چاند کا جوں اُجالا دِسے
سو گڑ، چلبُلی نار دل میں بَسے

سرو کے نمن نار، نازک نِچھل
یو پانی اُپر جیوں کھلا ہے کنول

کھڑی عشق کے آکے میداں میں
رھیا نئیں ہے طاقت دل و جان میں

سدا عشق لئی دل میں دھرتی اتھی
بَٹھے جان عاشق کوں جپتی اتھی

---

(۱) مطابق (ن)، (الف) اتھی ایک بیٹی سو صورت جمال۔

تھا اس بادشاھی میں گوّال ایک
اِسم اس کا لورک اتھا ناوں نیک
گُرو ھانک اک دن اوآتا اتھا
شہر[1] کی گلی میں سوں جاتا اتھا
شہنشاہ کی بیٹی چھجے کے اُپر
کھڑی تھی سو دیکھی اُسے سربسر
کہی من میں، کیا خوب سیدا ھے جان
گُرو راکتا کر ھوی پشیمان
کھڑی باٹ میں آ اشارت سوں دھر
بُلای نَزِک اس کوں گوّال کر
کھڑی ھو اشارت سوکَئی اس سنگات
کَتی ھوں تجے سرفرازی کی بات
٦٠ مرا دل لگیا تُج سوں، تو راج ھے
تجے سرفرازی کا یو ساج ھے
یو سن بات گوّال تسلیم کر
کھیا منج پو کرنا کرم کی نظر
میں چاکر ھوں تیرا نظر منج اُپر
ترا منج پو سایا ھے سر پر چھتر
سو واجب نہیں منج کوں یو کام سوں
دیکھو چھان کر بات خوب فام سوں

---

(۱) (ی) (و) چھجے -

جواب دادنِ چندا، گوّال را

کہی سن کو، گوّال اے جان یار
کی ہوتا ہے گورومنے خوار زار[1]

مرے پاس دھن مال ہے لیٔ مَتا
تُجے دیوں گی میں جِتا ہے وتا

چھبیلا توں ہے جان، جانی منجے
لگیا جیو میرا کَتی ہوں تُجے

وولے مال سارا یہاں تے ہلوک
ہمیں ہور تمیں مل کو جائیں پر ملوک

کتی ہوں سدا سکھ سوں مل کر رہنا
میں عاروسَ پیاری، توں نوشو بنا

گفت گوال، چندا را

یو سن کر کہیا، میرے گھر نار ہے
او ستونت ناریاں[2] میں اوتار ہے

چھبیلی او او تار کُچ حور ہے
سہیلی کوں یوسف کرا نور ہے

خدا نے اسے نور ایسا دیا
چَتَر سار خاصیاں میں اس کوں کیا

---

(۱) (ف) ع. کی ہوتا ہے تو گوروان میانے خوار (۲) (ل) ناری نرا دھار ہے۔

نہ حاجت منجے چاند ہور سُور کا
مرے گھر میں شعلہ ہے کہ طُور کا
ستارے اس انگے یوں دستے اهیں
کہ جیوں دیس کوں دیوٹیاں لاے هیں
اِسَم پاک اس کا کہوں میں ٹک ایک
پتی ورتا مینا سو ہے ناؤں نیک
اسے چھوڑ جانا تو واجب نہیں
میں کس دھات سیتے لے جاوں تیرے تئیں [1]
توں ہے شاهزادی سو میں ہوں گوال
اِتا تو حرص کوں توں اپنے سمال
بَرے بادشاہ ہور وزیراں امیر
سنیگے پکڑ کر کریں گے خمیر
مرا کُچ نہ جاگا ترا زیان ہے
مری نارسوں دیکھ مرا دھیان ہے

جواب دادن چندا، لورک را

یو سن بات چندا، کہی اُستوار
اپیں ہو خدا تج کوں کرتا ہے خوار

(۱) مطابق (ن)، (الف) ع. میں بھول مال کوں کیوں لجاوں تیرے تئیں (؟).

جو کھاندے چوالا، چندوٹی ھے سیر
لنگے پاؤں ہور یک لنگوٹی ھے پھیر
لنگوٹی کھٹی ہور سڑیا گودڑا
بچھانے کوں کی، یک پھٹیا بوریا
لیا بھار کس ہات میں جھانکتا[1] (؟)
پھرے جنگلے جنگل گُرو راکتا
تجے کائیکوں کسوت، بچھانا، صَدَر
ارے گاؤدی کیا توں جانے قَدَر
انبل چھاچھ کنکیاں سو تج لذتاں
تجے کائیکوں خاص کیاں نعمتاں
جو کُچ تیری قسمت، سو توں پائے گا
ترا اودسا یو، کدان جائے گا
یو سُن بات لورک، کھیا، شہپری
پکڑ ہات میرا کرم توں کری
توں چندا، میں لورک ہوں چاکر ترا
بَلا دور کروں تُج اُپر جیو مرا
کئے دونوں مل اختیاری یو گَھٹ
لیے مال ہور واں تے نکلے اوپٹ
لے چندا کوں لورک جو باہر ہوا
سو یو غُلغُلا جگ میں ظاہر ہوا

(۱) (الف) (ب) ع. لیا بارکول ہات میں جھانکتا (؟)۔

۹۰ گئی رات ہور بھی اجالا بھیا
خبردار لوگاں کوں معلوم ہوا
سو راجا وہاں کا بیٹھیا تخت پر
خبردار اس کوں دیے یو خبر
تری پاك دامن کوں لورك گوال
بڑا دھیٹ ہو لے گیا بد شکال
سنا بات راجا ہنسا کھل کھلا
کھیا میرے دل کا ٹٹیا وسوسا
کھیا اپنے لوگاں کوں موں کھول بات
گیا چوری کر، چور گوّال ذات
سو گھر اس کے مقبول یك نار ہے
بھوت دن سوں اس پر مرا پیار ہے
کھڑیا تھا محل پر پڑی تھی نظر
انکھیاں تاب نالیا گیاں سُد بسر
صورت البیلی یك دسی ہے منجے
دیکھیا تب سوں او چٹ پٹی ہے منجے
چڑے ہات میرے جو او ماھتاب
نہ نس کوں غروب ہوے او آفتاب ۱
کیا خبرداراں کوں کٹنی کوں لیاؤ
ڈھنڈو جا کے یك خوب کٹنی کوں پاؤ

---

(۱) یہ شعر (الف) کے سوا باقی تمام مخطوطوں میں ملتا ہے۔

جتے خبرداراں روانا ہوے
چلے ڈھونڈ لیتے زمیں کے چوے

لے کر آے ہزاراں میں سوں یک چُنی
او قحبہ بڑی یک بُڈی کُوٹنی

لے کر آ، شہنشاہ کوں تسلیم دلاے
بہت پیار سوں تخت نزدِک بلاے

کَیا، لیا کے مینا کوں توں دے منجے
بہت مال بخشش کروں گا تجے

او محبوب اچپل عجب نار ہے
اسی پر مرا یو بڑا پیار ہے

جواب دادنِ دوتی، بادشاہ را

سنی بات دوتی نے تسلیم کر
کہئی اس کوں اے بادشاہ بخت ور

اَچھو عمر دنیا میں تیری دراز
جو ہوتے ہیں تُج تے جگت سرفراز

اگر لاک پردے اچھے جس محل
اچھے نار کُئی سات پردے وَ جھل[1]

تو ویسیاں کوں غفلت منے بھاؤں گی
ترے سامنے لیا کو دکھلاؤں گی

---

(۱) (ب) (د) (ف) (م) وجل.

یو مینا تو کوّال کی نار ھے
اسے بھوند لیا نا تو کیا بار ھے
بڑا کام فرما جو منج کوں سجے
ھے اس کام تے بہوت بھانت منجے
شہر کی بـڈیاں میں مرا ھانک ھے
مَکَر زن زناں میں مرا دھانک ھے
ھنر مند ناریاں میں میں نار ھوں
بہت فند فریباں میں سردار ھوں
نھنے کام پر کیا میں دوڑاؤں دل
کریں گیاں بُـڈیاں مار ساریاں خجل

گفتن پادشاہ، دوتی را

یو سن بات، شہ یوں کَھیا، پیر زن
پڑیا تھا او میرے نظر تَل رتن
دیکھیا اس کے مکھ پر حیا آب تھا
اِتا اس کے سر پر پاؤں لگ تاب تھا
دِسیا تھا منجے خوب اس کا جمال
یکایک او تُج ھات آنا محال
یکائیک پھندے میں کیوں بھاے گی
توں کس دھات لیا منج کو دکھلاے گی

جواب دادن دوتی، پادشاہ را

جلی ہور بولی یو کٹنی جواب
بڑے ٹھگ فنداں میں سو میرا ہے داب

پری دیو شیطان میرے نفر
بنگالے میں ہوتا ہے میرا سحر[1]

مکر سحر جادو میرے ہات میں
پھرے سب موکّل مری بات میں

اگر کئے تو لیاؤں سرس میں کی حور
جو بولوں تو افتاب آوے حضور

ستاریاں سو زہرا اتاروں اِتال
کروں ست کوں ستونت کے پائمال

نہنا کام یو نا کروں تو، چونڈا
سٹوں گی تُرت اپنے[2] سرتے مونڈا

یو سن کر اپس شاہ تشریف دیا
یکتک بے بہا بست بخشش کیا

دیا ہت کڑک ہور پدک لعل اسے
یکتک موتیاں ہور کنٹھمال اسے

کیا، سن توں یو بات منج پاس کا
دیا تج کوں فرصت میں چھے ماس کا

---

(۱) (ب) (د) ہنر (۲) (ب) موت بھا کر مونڈا.

تو جا بیگ پُھسلا کے کر کام یو
اسے بھاوے تیوں کر توں آرام یو
نہ کر ظلم اس پر مرے قرب تے
ھمن عدل پر بول نالیا دوتی
سُنو قصہ مینا کِرا سر بسر
سنی جیوں او لورک گیا نھاس کر
بندی خوب دھنکڑا او اُجلا سو پاك
مانڈی چرخا، ھور موں کوں بھرلائی خاك
اپس دھول تن میں ملانے لگی
تمام روپ اپنا جلانے لگی
تلك آ کے کٹنی نے کیتی سلام
دی تعظیم اس کوں بُلا نیك نام
کہی مینا ماں تو کی اچھتی ھے کاں
میں بیٹی ھوں تیری، توں ھے میری ماں
کہی کٹنی مینا کوں، ماں ھوں تری
چچِی دو برس توں پیٹی ھے مری
نہ تھا دود کُچ بی تری مای کوں
پلای تھی میں دود تج جای کوں
میں ھوں دائی تیری، منجے پیار کر
تجے جانتی ھوں میں دلدار کر
سُلا گود میں، ھور تج کوں کھلای
بہت پیار سوں دود تج کوں پلای

پڑیا کُچ سمایا، ہوی دور مئیں
بہت یاد آتی تھی اے حور تئیں

بتِس دھار منج مہر کے بار بار
اُبلنے لگے تو آی تیرے دوار

پکڑ آی ہوں دل میں کر آس میں
رہوں گی کتی ہوں ترے پاس میں

یو سن بات مینا نے پاواں پڑی
دیتی بیٹھنے اپنی بیسک پڑی

کہی بات مینا اسے سربسر
سمایا کھڑا ہے ہمن سر اُپر

کہی، تج تے اے مای صحبت ہوا
تجے دیکھتے دل کوں راحت ہوا

گیا چھوڑ ہمنا ہمارا پیا
کماؤں کیوں کتی تھی یکیلا جیا

نہ ماں بھای بی کوئی منج سات ہے
نہ باندی نہ بردانہ کُئی ذات ہے

نہ دادی، پھپی کُئی چچانی منجے
نہ نانی نہ خالا کہوں کیا تجے

نہ نندان نہ بھاوج، بھتیجی نہی
کری ہوں مرا دل میں سب سو غنی

یکیلی ہوں میں اس وطن میں غریب
کرم توں کری تو زہے منج نصیب
که ایسی جو صحبت خدا نے دیا
مرے پر بڑا وُن نے احسان کیا

جواب دادن دوتی، مینا را

بزاں دوتی بولی، اے بیٹی مری
مرا جیو قربان تج پر کری
میں آتے وَقت یو سُنی باٹ میں
کہیا یک جَنا شہر کے ہاٹ میں
مرا آشنا تھا. کہیا یو خبر
لے چندا کوں لورک گیا نہاٹ کر
سُنی سو گیا سب سینا پھوٹ کر
فکر سوں کلیجا پڑیا توٹ کر
کہوں کیا میں لورک دیا تج کوں دُوک
اپیں مل کے چندا سوں پاتا ہے سُوک
تو کیسے کری جای تھی بختور
نہ سمجیا اُنے تُج کوں، ناچیز خر
کیسی بھاگوتی سو توں، اے سکی
اَپَس تن کوں کیوں کر جلا کر رکھی

تو مقبول ایسی چھبیلی ہے نار
اپس کوں جلاتوں کی ہوتی ہے خوار
کیسے بھاگ تیرے ہوے واہ واہ
پڑیا بخت تیرے او سانڈی گوا[1]
اجوں لگ کتی ہے توں کیسا پیا
او اجڑیا تجے رنج ایسا دیا
کہی ہور رونے لگی زار زار
نصیبوں کوں مینا کے جل آہ مار

جواب دادنِ مینا

دیکھی حال مینا سونا تاب لیا
اپیں بی ذرا آنک میں آب لیا
کہی، مائی غم چھوڑ دے اب تمام
اِتا پند دے کُچ، توں سِکلا فہام
دنیا میں بڑی توں جو ہمنا جنی
دوجا پیو لورک ہے سر[2] پر دھنی
نکو بول لورک کوں ہرگز اِتال
دَرونا مرا جل ہوا پائمال

---

(۱) مطابق (ب)، (الف) دھیری گوا (؟) (۲) (د) (ل) سمرت دھنی ـ

جدھاں تے گیا چھوڑ او خوش کلام
تدھاں تے کیا گھر میں برھا مقام
خدا نے کیا ہم کوں عورت مرد
تو ہونا ہمیں اس کے پگ کی گرد
جو کچ اُن کیا سو اسے ماف ھے
الٰہی کے نزدیک انصاف ھے
مرے پیو اُپر جیو یو قربان ھے
اچھے جاں اُسے حق کا آمان ھے
ہمن تے بُرا کچ ذرا کام ہوے
دونوں جگ میں او نار بدنام ہوے
اُسی نار کا موں سو کالا اھے
سو شیطاں کے موں کا جالا اھے
اُسے نئیں ھے جاگا کسی ٹھار میں
پڑے گی او عورت بڑے غار میں
خدا کا اُسے نئیں ھے دیدار وان
کرے گا اُسے کیوں خدا یاد وان
او سبحان مرداں کوں دیتا شرف
لکھیا ھے بُرا عورتاں کا حرف
میں عورت ہوں اُس کی وو میرا سجن
سلامت رھے مرد گلشن چمن

جواب دادنِ مینا، دوتی را

سُنی بات دوتی، کہی اے نہی
پنچھل روپ کی توں چھبیلی[1] بنی
توں نادان بالی مرے ہات کی
کیا معنا یَتا شُوخ ہو بات کی
ٹھکی ہوی ہوں، یو دل کوں لگتا عجب
یتی دھیٹ ہو بات کی کیا سبب
تری عمر پندرا برس دین کے
کہوں کیا، ترے دیس کم سِن کے
توں تَہنواد چھوری تجے فام کیا
چندر کی صورت ہے تجے وھام کیا
جوانی تری دیک کر بارے بار
تڑپتا مرا جیو نت بے قرار
جوانی سدا جھاڑ کا بہار ہے
مدن مد بھریا سانپ کالار ہے
یو ہنگام تیرا ہے آنند کا
جو کھانے پینے ذوق کی چھند کا
جڑت روپ تیرا فِکَر میں نہ گھال
بھٹی غم کی لا کر، کی ہوتی نڈھال

---

(۱) (ب) اھے پدمنی۔

نہ سمجیا او لورک جو تج خاص کول
گیا نہاس کر مال کی آس کوں

اگر گاؤدی ھات ھیرا اچھے
نہ سمجھے، کہے گار چیرا اچھے

یو آخر ھے گوّال کیا جانتا
ترے پر اچھے جیو، تو او مانتا

دھریں کے لھوے کوں جو سنوار کر
جو دکھلائیں کے گاودی کوں اگر

کہے گا یو تَروار ھے بے بہا
چَتُر دیکھ بولے، ٹکے کا لھوا

چَتُر گاودی میں یتا فرق ھے
چَتُر سیانا ہور عقل میں غرق ھے

تجھے میں کَتی ہوں نصیحت کی بات
تج ھنگام ٹلتا ھے دن ہور رات

سدا توں انند میں اَچھنگی نہی
ترے گود میں ھے چندر جیوں بنی

اِتا میں رتن پار کھی لیاوں گی
ترا جونہری روپ دکھلاون گی[1]

مِلا دیوں گی تج کوں جانی چتَور
پچھانگی توں دیک اپنے حضور

(۱) (ف) ع . ترے جوڑ کا روپ دکھلاون گی .

تُجے دیکھتے پیار آتا ہے بہوت
یو ہنگام پر پیچ ڈالی سپوت
یو جُانی سکی تیری اَپروپ ہے
مِلا دیتی ہوں یار یک خوب ہے

جواب دادن مینا، دوتی را

سُنی او سُلکھن جو ایسے بچن
لگے تیوں ہوا آگ سب اس کے تن
کہی میں بڑی کر کے سَمجی تُجے
جو پردیس کی ہے سنگاتی منجے
منجے عقل کی بات سِکلاے گی
مرے دُکھ دَرَد کوں توں نِھسلاے گی[1]
سو ایسے توں دینے لگی پند یو
اُٹھے دو جہاں میں بُری گند یو
سو بدنام کرنے کو منگتی ہے توں
باتاں کر مَکَر لیا اُلنگتی ہے توں
بُڈی سن کتی ہوں تجے میں بچن
ستی اپنے ست کوں جو رکھنا جتن
اپس پیو اُپر جن اَچھنگی فدا
یو رحمت اُسی پر رہے نت سدا

(۱) (د) ع . میرے دھشتاں فکر نِھسلاے گی۔

نھنی کوں فہم سوں بڑا مان ھے
بڑا ھے عقل نئیں تو نادان ھے

نھنی کی مناجات اوّل قبول
ھے خوشنود اُس پر خدا ھور رسول

اچھی جُان صالح تو اِبلس ڈرے
بُڈی فحش سوں مسخراگی کرے

تو ھنگام کہتی تُجے فام کیا
اچھے نیک بی بیاں تو ھنگام کیا

بُڈی ، جُان کا دیک ایکیچ ھوس
اُبال دُود کا تیونچ دِستا ھے بس

جو سو رات کوں چوری کر کھاوتے
گیا دھڑ منے پھر کے پچتاؤتے

مِٹھا جیب میں ھے تلک بے مثال
گیا حلق میں تو ھوا پائمال

حِرص آدمی کا سمج اِس وضا
یو جینا ھے دو دن ، نہ چوکی قضا[1]

حِرص کوں جلانا اپن ھات ھے
حیا کا کفن جیو کے سات ھے

کتی دیک لورک کوں توں گاودی
ھوے بال اُجلے نکو کر بدی

---

(۱) (ب) ع ۰ یو جینا دو دن کا نہ چوکی قضا .

نہ ہوے گاودی، او چَتُر راج ہے
مرا پیو میرا او سرتاج ہے[1]
بڈی کو ہوا تیوں ڈَرونا جلائی
کہ جیوں روی میں تیل بہا آگ لائی

جواب دادنِ دوتی، مینا را

کہی، بھاگونتی، جلو تیرا بھاگ
جوکھاتی توں اپنی جوانی کی آگ[2]
ہر یک بات کرتی ہے توں زار زار
پڑو تیرے دامن میں جلتے انگار
بھلا ہے توں اپنا کیا پائے گی
انگے پند میری توں ازمائے گی
مری بات کوں توں سمجتی ہے دَند
اُٹھی دُود کی جَھل تو کہتی ہوں پند
۲۲۰ جوانی تری دیک آتی ہے عار
تو کہتی تُجے پند میں بار بار
نہیں تو غرض کیا تُجے بولنا
ستم گُھوڑ اپُر کو نہراں رولنا

(۱) (ب) ع. کہ سنگار میرا او سر تاج ہے۔(۲) مطابق (ب) (ل)، (الف) ع. جولاتی توں اپنی جوانی کوں آگ۔

سُنا روپ تیرا برہ ڈانک لگ
هوا هے یو افسوس کی، آگ لگ[1]
کیتی بھیس مَیلا اپس کا زیان[2]
کہ جوں چاند کوں آکے پکڑیا گیران
چھپیا جاکے عقرب میں تیرا جمال
کہ جیوں چند پہ چھایا هے کالا ابھال *
سُہا سے نہ گوال تج لال کوں
دھتورا سُہے کاں سرو ڈال کوں
سہا سے نہ کسوت تُجے گھونگڑی
بُری باس تن کوں لنگوٹی سڑی
سوے گھونگڑی اوڑ توں رات میں
دسے جیوں پڑا چاند[3] ظلمات میں
سُہاوے سدا چاند اسمان کوں
سہاوے گی تو نار دیوان کوں
دِوانی، ملاتی هوں بالا کنوار
همیشه اچھے ذوق سوں نِت سنوار
۲۳. چھبیلیاں ِکری کسوتاں زرزری
پھرے خوش چمن میں توں هوشہری

(۱) مطابق (ی) (م) (ن)، (الف) ع. هوا هے یو افسوس کی لاك لگ - (۲) مطابق (ب) (د) - (۳) (د) (ل) سُور -

پہنے پھول، ہور پان لوچن دسن
لگا خاص خوشبو تن، انجن نین
ہوے بخت واری بلندی نظر
چڑے شاھزادی ہو، شاھی صدر
جو دوتی نے اس دھات سوں بول اُٹھی
تو ستونت مینا نے سُن لھؤ گھٹی *

جواب دادن مینا، دوتی را[1]

کہ کیا بولتی توں مرے یار کوں
مرے من کے آدھار، دلدار کوں
بُرا بولتی سو کنا کیا اُسے
او ادمی نہنا ہر کسی کوں دسے[2]
بلا پیو کی میرے پڑو تُج اُپر
لڑو سانپ بیچھو ترا جیو جگر
منگاوے جو یو سیس لورك اِتال
محبت تُجھری سوں اتاروں اِتال

---

(۱) مرتبہ متن میں مینا کا یہ جواب مخطوطات (ب) (ج) (د) (ی) کے مطابق ھے۔ نسخہ (الف) میں اس موقع پر مینا کا جواب، پیش نظر متن میں شعر ۲۸۳ سے شروع ھوتا ھے۔ لیکن جیسا کہ مرتبہ متن کے اشعار ۲٤٤ تا ۲۵۲ سے واضح ھے کہ یہ اشعار دوتی کی گفتگو (اشعار ۲۲۵ تا ۲۳۳) کے جواب میں کہے گئے ھیں۔ اس لیے اول الذکر چار مخطوطات کی ترتیب درست معلوم ھوتی ھے۔ (۲) (د) ع. اوکم تر نہنے آدمی سوں دسے۔

طبق دل، حیا کا او سرپوش کر
پھٹا آوں لورک اَچھے جس نگر[1]
کرے گا جو عضوی سوں عضوی جدا
مرے پیو پہ منج سار کیاں کئی فدا[2]
کرے گا جو لورک منجے تارے تار
تو قرباں کروں جیو میں بار بار
او لورک جو میرا ہے بالا کنوار
بلا دور کروں بادشاہاں ہزار
میں مینا، او کوّال سو گنند ہے
وھی مِیت میرا سجن چند ہے[3]
او گھنگڑی جو ظلمات کے سار کی
دَیَن[4] عیب سرپوش سنسار کی
مَرو نار او پاپنی استری
جن یک چھوڑ دوجے اُپر من دھری
پرای بھار کے کوں سناوے گلا[5]
تو اس جائی کوں موت آنا بھلا
یگانے کوں جو مکھ دکھای خوب تر
بھلا ہے چھپے مُکھ او ماٹی بھتر

(۱) (ب) (ج) ع. میں بھیجوں گی لورک اچھے جس نگر۔
(۲) (ب) مرے پیو پر جیو کروں میں فدا۔ (۳) (ج) (ی) ع. وھی شاہ میرا منج آنند ہے۔ (٤) (ب) دھنے۔ (٥) (ب) (ج) ع. پرای مرد کوں جو سناوے گلا۔

سجن بن منجے پھول کانٹے دِسے
او کاٹیاں کوں کئی لاک بھانٹے دِسے
بغیر پیو منج سیج کھاتی دسے
کُوڑاتی ھے چُپ آس کاٹی منجے
یو خوشبوی منج تن اُپر خاک ھے
یو زرباف دھنکڑا انچل پاک ھے[1]
منجے خاص کسوت کفن ھے بھلا
بُرے کام تے کاٹ لینا گلا
منجے پان ھے زہر، کاجل حرام[2]
دِسے خوب کھانے[3] انگارے تمام
نکو بات کر آج تے یو دراز
ڈوبانے کو مَنگتی ھے ست کا جہاز

جواب دادنِ دوتی، مینارا

بڈی سُن کو بولی نکو کر یو بات
ستم ہو کے کرتی توں اپنے پہ گھات
کہی توں سُنی نئیں اچھے گی بیاں
سُکی آپنا جیو تو سارا جہاں

---

(۱) (ب) (ج) (د) ع. یو زر بفت گھنکڑی انچل پاک ھے۔
(۲) (ب) ع. منجے پان کاجل مسی ھے حرام۔ (۳) (ب) کھانے۔

یتا کیوں ترا دل نگر گھٹ ہوا
یو سنپات کیا تُج کوں اوچٹ ہوا
یتا کیوں تو کوّال پر من دھری
یتا کیوں ترا جان اُس پر کری
عجب ہے ترا دل نہ اُس تے بَھگیا
کیا سحر تیوں دھیان اُس کا لگیا
تو آخر ہے گندی جنم کھوئینگی
بُرا کہا بُرے گود میں سوئینگی
۲۶۰ جو سووینگی نزدیك اُس شاہ کے
دِسے سُور جیوں گود میں ماہ کے
تجے کاں زری کسوتاں کی جھلك
تجے کاں او صدراں او زربفت لك[۱]
تجے کاں او صدراں، سُنہری محل
جو تختاں مرصع کے ہیں، بے بدل
کہاں تُج کوں او مملکت مال زر
نہ سمجھی ہے اجنوں[۲] توں اُس کا قدر
تجے پینے پرم ہور ٹاٹ بس
تجے گھونگڑی اوڑنے کی ہوس

(۱) (ب) ع ۔ تجے کاں او زربفت نیلك کی لك ۔ (۲) (ب) حیواں ۔

اِسی دھات اپنا جنم کھوئینگی
تو پشتا بزاں گور میں سوئینگی
تو ست کوں پتیا کر نکو ہو ہلاک
یو ست ڈال دے بھوت پاویں گی بھاگ
سینا سخت تیرا، نہ جیۃ ہے توں
مِلا زہر اَمرت میں پیتی ہے توں
بدل گڑ گڑاوے کر جنے میتی
یکیلی سینا پُھٹ مَرے کا نپتی
مرا آس برلا، چنچل گُن بھری
جوانی چلی، باؤ ہو صرصری
۲۷۰ جوانی کی کُئی فند پایا نہیں
جوانی گئے پر سُہایا نہیں
کَتے ہیں جوانی گئے پر اونار
کہ جیوں دِین ڈھل جا پڑے اندکار
تجے بولتے مُنج بکیا ہے سینا
تو اپ بھاوتی ہے تجے کیا کنا
پتا کیوں توں گوّال پر من دھری
پتا کی تو جیو کیوں بَرھانا کری
سنگت نیک کا جاہلاں کو بَدھاے
بُرے کی سنگت تے بُرا بول آئے

دیکھو بیل بھینساں کوں شیرنی سٹا
بغیر گھانس ان کوں نہ لا کے مِٹھا
مشہور بات ہے جل ستے سنگ نہ پاے[1]
سبی عِلّتاں جاے، عادت نہ جاے
سنی ہوں کہ یک شہر کا شہریار
ملایا تھا درویش[2] کی ایک نار
ہمیشہ منگے بھیک او در بدر
کچڑایا اسے بادشاہی صَدَر
ولے بھیک کی اس کوں عادت اچھے
لے کر آکے روٹیاں پو روٹیاں رَچے
رکھے لا کے محراب میں یک سدا
منگے اس کنے ہو ہمیشہ گدا
او کھاتی تھی الوان نعمت جِتا
منگے باج اس بھیک راحت نہ تھا
وہی خصلتاں تج منے آج ہیں
یو سٹ عادتاں، تج جنم راج ہیں

جواب دادن دوتی، مینا را

سنی بات اس کی جو مینا سندر
دیا جوش لھؤ کوں اٹھی بول کر

---

(۱) (ج) (ی) ع. بری چال اپس کی اپس کوں جو بھاے۔
(۲) (ج) درویشنی ایک نار۔

اِتا سن یو ناچیز کٹنی جُھٹی
کتی ہوں اِتا سن تو بختاں پُھٹی
عجب کوچ کٹنی توں ہے بے دھرَم *
نہ رکھتی بھرم ہور لیتی شرَم
دغا دینے منگتی ہے کٹنی چھنال
ستی اپنے ست کوں جو رکھنا سنبھال
میں سمجی، توں تحقیق مکّر زناں
بُڈی بھار کی سوں ہے ملنا تمنا[1]
اپس دائی ہو کر سو کرتی مَکَر
شکر میں زہر، ہور زہر میں شکر
منجے مال ہور بخت سوں کام کیا
منجے شاہ کے تخت سوں کام کیا
۲۹۰ نہ بھاوے منجے مال، کسوت چمن
نہ بھاوے منجے وو، جلو راج دھن
نقل مال کا یاد ہے یک منجے
سنے گی اگر توں کہوں گی تجے
سن یک شہر کے تین یاراں ملے
وو دلدار ہو کر سفر کوں چلے
یکس کے اُپر یک فدا چُور تھے
سگے بھای اُن پر بلا دُور تھے

(۱) مطابق (ج) (د) (ف)، (الف) تو نا میلناں ۔

کِتک دن کوں یک ٹھار پر آئیے[1]
دو اینٹاں سُنے کی اُنوں پائیے
جھمکتیاں پڑیاں تھیاں وو جنگل منے
اوچا کر لیئے اس کوں تینوں جنے
ہوے خوش، کہے بانٹ لینا ھے راس
چلو جائیں نزدیک یک بائیں پاس[2]
چلے بیگ یک سیم منے آ بیٹھے[3]
اپس میں کے یک یار کوں بول اٹھے
کہے جاؤ تم گاؤں کیرے بھتر
لے کر آو کُچ نقل فرمای کر
چلیا گاؤں دِھر یار اُٹ شوق سوں[4]
چلیا دل میں تجویز کر ذوق سوں
یو بِھنگار[5] کیوں بانٹ کر لیئنگے
یو کس دھات تقسیم کر دئینگے
بھلا ھے جو کھانے میں سٹنا زھر
او[6] کھا تیچ میں یار دو جائیں مر

(۱) مطابق (ل) (ف)، (الف) کِتک دن کوں یک ٹھار جنگل میں آے۔ (۲) (ج) (د) گاؤں پاس۔ (۳) (ن) نزِک گاؤں کے باغ میں جا بیٹھے۔ (٤) مطابق (د) (ف)، (الف) اٹھیا یار دِھر گاوں کی، ذوق سوں۔ (٥) (ی) یو دو اینٹ۔ (٦) (ی) اُسی سات میں

یو کھانے میں مر جائیں کے دوجنے
همیں لے کے جائیں کے نوشو بنے
تزان مال مج ھات میں آے گا
نہ جانیا، کیا، آپنا پاے گا
ملایا او کھانے میں قاتل زھر
ولے واں ھوا ایک دُوجا ھنر
او یاراں جو تھے بھای سے بے نظیر
او تجویز اپس میں کیئے یو فکیر
همیں تین مل بانٹ لینا سو کیوں
ولے ایک فکر دل میں آتی ھے یوں[1]
گیا ھے جو کھانا پکانے کوں یار
او آتیچ میں بیگ سٹنا ھے مار
کتے ھیں تلک آئیا سامنے
فرنگ کھینچ مارے اُسے دوجنے[2]
لے کھانا لگے کھاونے ذوق سات
چڑیا زھر، ھور جیو گیا ھاتے ھات
پڑے تین یاراں نہ تھے تیوں موے
عبث مال تے روپ زایاں کیئے[3]

---

(۱) (ج) (ی) یو دوا ینٹ کوں بھوڑ دینا سو کیوں ۔ (۲) مطابق (ج) (د) (ف) (ل) (م) (ن) ۔ (۳) عبث مال خاطر او نو جیو دیئے

او یاری سو شیطان کا مثال ہے
شرم کوں بڑا جیو کا کال ہے
بندیا بہشت شداد دنیاں منے
بے حد مال خرچیا، چلیا دیکھنے
سٹیا پاؤں دھلیز میں نا پکار
لیا جیو اس کا سو پروردگار
او قاروں اسی واسطے غرق ہے
جو ہاماں کوں غیب کا چرخ ہے (؟)
یو دُنیاں کری نئیں وفای کسے
نہ بھاوے گی یو آشنائی کسے
بھلا ہے جو قائم اچھو اپنی کھاٹ
سلامت اچھو گھو نگڑی ہور تاٹ
مبارک او کوّال مینا اچھو
سلامت ہر یک ٹھار جیتا اچھو
پرای سیج میں جا اپس کوں سُلاؤں[1]
سو او سیج مائی میں کیوں نا ملاؤں
دوجے تے بھلا موت آنا منجے
بلا ہے قبر کا بچھانا منجے

---

(۱) مطابق (ی) (ف) (ل)، (الف) ع۔ کہ دُسرے کوں میں سیج میانے سُلاوں۔

۳۲۰ توں دوتی ہو آی ھے شہ پاس تے

بو دیتی ھے فتوا اپس آس تے[1]

مبادا ترا ہوے یاراں کا حال

نکو پڑ دوانی توں میرے دُنبال

ستی ہندواں کی جلے ایک دن

ہماری عُمر ساری جلنا کٹھن[2]

کہ جیتے ستیاں کی سو ہوں گرد میں

نکو پڑ توں منج آہ کے درد میں

جُکُئی منج پو کڑویاں جو نظراں دھرے[3]

بلا شک سو اودو زخمی ہو مرے

توکل رکھی ہوں میں رحمان پر

وہی دینہارا ھے ست کا اَجَر

کسے قرب ھے مال ہور جان کا

منجے قرب ھے پاک رحمان کا

مرے سر پہ سایہ ھے سبحان کا

منجے پُشت ھے اپنے ایمان کا

---

(۱) (ب) ع۔ دیوے عقل یو مال کی آس تے۔ (۲) (ج) (ل) ع۔ ہماری عُمر سر کے جانا کٹھن۔ (۳) (ب) جکئی منج پو کڑوی نظر او دھرے۔

جواب دادنِ دوتی ، مینا را

سُنی جیوں او مکّر زناں ایسی بات
غصے سوں لگی چُور نے اپنے هات
کبھی ، بھی سینے کوں جلاتی سو ، کی
بُرا بول کر یوں پَلاتی سو ، کی
بہت پھر کے لئی ملك دیکھی هوں میں
ولے نار تج سار دیکھی نہ کیں
عجب فند دیکھی هوں میں تُج منے
یو[1] جھوٹی حکایت یکی یک کنے
ادِك هے مرا من هوا ناتواں
لرزتا مرے دُك سوں بھویں آسماں [2]
پُھٹو دُود مرا ترے بالے بال
سزا دیوے اس کا تجے ذوالجلال
دنیاں میں بُرا سو مرا شیر هے
دعا بد مرا غیب کا تیر هے *
پلائی تھی میں دُود، کتی هوں تُجے
خدا جانتا میں کھوں کیا تُجے
اگر مائی یا باپ اچھتا ترا
بڑا چاؤ اس گھر میں هوتا مرا

---

(۱) (د) یو جھوٹے حکاتاں ۔ (۲) (د) لرزتا هے میرے دُکھوں آسماں ۔

بُڈیاں کا تُجھے سنگ لگتا برا
ولے نیم ہے سر بُڈیاں کا کَھرا
بُڈیاں کی عَقَل سوں دُنیا دین ہے
چلیا ہے رواج یو نج عالم منے
تجے میں کتی ہوں، نکو کر غُصا
نو ہوسے دو عالم میں تیرا ہنسا
پڑیا تھا سکندر جو ظلمات میں
بُڈیاں کوں کیا یاد اِس سات میں
اُن کی عَقَل سوں نکل بہار او
دیکھیا کھول انکھیاں میں سِنسار او
بُرے سنگ تے آدمی خوار ہوے
بھلے سنگ بیٹھے دنیا دار ہوے[1]
دُنیا کی ہوس کُچ نہ دیکھی ہے توں
دنیاں کی لَذَت کُچ نہ چاکی ہے توں
خدا کے ولیاں، عالماں ہور فقیر
اون کوں بی دنیاں کی آتی فِکیر
دنیاں سوں بشر کوں سدا مان ہے
دُنیا سوں شَرَم، دین، ایمان ہے
جُکُئی بدنیت ہیں سو ہوتے ہیں خوار
او ن پر سدا اودِسے کا ہے مار

---

(۱) (ج) ع . بھلے سنگ سون آدمی وار ہوے۔

ھمارا تو دل" کارسازی پو ھے

ھمارا نیت سرفرازی پو ھے

ھمیں تو تجے دینے منگتے ھیں راج

خدا خوار کرتا، اُسے کیا علاج

او لورك جو اِس ٹھار پر آے گا

تو سنگات چندا کوں لے دھاے گا

۳۵۰ اگر شاھزادی اِیہاں آے گی

کرے داس، یا بھار تج بھاے گی [۱]

نقَل یك کَتی ھوں بَرے سُن، تجے

بہت روز سوں یاد آیا منجے [۲]

سنی ھوں سپاھی اتھا یك نگر

اتھیاں عورتاں دو اُسے سربسر

رھتی تھی بڑی نار مھاڑی منے

تلے تھی نھنی پیار سوں تو کنے

---

(۱) (ب) ع. گلے ھات دے بھار تج بُھاے گی۔ (۲) مرتبہ متن میں سپاھی کی یہ حکایت جو شعر ۳۵۱ سے شروع ھوتی ھے، مخطوطات (ب) (ج) (د) (ی) (ف) کی ترتیب کے مطابق ھے اور قصہ کے تسلسل کے پیش نظر اس حکایت کو یہیں آنا چاھیے. نسخۂ (الف) میں کاتب نے بھکارن شہزادی کی حکایت کے اختتام پر، یعنی شعر ۲۸۲ کے بعد، سپاھی کی حکایت درج کر دی ھے؛ جو بے ربط ھے.

سو یک دن سپاہی شبینے کیا
اجالا ڈُبیا ، ہور اندھارا بھیا
ادھی رات چوری کرے وقت پر
بیٹھیا چور ایک اُس سپاہی کے گھر
یسڑیاں پر دھریا پاؤں چڑنے بدل
بجیاں پاؤاں سب بنیادی سوں ہل
سوتی تھی مہاڑی تلے جو سندر
اٹھی ھڑبڑاتی سنچل دیک کو
کہی ، مرد جاتا ھے سوکن کے پاس
پکڑ پاؤں جا اس کے محکم سراس
بڑی کا جو آواز یو کان میں
پڑیا ، سو چلی دوڑ سیڑی کنے
چلا ھات بالاں کے تئیں پینچ بھر
لگی کھینچنے مرد اپنا کُکر
اُپر سوں کہی ، سُن یو سوکن مری
یتے دن رکھی کیا نظر نئیں بھری[1]
کتے دن پچھیں آج کیتا کرم
اُپر آنے دے ، چھوڑ ری بے شرم
نھی بولتی ، اس نہ چھوڑوں اِتال[2]
اُپر جاے تو پاؤں توڑوں اِتال

---

(۱) (ج) ع. یتے دن رہا تج نظر نئیں بھری۔ (۲) (ی) (ل) ع. تلے سوں کہی اس نہ چھوڑوں اتال۔

تلیں ہور اُپر سوں لگیاں کھینچنے[1]
آیا چور کا جیو ہونٹاں منے
خدا کس نہ پاڑے ایسے بند میں
پڑیا چور جوں دوی کی کند میں[2]
دیتیاں چور کو سخت آزار او
ہوا چوری کرنے تے بیزار او
دو ناریاں کا او نر شبینے تے پھر
تلک آئیا پیس اپنے مندھر
دیکھیاں سو گیاں نہاس، بے آب ہو
پڑیا چور وئیں سخت بے تاب ہو
پچھونڈے بندیا لشکری اُستوار
اجالا ہوا، لے چلیا گھر کے بھار
۳۷۰ پکڑ چور کوں خوب مزبوت کیا
اُسے مار کر رنج بے حد دیا
پھرایا اُسے چور کر شہار میں
لے جایا اُسے شہ کے دربار میں
بیٹھیا شاہ آ منصفی کے بدل[3]
کہیا، چو کوں بیگ کرنا قتل

---

(۱) (ی) (ل) ع. تلے سوں اُپر سوں لگیاں کھینچنے - (۲) مطابق (ب)، (الف) بند میں - (۳) (و) ع. کیا منصفی شاہ نے یوں کبل -

نہ جانیا والے پادشاہ یو خبر
دو ناریاں یو پُچلا کیاں خوب تر
کَہیا چور، اے شاہ عالم پناہ
یو بخشش کرو آج کا تم گناہ
میں چوری کروں تو ہے سوگند منجے
کرو بھیاؤ کیاں عورتاں دو منجے[1]
بری لت یو کھایا ہوں اے گُن نَدھان
اتا بخت میرے تو ہو مہرباں
دونوں عورتاں منج کوں ماریاں کُبل
کیاں ہیں بندے بند میرے پچل
ہنسا ہور بولیا اُسے شہر یار
یو سوگند کیسی تو کھایا گنوار[2]
بزاں سوکناں کا قِصا سب تمام
کَیا کھول کر، سب سُنے خاص و عام
ہنسا بادشاہ ہور سارے بشر
دیا چور کو چھوڑ، آزاد کر
ہے ایسا بُرا سوکناں کا دو سنگ
سمانا ناسکے میان میں دو فرنگ

(۱) (ب) ع. میں چوری کیا سو کہوں کیا تجے
ہویاں بھیاؤ کیاں عورتاں دو منجے
(۲) (ب) ع. یو ہے سو کناں کیسے کہنا سنوار -

کتی ہوں تجے بات میں ، سُن اِتال
سگی بھان ہے بی ، تو سوکن ہے کال
اگر کس کی جائی پو سوکن جو آی[1]
بھلا ہے او جائی زمیں گھر بسای
اسی فکر میں ، میں ہوی ہوں فنا
نہیں عار آتی تجے ، کیا کنا
تجے دیک پُھٹتی ہے میری نظر
جو ہوی زندگانی تری خوار تر
جوانی کوں کی جالتی رات دن
یو کیا دیس جینے کے بھرتی کٹھن
سِکایا تجے کون ایسا فہام
ٹلے پر نہ آسے ، یو ہرگز ہنگام

جواب دادن مینا ، دوتی را

سنی بات مینا ، اٹھی بول کر
انجو دو نَیَن سوں سٹی رول کر
برھا کا جو بادل گرجتا اٹھیا
ادک سانت غم کے برستا چُھٹیا
390 نَیَن سوں رکت کے رتن یوں پڑے[2]
کہ جیوں شمع سوں لال پھولاں جھڑے

(۱) (د) (ی) (ل) ع . کسی پاک دامن پو سوکن جو آئی ۔
(۲) (ب) (م) ع . نین سوں رکت کے یو انجھواں جھڑے ۔

درونا جلیا ہور کہی آہ مار
یو کٹنی منجسے کونے منگتی ہے خوار
کہی کیا تپاتی ہے ناپاک ذات
کہ پھر پھر دُوراتی ہے اَپنیچ بات
اول تے جلی ہوں جلاتی سو کی
لگا آگ، بھی تیل بھاتی سو کی
پیا بن ہے پردیس بھاری منجے
تری بات کا تیر کاری منجے
نہ ماں باپ سوں میں کدھیں سُوک پای
نہ راجوں مَرَد کے، نہ کُئی بھان بھای
نہ سسرا، نہ کُئی ساس، تایا، چچا
قبیلا، نہ کُئی گوت گھر کا بچا
نہ ہمسایہ کُئی ہے دِھرک دینہار
نہیں کوئی یاں باج پروردگار
اوپچ تیچ مری موڑ کوں کیڑ کھاے
تو کس دھات سوں پھول پھل بار آے
ہوی پت جھڑی برھاتے جھاڑ کی
لگی ہو کے بارا تو آساڑ کی
اگر سُور اسماں تے آے گا
اگر چاند آ منج کوں ازماے گا

اگر کئی مَلک ہوے صاحب جمال
اگر کوئی مقبول ہو جگ اُجال

تو لورک سے ایلاڑ ہیں سب تمام
او سر تاج میرا، منجے اُس سوں کام

دکھاتی منجے سو کناں کا دو سنگ
تری بات سوں جاے سب نام وننگ[1]

اگر آوے چندا، کروں پیلا دھم
مبارک مرے پیو پہ لاکھاں حرم

کرے رات دن او جو منج سوں لڑای
رکھے گھر میں یا بھار، اُس کی بڑای

اولیاوے گا لورک جو داسی سنوار
ملازا ہے اُس کا سٹوں جیو کوں وار

اگر ایک لیاوے تو کئی لاک سُک
ہزاراں سوں لیاوے تو صد لاک سُک

او ویسیانچ تہیاں عورتاں خوار زار
کیاں تہیاں جو او چور کوں گرفتار

سبی یک سر یکیانچ ہو تیاں نہیں
لکھیا باج کئی جگ میں پائیاں نہیں

حرص آدمی کا تو ناپاک ہے
اصیل کوں سدا شرم کا دھاک ہے[2]

---

(۱) (د) (ی) ع. مرے پیو سوں کیا منجے نام وننگ۔
(۲) (ج) ع. اصیلاں کے تئیں شرم او رباک ہے۔

سنـ هوں حکایت جو یک نار کی
پتی ورتا ناریاں میں اوتار کی
سہاتا اتھا قد سرو کے نمن
پشانی سو جیوں چاند، تارے نین[1]
اتھے ہونٹ جیوں لعل یاقوت بھرے
جھمکتے سو جیوں دانت ہیرے جڑے
مٹھائی زباں میں، مبارک بچن
کری بات جوں پھول جھڑتے رتن
بہت مرد کا اس اپر پیار تھا
گھڑی یک نہ دیکھے تو غم خوار تھا
سکی چھوڑ جانے نہ ہوے اس کا دل
ولے ایک دن او چلیا یک سبیل
اسے آشنا یک برادر اتھا
سگے بھای تیوں جیو کا یار اتھا
حوالے کیا اس کوں گھر بار سب
وصیت کیا جو کوں اس دھات تب
بگانا نہ دھر اس کوں، سن اے سندر
سگے بھای تیوں، توں اسے پیار کر
کہیا، ہور چلیا، لشکری سربسر
کیا سیر کوں ایک مدت سفر

---

(۱) مطابق (ب) (د)، (الف) نمن۔

بزاں او سکی گُن بھری نام دار
کری خدمت اُس یار کا اُستوار
چھبیلی نے کھانا پکا کر کھلای
اپس هات سوں اُس کے پاواں دُھلای
سو او بے وفا یار، ناپاك ذات
بُرا دل میں لیا کر کھیا اُس سنگات
که اے شہپری تیری آدھار کا
دِوانا هوں میں تیرے دیدار کا
سر افراز کر منج، گلا گل سوں لا
اَدھر سوں اَدھر لا کے اَمرت پِلا
کیا هوں مرا جیو تُج پر فدا
چلو سیج میں ذوق پاویں سدا
سُنی سو سکی، موں کوں لا دونوں هات
انجو نین میں لیا، کہی اے سُجات[1]
تری هور مرے مرد کی آشنای
همیں هور تمیں جیوں سگے بھان بھای
کہی یو سو کِس دھات معنا هوا
مگر دورِ آخر زمانا هوا
نه تھا تج کوں واجب اے جان عزیز
جو ایسی کیا بات توں بے تمیز

(۱) ع . (ب) انجو نین سوں بھر سٹی او سجات ۔

نزاں ہو کے شرمندا او چُپ رھیا
ولے دل کی کَڑوای اُن نئیں سٹیا[1]

یکتک دیس بسراٹ میں بھا کو بات
کَیا ایک دن ، اے سہیلی سجات

توں کیا واسطے سخت دلگیر ھے
ترا غم جِتا سب مرے سِر ھے

مگر بھای او یاد آیا مرا
اُسی تے یو کملائیا مُکھ ترا[2]

چلو یک دکھانا ھوں نادر ہَوا
عجائب تماشا ھے واں کُچ نَوا

جو اس باغ کوں دیکھنے آے گی
کدورت یو دل کی سو سب جاے گی

بہت لئی وضا سوں فریب اس دیا
لجانے کے تئیں اُس کوں راضی کیا

بہرحال پُھسلا ، چلا لے اُنے
لے جایا اُسے ایک جنگل منے

اُتاریا بیاباں منے ایک ٹھار
نزِک جا کے بولیا کہ اے گلعذار

کھیا گر توں مِرا کَری تو بھلا
نہیں تو ترا کاٹتا ھوں گلا

---

(۱) (د) ع .
نزاں چپ رھیا شرمندا ھوے کر ولے دل اتھا اس خیانت اپر
(۲) مطابق (ج) (د) -

سُنی بات او ستونتی نامور
کہی ، بہای اِی بات ہرگز نہ کر[1]
اگر مارتا ہے تو جیو جائے گا
ولے کُچ بُرا بول نا آئے گا
سُنیا سو ہوا سخت ، لہؤ گہوئیا[2]
چُہری ہات میں لے ، سلایک سٹیا[3]
کہیا دھن اگر توں قبولی منجے
تو در حال جیو دان دیوں گا تجے
کہی یوں منجے توں کرے تارے تار
تو رہ جائے گا یک مرا یادگار[4]
دنیا دین میں سو مرا ایک پیو
شَرَم پر سوں صدقہ ہے دھن ، مال ، جیو
دیے اِسمٰعیل سِس کعبے بدل
مری شرم ہے زیبِ کعبہ نچھل[5]
کتی تہی تلک اُس میں قادر قدیر
نظر جو کرم کی کیا دستگیر

---

(۱) مطابق (ب) (ن) - (۲) (و) ع . سُنیا سوچ غصے سوں لہؤ گہوئیا - (۳) (ب) (ن) ع . چُہری ہات میں لے گلے او سٹیا - (٤) مطابق (ب) ، (الف) ع . تو رہ جائے گا جگ مرا آشکارا - (٥) (ی) ع . مری شرم بے ریب کعبہ نچھل -

عجب کھیل واں ایک رب کا ھوا
بشر قافلہ ایک وھاں دھائیا
٤٥٠ دسیا جوں او سوداگری قافلا
گلا کاٹ ناسک، ھوا او پیلا[1]
گیا چھوڑ کر نہاس، اُس نار کوں
او ستونت ناریاں میں اوتار کوں
دیکھیا جیوں تجارے نے غم خوار کوں
نزِک آ، پوچھیا حال اُسے پیار سوں[2]
کہی کھول اپنا قصا سب تمام
بُرا مان بولیا اُسے نیک نام
توں بیٹی مرے نین کی روشنی
کروں میں تجے پیار چل اے نھنی[3]
نہ بیٹا نہ بیٹی منجے نئیں سگے
بہت پیار سوں میں رکھوں گا تجے
دعا دے کے بولیا کہ اللہ غنی
تُجے ھی مددگار صاحب دھنی
منگا پالکی بیسلا اُس بِھتر
چلیا لے کے اُس ٹھارتے سر بسر

(۱) (د) (ف) (و) ھوا وائیلا۔ (۲) (ب) (م) ع. نزک آکو پوچھیا اسے پیار سوں۔ (۳) (د) چل برھنی۔

تجارا چلیا لے کے دن ہور رات[1]
دیا بیٹی کر اپنی عورت کے ہات
ترق ھوا وقت اس نار کا
ہوا واں سے کُچ کھیل کرتار کا
تجارا اول تے اتھا بانجھ سار
ہوا ایك فرزند اسے خوب دیدار
جو اس بانج نے پوت یو پائیا
سہیلی کا احسان بجا لائیا
اُسی جای کے گود میں بھائیا
کھیا میں ترے کَرْم تے پائیا
کری پرورش اس کی دل جان سوں
ہوا یک ستم اس پہ اسمان سوں
غلام ایك اتھا اس کوں فرزند کے سار
بُھلیا دیك اس غمزدی کا دیدار
یکیلے بُلا اس کھیا ، اے موھن
لگیا ھے ترے سات میرا یو من
رھتے ایك گھر میں ھمیں ہور تمیں
بڑے راحتاں سوں ترا جیو مگیں
سنی سو کھی ، بھای چاتر سُجان
مجھے جان یوں کر سگی تیری بھان[2]

(۱) (م) ع . تجارا گیا ایك دن ھور رات ـ (۲) (و) ع . سگی بھان تیری سمجھ کر پچھان ـ

همیں بھای بھانا میں کیا پانپ ہے
بڑا بھای سو توں مرا باپ ہے
کھیا ، توں اگر نا قبولی منجے
بَلا لاؤں گا ناگھان یک تجے [1]
٤٧٠ وہی ہٹ پکڑ دل منے ناپکار
ادھی رات کوں جا کے سوتی کے ٹھار
بچے کوں لے او نار ، اپن ٹھان میں
سوتی تھی لے اپنے گریبان میں
موذی ، بدبخت وقت سادیا اتھا
ادھی رات کوں بَل او پایا اتھا
او ناپاک دند آپنا سار کر [2]
سٹیا پیٹ نہنواد کا پھاڑ کر
رگت اس بچاری کے ہاتھاں کو لا
نہیں جانتا تیونچ کیتا کلا [3]
چندا جوہری لے کے تارے رتن
کیا جا کے مغرب کے گھر میں وطن

---

(۱) (ب) میں اس شعر کے بعد یہ اشعار ملتے ہیں :
بزاں سُور اپ دیس کا چڑ ترنگ او مغرب کے دریا میں نہاٹیا نسنگ
کہ مشرق شہر تے او چندا نکل چڑیا چاند لے سات تارے سگل
(۲) (ج) (ی) ع . او ناپاک ، دند کار ، مردار خر - (۳) مطابق
(د) ، (الف) ع . نجانے نمن تیونچ کیتا کلا -

او مشرق شہر تے کرن تار کر
نکل آئیا سُور زر تار کر
اٹھی جاگ کر جب تجارے کی نار
دیکھی حال بالك ھوا خوار زار
کہی کاں تے لیا یا ھے ڈاین بُلا
جگر گوشہ میرا یو کھائی بَلا
تجارا سُنیا دوڑ کر آئیا
او چا اس سہیلی کوں بِسلائیا
کَیا، یو نہ ھوسے جلے بھاگ سوں
ستم اِس اُپر کر نہ توں آگ سوں*
مہرباں ھو اس بچاری اُپر
خَرَچ باٹ دے اس کوں بھایا بہَر
چلی او سکی آہ وئیں مارتے
گلی سر تے پد لگ اس آزار تے
کہی یا الٰہی یو کیا ھے غضب
گنہ کیا ھے میرا، یو کیا ھے سبب
چلی سوز، میں آگ جلتی بھٹی
انکھیاں گل ریزاں سات انجواں سٹی*
دیکھی نا گہاں ایك جنگل منے
بِلجاتے تھے یك چور کوں مارنے

کہی کاں لجاتے ہیں اے بھای یار
اگر چھوڑ دینگے تو دیوں ہوں ہزار
او سندر سکھی دے کے پیکے چھُڑای
دے جیو دان اسے بند میں تے چھُڑای
سخاوت یو کر تے چلی اپنے باٹ
ابھالاں بھی غم کے لگے[1] چھانے داٹ
رکت صاف سوں دو نَیَن یوں بھرے
اُبلتے تھے جیوں آبِ جم کے جھرے
بزاں چور نے آ ہوا ہم کلام
کَیا، توں دھنی، میں ہوں تیرا غلام
بڑا لاج ہے چھوڑ جانا تُجے
چھوڑای دے جیو دان بخشش منجے
میں قرباں تیرے قدم کے اُپر
سکی تیرے سر پر خدا کی نظر
اِتا یو قدم چھوڑ نا جاؤں گا
بندا تیرے گھر کا ہو میں آؤں گا
کہی، آ تو اے بھائی میرے سنگات
خدا تج چھُڑایا ہے[2]، بندے کے ہات

(۱) (د) انگے چھاے داٹ - (۲) (د) نہ بندے کی بات -

بچاتا ہے او آپ پروردگار
ستر مادران نے اُسے لاك پیار

سکی او چلی باٹ دِن تین چار
کہیں جاکے بستی اُنے[1] ایك ٹھار

سکندر نمن سُور اس سات میں
ڈوبیا جا کے مغرب کے ظلمات میں

اَدھی رات کوں چور اٹھ اپنے ٹھار
اوچا اس سکی کوں، کَیا نا پکار

مَرَد نا تجے، ہور نہ عورت منجے
عبث عمر کھوتی، کہوں کیا تجے

کھٹی توں میرے پیٹ کا ہے پسر
دھرے کیوں نظر پُوت، مادر اُپر

یو سُن لھؤ اچھیا ہے رگے رگ مرا[2]
چُھڑای سو دیتا نتیجہ مرا

جُگُئی چور شیطاں سوں کیتا ہے سنگ
او اکثر کرے بے وفائی کُڈھنگ

نِپَٹ رُوخ دیک چور کا او گُلی
چوکا آنك، اُٹ یك طرف سوں چلی

جدا چور سوں ہو گئی او نَداں
سوتی جاکے خالی اتھا یك دُکاں

---

(۲) (ف) کنے - (۲) مطابق (د) (ل) (م) -

او ظلمات جا دیس آیا نکل
دورائی[1] پھرا سور نکلیا نول
اٹھیا چور، ڈھنڈتا چلیا حور او
چل آیا او، بیٹھی تھی جاں سور او
دیکھو او کیا کیسی بازی گری
پکڑ ھات بولیا یو باندی مری
لے جا یک تجارے کے تئیں بیچ کر
گیا واں تے او نحس نا چیز خر
نہ سمجیا اُنے چور ناپاك ذات
کٹھن جیو اُپر آی تھی سو او بات
هوا خوش وو تجار، دل میں کھیا
رتن آج پایا هوں میں بے بہا
بزاں او سکی سخت دلگیر هو
سٹی دل تے سب اپنی تدبیر دھو
کھی، میں خریدی هوی اُس کی آج
اِتا شرم رکھنا هوا لا علاج
بزاں سور غواص باندیا کمر
ڈوبیا جا کے مغرب کے دریا بھتر

---

(۱) (ی) دوھائی ۔

تجارا چندر رین کا جھاز چڑ[1]
ستارے سوں گوھر چلیا اُس میں بھر

بڑاں سوداگر شوق میں آئیا
محبت کے پھر ذوق میں آئیا

بلا اُس سہیلی کوں بولا او نیک
مُنکھیاں مار چک نیند آوے ٹُکیک

اٹھی ناؤں لے کر اللہ کا سکی
برا نامَرَد ھے کُکَر او شَکی

ھلوں چُپ کنے آ کے بیٹھی سکی
توکل سو اپنا خدا پر رکھی

سٹی پاؤں پر ھات جب آہ مار
لیا جیو اُس کا سو پروردگار

بلا ناگہاں اس پو نازل ھوا
قضا غیب سوں آ مقابل ھوا

مُوا او تجارا، ھوا اس کا کام
مُوے خلق بھی جھاز میں کے تمام

رَین کا چندا جب چُھپیا ایک ٹھار
اٹھیا صبح کا وئیں سو مرغا پکار

ھوا دیس دیکھی موے ھیں تمام
دیا بخت اس نار کوں تب آرام

---

(۱) (ی) ع. او تاجر چندر رین کا دھر چھتر۔

موے تھے او سارے سو پانی میں ڈال[1]
چلی چھوڑ کر جہاز، لے سارا مال

بھی کسوت او مردانگی کا کَری
مونڈا سا بندی ایک سوداگری

کمربند، شمشیر لے هات میں
اتھا شہر نزدیک اس ٹھار میں

ملائی کتے خلق اس ٹھار جا
بندی محل هور ایک اونچا چھجا

لگی رهنے اس ٹھار او استری
لگای دوکان ایک سوداگری

هوا نین میں اس کے عظمت پناہ[2]
دیکھے درد منداں تو پاوے شفا[3]

هوا آنک[4] اس کا جو لقمان دهات
بھریا چشم جوں خضر آب حیات

هوا غُلبُلا ملک میں نار کا
بہت خلق آنے لگیا شہار کا

---

(۱) مطابق (د) (ل) (ن) - (۲) (الف) کے سوا باقی سارے نسخوں میں "پناہ" کی بجاے "وفا" ملتا ھے - (۳) (ب) (م) ع ۰ دیکھے درد منداں کوں تو هووے شفا - (٤) (ن) هانك -

کِتک دن پچھیں لشکری نام دار
اُسی شہر پر تے چلیا اپنے ٹھار

دیکھیا یار اپنا جو تھا ناپکار
ہوا کوڑ میں اَنگ سب اُستوار

پوچھیا لشکری، کیا ترا حال یار
کہاں ہے مری بھاگ ونتی او نار

کہا اے سُجاتی وفادار نیک
نکل گئی تری دھن مرا حال دیک

سُنیا ہور کہیا، اے مرے جیو کے یار
بھلا ہے جو گئی، بے وفا[1] تھی او نار

ولے ایک حکمت ہے یک شہار میں
رہتا ہے تجارا ایک اُس ٹھار میں

عجب نین میں اس کرامت دِسے
ہوے برطرف درد دیکھے جِسے

تجے میں لے جاتا ہوں، چل اس کنے
کہیا ہور ڈولا کیا راس اُنے

چلیا لے اسی کیچ نگری رُخن
اسی باٹ میں چور، او بد لکھن

پڑیا ہے اُنے کوڑ میں پائمال
ہوا ہے نِپٹ بدتر اس کا حوال

---

(٤) (ب) بے وفادار نار۔

چلیا لے اُسے بی ثواباں بدل
کیا جا اسی ٹھار بستی اول

رکھیا تھا جہاں نار کوں سوداگر
او بیٹی کُکَر آپنے گھر میں بہتر

بندا اُس کا بی کوڑ میں چُور ہے
سڑا تن کُکَر گھر میں سوں دُور ہے

اُسے بی چلیا لے کو ڈولی میں دَھر
کیا تین ڈولیاں، چلیا سر بسر

اُسی سوداگر کے محل کے تَلَدھار
خبر جا کیے، تین ڈولیاں اُتار

سُنی سو منگای او ڈولیاں پچھان
بندا ایک پردا اپن درمیان

بزاں لشکری جا کے تسلیم کیا
اول یار کی لیا کے ڈولی دھریا

کہی اُس کوں سچ بول اے بد شکال
یو کیا واسطے تن ہوا پائمال

اگر بولتا ہے تو سب جائے گا[1]
وگر نئیں تو تج بھی بلا آئے گا

سُنیا بات سو یوں، ہوا لا علاج
کہیا، اے سلکھن، میرے سر کے تاج

---

(۱) (ب) ع. تو تحقیق بولیا تو کُک جائے گا۔

کرم کر جو لیایا ھے مُنج تیرے دھیر
اتھی نار اُس ایک روشن ضمیر
نظر میں دھریا اُس پو، راضی نہ دیک
لجایا اُسے میں سو جنگل میں ایک
اُسے بے گناہ کاٹتا تھا گلا
بُرا دل میں لیایا سو مُنج یو بَلا
کہی، بے وفائی کیا، کیا سبب
شُکر کر کے کوڑی، بنچایا ھے رب
تَتی بعد ازاں کاڑ پردا آپن
دِکھای سو تب کھول روشن نَیَن[1]
اتھا درد اُس کا جو ظلمات کا
دیکھت صبح صادق ھوا رات کا
بڑاں دُسرے بندے کی ڈولی دھرے
لگی پُوچنے اُس کوں، موذی ارے
یو کیا واسطے تن ھوا چُور چُور
جو سچ بول، تُج تن ھوے درد دُور
کَہیا یوں، مرا تھا جو تاج سَری
گیا تھا او کرنے کوں سوداگری

---

(۱) (د) ع. دیکھی سُور تب کھول روشن نَیَن۔

لے آیا تھا جنگل ستے ایک نار
دھریا تھا اُسے اپنی بیٹی کے سار

کیا ظلم اُس پر، رکھیا بد نظر
سو اس تے میں پایا ھوں بھاری ضرر

بزاں پردے اوپر سوں جھانکیا او سُور
ھوا تن سوں اس کا سفیدی سُوں دُور

بزاں چور کوں بی پوچھی اس وضا
یو کیا واسطے تُج ھوا ھے سزا

کھیا، میں کہوں کیا مرے حال کوں
ھَزاراں سوں رحمت ھے اُس نار کوں

کُبَل ٹھار پر مارتے تھے مُنجے
چھُڑای بجَد ھو، کہوں کیا تُجے[1]

سو اس پر دھریا بے ایمانی نظر
سُنی نئیں، سو پَیکے کیا، بیچ کر

اِسی واسطے یو کھڑیا ھے یو غم
عجب ھے جو گھٹ[2] میں رھیا ھے یو دَم

کھی اے نحس، او لکھن، نابکار
عجب کیا ترا حال ھوے اس تے خوار

---

(۱) (ب) ع. چھڑای بجد ھو کے جیو دان دے۔ (۲) (ج) (ل) (ن) دھڑ۔

چندر سار کا بعد ازاں مُکھ دکھای
ہوا تن سب اس کا نِچھل روشنای[1]

بزاں اپنی کسوت زنانی کری
ہوس لشکری کی طلب کا دھری

کہی، زن تری، توں مرا مرد ہے
جو کُچ یو کہے سو مرا درد ہے

بڑی بےوفا دنیا ناپاک ہے
ہمیں تو ہمن ٹھار پر پاک ہے

عجب کُچ اتھا پاک تیرا نِیت
رہیا ہے مرا آج لگ کا یو تست

سُنیا سو ہوا شرمندا اُستوار
کہیا یو مری ہے وفادار نار

پڑیا پاؤں جا کے اوتار کے
رکھیا جھاڑ کر کوشاں اُس نار کے

بزاں تین کوڑیاں کوں آزاد کر
رہے مل کے یک ٹھار او نار نر

جو کُٹی جس پو جیسی نظر لیاے گا
مشہور ہے او اپنا کیا پاے گا

---

(۱) (ج) ع۔ ہوا تن پھر اس کا سگل روشنای۔

مرو او دو رنگی، جو موں میں شکر
چھپیا دل میں کڑوای کرتی مکر

جسے جو ملا نے کوں آتا کریم
تو اس دھات سوں لا ملاتا رحیم[1]

میں اس تے مناجات کرتی ہوں آج
ملے گا او لورک مرا رای راج

توں جابیگ یاں سوں اے ڈاین کھساٹ
نکو[2] ہو دوانی، پکڑ اپنی باٹ

جو دستے ہیں تارے سماوات میں
نہ آسیں او بج داس کے ہات میں

این داستان حقیقت گفتن دوتی خود پادشاہ را

سنو بات ایسی جو کٹنی چھنال
چلی ہات سوں توڑ لے سر کے بال

چھے مہینے ہو گئے اس کی تکرار میں[3]
کھڑی جا شہنشاہ کے دربار میں

کری شاہ کوں تسلیم، پھر آے کر
کہی، اے گنی بادشاہ بختور

---

(۱) (ب) ع. تو اس دھات، آسان کرتا مہیم - (۲) (ج) نکو پڑ توں منج سنگ، (د) نکو پڑ کنبالی - (۳) مطابق (ج) (ی)، (الف) (د) ع. چھے مہینے پچھیں گئی او دربار میں -

پو چھیا شاہ دوتی کوں، کی آی توں
مُنج اسمان کا چاند نئیں لیای توں
مرے دل کی راحت کوں نئیں لیای ہے
رتن جوت کوں چوک یہاں آی ہے *
کبھی خُسروانی کہوں کیا تجے
عجب نار او نار دستی منجے
میں اتھی سمجی کئی کڈھنگی ہے آج
وو دستی ہے پاتال کی رای راج
چھے مہینے جُھڑے اس سوں یوں آس کر
سینا سو بَجَر ہور الماس کر
کُبل کوٹ ست کا بندی شہری
صَبَر کا حشم لیا کو اُس میں بھری
رچی تَٹ پو ہمت کی پھانڈی تمام
بھری غم کی دارو و گولی تمام
جلالی خندق کھود کر آس پاس
دھری تٹ پو جذبے کو انداز راس (؟)
قہر کا حَولدار اُس ٹھار تھا
عَقَل کوتوال ہو، خبر دار تھا[1]
سچوٹی کا قاضی بہتر ہو کھڑا
کری ہے زباں کوں عدل کا ڈرا

---

(۱) (ب) ع. ہو کوتوال ابرو خبردار تھا۔

بزاں میں برھا کا جو لشکر منگای
او کونٹاں کوں ھمت کے ھاتی تلای[1]

فکر کے او بھڑ کل دوارے کے تئیں
ڈکے نئیں او کونٹال کُنجر کٹھیں *

خبر پا شرم شاہ پر دھاں عقل
او پٹ برھا لشکر کوں ماریا کُھندل

غُصے کے او شاطیر ھو کر چلیا
بزاں مکر سب مُنج دوتی کا ٹلیا

کھیا شہ دوتی کوں ، بھی یکبار جا
سنگات میں بی آتا ھوں ، بھی آزما[2]

بھی یکبار جالے توں ھمت کی لاگ
لگا دِل کے لنکھا کوں برھا کی آگ

بزاں سور اپ دیس کا چڑ تُرنگ
او مغرب کے دریا پو آیا نسنگ

ادھی رات کوں او شہنشاہ سجات
چلیا گھر کوں مینا کے دوتی سنگات

چُھپیا جا کے کونے میں او ایک ٹھار
بھتر گئی دوتی ، رؤوتی آہ مار

کہی ، میں کروں کیا فلک بھان کوں
پریشاں کیتا منج پریشان کوں

(۱) مطابق (ن) ۔ (۲) (ب) ع. سنگا تیج منج کوں بی تیرے بلجا ۔

گئی بہار چُپ، میں تو ناچیز ہو
اُٹھیا دُود کا جھل رنگ آمیز ہو
کہیا جیو یکیلی کوں یوں چھوڑ توں
کی جاتی ہے مُمک آپنا موڑ توں
بَچی کے غصے کا کی لگتا بُرا
نہ جانا جو مارے او کوشاں پھرا
رھیا نئیں مرا جیو تو پھر آئی میں
جنم پر مرے آج پشتای میں،
ٹھکی ھوی سکی، دیک یو غلبُلا
کہ پھر آئی یو آسمانی بَلا
کہی، توں مرے جیو کوں تو بھاے گی
کنتھا تیرا پھر توں جو نالیاے گی،

جواب دادن دوتی، مینارا

کہی "اے سکی، گُن بھری نام دار
اچھو ناؤں جگ میں ترا بر قرار
نہ تھا کُچ غرض بولنے کا منجے
ولے اس بدل بولتی ھوں تُجے
کُڈھنگی اتھی شہر میں یک ستی
دیا بھیج اُس پاس یک نو دوتی

اُنے بی جھٹے اُس سوں کی لک بچار
نہ ہوی بات میں او بی اُس کے قرار

ہوا بیساپ ہنگامؔ سوں جب ٹلی *
بزاں یاد کر مرد اپنا چلی

چھجے کے اُپر مرد اُس کا یَنکات[1]
او بیٹھیا تھا لے یک سہیلی سنگات

چھجے پاس جا کر لگای نظر
او مشغول تھا پھر نہ دیکھیا اِدھر

خجل ہو پھری واں تے دل میں انکڑ
بُلای او دوتی کوں کہت پاؤں پڑ

کہی جا کے لیا توں کَتی تھی جسے
قبولوں گی میں جو دیکھوں گی اُسے

گئی بیگ دوتی نے اُس مرد پاس
کیا تھا جنے اُس سہیلی کی آس

دیئی جا کے در حال اُس کوں خبر
قبول تُجے او سہیلی سندر

کَہیا جان پھر کر دوتی کوں بی یُوں
اول نئیں قبول اِتا کیا کروں

---

(۱) (ج) ع . نِجھا دیکھتی مرد اپنا یکات ـ

کَہیا، کام اب کیا او آتی ہے بس
ٹلا اُس کے ہنگام کا رنگ رس [1]
ہوے پھول باسی تو کُئی سر نہ بھاے
سو کے تاڑ پھل نا کسے کام آئے
کھاوے کھان تازا تو دستا ہے بھوک
او باسی ہوے پر کرے تن کوں روک
جو کُچ ہے سو تازا وو دِستا ہے خاص
او باسی ہوے پر کرے گھوڑ پوراس
کَہیا یوں اُنے سو ہوئی نا اُمید
میں اس تے کتی ہوں تجے سو یو بھید
۶۳۰ تو کیا یوں چھرالی ہو کرتی غُصَا
کیتی آج توں دشمناں کا ہنسا
سُنی بات مینا، کہی سُن اے مای
تو سچ مان میری سُلکّھن سودائی
کُڈھنگی سَتی او تھی بد خصلتی
بُرے کام میں جی اپس کا رکھی [2]
جو کُئی ہٹ کرے سامیاں کے سنگات
کہو، کیوں زمانا اُسے دیوے ہات

---

(۱) یہ شعر صرف (ج) (د) (ی) میں ملتا ہے - (۲) مطابق (ج) -

نہ چل سے یو ھٹ اُس پیارے انگے
کہو ، کون دنیا میں اس تے سگے
یو اس تے گوای سَتیاں میں کُڈھنگ
کیتی اپنے پیوسوں ، اُنے نام ننگ
ھمیں او سَتیاں ھیں نصوحا نظر
کیا تھا جو او ایک ناری اُپر[1]
او ناری شہر میں ستی نیک تھی
اپس پیو پہ ہر دم فدا جیو تھی
اُسی دھات اُس کا کیا تھا سو پیو
رھیا تھا اُسے آکو ھونٹاں میں جیو
نصوحا نے دوتی کوں دکھلا کے آس
دیا بھیج لانے کوں اُس نار پاس
٦٤٠ دیکھی نار ، نا بات کس سوں کری
ابُلتی اتھی نین انجھواں جھری
پھری دیک دوتی نصوحا کے دھیر
کہی آکے اے بادشاہ بے نظیر
سَچیں ، دِن اُجالا ھوا اُس پو شام
روے باج دیگر نہ دِستا ھے کام

(۱) مطابق (د) ، (الف) ع . کیا تھا جو یک طلب داری اپر (؟) -

موکی ہو، اشارت سوں کرتی ہے بات
کہو کیا چلے بے خبر کے سنگات

نہیں عشق، نا عقل کا اُس میں گیان[1]
نہ کھانا نہ پینا نہ کس کا ہے دھیان

کَہیا، ظلم سوں لیا اُسے بیگ تو
نہیں تو کردوں تُج کوں تُکڑے، مکر

پھری واں تے دوتی او کرنے ہلاك (؟)
نکل تن سوں اُس کے گیا روح پاك

رکھے شرم جس کا سو او ذو الجلال
سکے ظلم کرنے کوں کس کا مجال

بزاں آکے دوتی کہی اُس کے پاس
مُوی او سَکی، توں کیا جس کی آس

صندل ست کے لکڑیاں کا اوٹھا ڈھگار[2]
لگای اُسے غم کی تازی انگار

کَہتی رُخصتی کا مِرُوتی چَڑی
دیے کے اُپر جا پتنگ ہو پڑی

سُنیا سو نصوحا او غُصّے میں آ
تُرت اُس گھڑی اُس کا مُردا منگا

---

(۱) (ب) ع . کہ نا عشق نا عقل نا اُس میں گیان ۔ (۲) (ف) ع . صندل سنگ او تن لکڑیاں کا ڈھنگار ۔ (۳) (ج) (ی) ع . رکھی نئیں دوجے کو لیایك گھڑی ۔

فضاحت سوں کرنے منگیا عیش یوں
ہوا ایک آواز واں غیب سوں

اے ناپاک کرتا ہے کی آ کے سنگ
کہ جلنے کو منگتا ہے اُس پر پتنگ

سُنیا سو او لرزیا و توبت کیا
اَمَر دل منے لیا فراست دھریا

کُڈھنگی کی نا بول ہمنا کوں بات
ہمن میں وہی ستونتیاں کا ہے دہات[1]

سُنی بات دوتی، کہی سُن پری
یو ست ہر کسی پر خرابی کری

کرے جیو اُپر گھات، یا تن کو زیاں[2]
دُنیا میں نہ رکھنا جوانی کوں راں

پیا بن سو کیوں سیج بھاتی تجے
یکیلی کوں کیوں نیند آتی تجے

نہ رکھنا ہے دو دِن کی دنیا میں لاج
صُبا کرنے کا کام کرنا ہے آج

کہی سُن کے مینا توں کرتی ہے جہات
تو سچ کھول کر بول تیری تو بات

---

(۱) (م) ع. ہمن پر سدا ستونتیاں کا ہے ہات - (۲) مطابق (ب) (د) (م) -

کری تھی ـکتے مرد توں آج لگ
جو مُج کوں کرو کر پڑی ہے بلگ
سُنی بات دوتی، کیتی کُچ نہ لاج
بَرے یوں بیتی، یو قبولے گی آج
کہ نھن پن میں دو چار، مجانی[1] میں دس
بُڈی ہوی اِتا یاد[2] آتا ھوس
سُنی بات اس کی، سکی مُسکٹی[3]
مِٹھے دو لَبد کھول یوں بول اٹھی
اگر دود میں بی پی اَچھتی ترا
تو ہر کیوں تو بی جیو پِھرتا مرا
منجے ماں بغیر دُود تیرا حرام
پی اچھتی تو کرتی حرامیں کے کام
کہ ماں باپ پر فرض ھے چار بات
جو فرزند کے حق میں کرنا جہات[4]
اول نیک کا دُود اس کوں پِلائیں
دوجا، دیك اشراف کے سنگ لائیں
ھے تِسرا، سِکانا اُسے حق کی بات
بھی چوتھا، اُچانا ادب کے سنگات

(۱) (د) بڑپن میں دس ـ (۲) (ب) (ن) پھر کو آتا ھوس ـ
(۳) (ج) (ی) ع . سُنی بات ست کی ستی مُسکٹی ـ
(٤) (ب) ع . جو بیٹیاں کے حق میں سو کرنا جہات ـ

اگر نئیں تو اُس کے طرف تے اُنے
فضیحت ہووے دین دنیا منے
بِرانے مَـرَد پر جو کـرتی نـظـر
اُسی کام تے جائے دوزخ بِہتر
دنیا میں بُرا نئیں ہے کُچ اِس تے کام
جو کُئی ہے حرامی سو کرتی حرام
مری ماں یو سب جانتی تھی تمام
پِلائی نہیں دُود تیرا حرام
توں لخشا ہے تُجُ کوں نہیں لاج یاد
جو دیکھی ہے توں کَس جَنیاں کا سواد
وفادار ہے سو وہی نار ہے
وفا نئیں تو پیو اُس تے بیزار ہے[1]
مرے سَت کے دریا کا لورک غَوَّاص
نہ لے سے کُئی اُس باج موتیاں کی راس
پرت کا مرے دھن پو بیٹھیا ہے ناگ[2]
سکے کون لینے کوں، تن میں ہے آگ[3]
مرے سانس کوں جان جیپال سار *
جلاؤں تجے ہور ترا سب[4] شَہَار

---

(۱) (ج) (د) ع . اُسی نار پر پیو کا پیار ہے ـ (۲) (د) (ی) کال ـ (۳) (د) (ی) ع . سکے کون لینے کوں کس کی مجال ـ (٤) (د) (ن) شہریار ـ

کرے قرب جس کا ہے تُج پر کرم
کروں آہ تو ہوے بادشاہی بھسم
کہی پھر کو، اے دوزخی نار توں
جنم اس عمل میں گرفتار توں
خدا تُج سے راضی، نہ راضی رسول
جیتے جیو دوزخ کری توں قبول
دوتی سُن، شَرَم تے اَپس میں گلی
بزاں ہو کے شرمندی پھر وئیں چلی
سُنی بات دوتی، چلی ہار مان
اَچنبا ہوا سُن کے باتاں دیوان
دیکھیا شاہ تدبیر چلتا نہیں
چُھپے ٹھارتے او نِکل بہار وئیں
دونو ہات تے شاہ تسلیم کر
کَیا، توں مری ماں، ترا ہوں پسر
کَیا، اے سکی میں ہوں فرزند ترا
بَخَش توں جو کُچ ہے سو تقصِر مرا
نِکل واں تے او شاہ آ تخت پر
لکھیا سات قولاں کا فرمان کر
دیا ہات قاصد کے جلدی چلا
لکھیا ہور لورِک کوں بھیجا بُلا

چلیا دھونڈتا قاصدی اُس کے تئیں
سو پایا اُسے یک شہر میں کہیں
لکھیا او دیا شہا کا اُس کے ہات
دیکھیا سوچ لورک چلیا اُس کے سات
لورک ہور چندا دونو مل چلے
او منزل بہ منزل ولسے در ولے
کتک دیس بعد از کوں آئے وہاں
خبر سُن کے مینا ہوی شادماں
جب آیا او لورک اپس شاہ کن
کُھلے جیوں کہ ساری دلاں کے چمن
بزاں شاہ اپس گھر کوں مینا کے جا
پھریا واں تے اُس نار نر کوں ملا
کیا اپنی بیٹی کوں اُن سنگسار
مُنڈا سیس دوتی کوں بھایا بہار
گدھے پر اُسے سار کر شہار میں
پھرایا ہر یک ٹھار بازار میں
عجب کھیل ہے ایسے کرتار کے[1]
کُھلے پھول مینا کے آدھار کے

---

(۱) مطابق (ب) ۔

چُڑیا آس مینا کی او ذوالجلال

دیکھت سَت، مِلا کر او کیتا نہال[1]

وہی سَت دیا ہور زحمت دیا

مشقّت دیا ہور راحت دیا

کیا نظم قصے کا نابات گھول

دیکھو چُوک یاراں تو راکھو نہ بول[2]

بَڑے فہم داراں میں ہوں کم فہام

کَیا ہوں یو نادانگی سوں تمام

غواصی کمینے پو کرنا نظر[3]

دعا حق سوں منگنا مرے حق اُپر

ہوا نظم یو ناؤں سوں سب تمام[4]

بحق محمد علیہ السلام

(۱) (ب) ع. رکھیا ست جتن کر، کیا اُس نہال۔ (۲) (ی) (ف) ع. سُنو خوب یاراں نزاکت کے بول ۔ (۳) (ب) ع. غواصی پو کرنا کرم کی نظر ۔ (٤) (ب) ع. ہزاراں دروداں، ہزاراں سلام ۔

ضمیمه

ذیل میں مخطوطات (ب) اور (ن) کے وہ زاید اشعار درج ھیں، جن میں سے بیشتر کا تعلق پیر کے کردار سے ھے، اور جن کے متعلق راقم نے یہ رائے ظاھر کی ھے کہ یہ الحاق ھیں، اور کسی فروتر ذھن کی پیداوار ھیں۔ ان میں سے متعدد حصے ایسے ھیں جنھیں متن میں شامل رکھا جائے تو یہ قصے کی دوسری تفصیلات سے بھی متصادم ہوتے ھیں۔

مرتبہ متن کے شعر ۱۲۲ کے بعد یہ اشعار ملتے ھیں:

اپس پیر کے تئیں سو گھر کوں بلا
قـدم پر بـلا دور ھـو کر پـلا
کہی یوں تو لورك نے کیتا ھے کرم
اتا مُجھ سمالے تو ھوتـا ھے کام
بلا دور قدماں پوتے جیو مرا
میں پکڑی ھوں سب پیر کا آسرا
نکو ڈر کہے پیر اللہ ھے دیـك
دعا میں کروں گا ترے حق میں نیك
ولیکن توں اپنی شرَم کوں سنبھال
بغیر پـیر کنئیں بی نـہ دوڑا خیال

خدا تج پو راضی اچھے گا مدام

بحق محمد علیہ السلام

اپس پیر سوں راز کی بات کر

رھی او اپس کے سو گھر کی بھتر

وِدا ھو چلے پیر مینا ستی

کتک وقت بعد از کوں آئی دوتی

شعر ۲۱۲ کے بعد:

او لورك گیا تو بلا گئی مری

میں قدماں اُپر پیر کے من دھری

منجے پیر میرے اتاریں گے پار

وھی منج رکھے دو جہاں میں ھُشیار

ولیکن مَرَد کوں دیا تھا خدا

ھمارے تے ھونا نہ تھا او جدا

شعر ۲۵۳ کے بعد:

مجے مرد کا کچھ نہیں ھے گماں

مرا پیر ھادی سوں ھے جیو ایماں

بلا دور اپس پیر پرتے جو میں

رکھنہار ھے شرم ابرو کے تئیں

عقل ہور حیا آبرو شرم کا
نگہبان ھادی ھے ہر وقت کا
ھے مشہور یو بات پر من دھروں
شرم آبرو چھوڑ میں کیا کروں
کتے ھیں اول ھور آخر کے لوگ
ھنڈی ایک لیویں تو دیکھیں کے ٹھوک
لورك ہیرے میں کچھ نہ دستا خلاف
جہاں کی سہیلیاں میں ھے او صراف
یو مینا سوں دوتی سُنی جب بچار
لگی پھر کو رونے وھیں زار زار
کہی سُن یو ناداں صاحب جمال
کہاں کے فقیراں کا رکھتی خیال
یو پیراں فقیراں خدا کے ولی
انو کو کھلانا پلانا بھلی
انو کو جو کچھ خیر دینا مدام
دعا ان کی لینا ھے ہر صبح و شام
کہ یو کچھ کھلانے پلانے کے نئیں
کہ یو کچھ پنانے اُڑانے کے نئیں
یو مینا ستی سُن کو یوں لھؤ گھوئی
اپس میں اپے آپ جل کر اٹھی

اری سُن تو ناچیز گندی کُڈھنگ
کرے پل میں نا بود . . ننگ
محمد نے جس کوں سو عزت دیے
دنیا دین کا اوچ لذت لیے
دنیا دین ھیں ان کے باندی غلام
نہ دھرتے انوں دین دنیا سوں کام
ہمیشہ رکھے عشق ربّی ستے
او ربّی ستے ہور مربّی ستے
مربّی کوں معبود کر جان توں
مربی کوں معشوق کر مان توں
انوں حق میں حق ہو کو رہتے اھیں
ھمن سار کے پار اتارے اھیں
بے ایمان بد بخت ناپاک ھے
خدا کی لعانت سدا تج کوں ھے

شعر ۲۶۱ کے بعد:

ترا یار تج سوں وفادار نئیں
وفادار نئیں ہور غم خوار نئیں
دیا چھوڑ لورک نے تج ناؤں کوں
ترے ناؤں کوں ہور ترے ٹھاؤں کوں

او چندا ستی مل کو نت ذوق پاے
ترا یاد اُس دل میں ھرگز نہ آے
سکیاں سہیلیاں نے لگیاں پیو کے گل
سو پیاروں لگاتیاں ھیں سینا چکل
میں لیاتی ھوں ماہ جان چاتر سجاں
توں مل بیٹ کر یک گھڑی اس پچھان
تو نادان ھے تج کوں نئیں فام کُچ
تو اس وقت سمجے گی او لاب کُچ
کتی تھی جتے بول دوتی سنوار
یو سن کر کہی پھر اسے ست کی نار
کہی کٹنی کوں توں اری بے شرم
نہ رکھتی ھے کس دھات اپنا بھرم
برے بو نہ راضی رسالت پناہ
جو بولیا بُرا کُئی اُسے لئ گناہ
مری شرم نازک ھے شیشے ستی
بُرا بول ھے سخت تیشے ستی
مرا سخت سینا ھے الماس تے
کہ سہتی ھوں میں دوکھ آکاس تے
منجے ست کا سنگار ھے جگ منے
بھریا ھے مرا ست رگے رگ منے

نکو بوج توں منج دِوانی ہو خام
ھے لورک بنا منچ سہاوے حرام
کبھی یوں، اے مینا چنچل گُن بھری
کہ میں آس دھرتی ہوں لاکھاں تری
جوانی منے توں لہو گھوٹتی
تجے دیکھ کر میں سبی سُدھ سٹی
ترا دکھ سنی جو سٹی کان دھر
تو پانی ہوا گَل کو میرا جگر
تو سنگار اپس کوں تو منج ہوے سُکھ
تو میلی رہے تو مجے ہوے دکھ
ترے لب میں دستے ہیں امرت جھرے
پلاوے تو امرت جوانا مرے
سمج تو ترے میں ذرا کُچ نہیں
ھے اوجھڑ پنے کا سمج تیرے تئیں

شعر ۳۹۹ کے بعد:

ولیکن مرے پیر ھادی ہوتے
یو جیو جان قربان کی اُس پوتے
سبی ذوق میں پای ہوں پیرتے
دنیا دین کے شاہ گنبھیرتے
مجے مرد کا کچ نہیں ھے گماں
رکھی ہوں مرے پیو ہو سانت ایماں

مَرَد کوں کہے ہیں جو نیم خدا

کہے پیر کوں دیک نبی مصطفٰے

نبی پیر مانند ہے اور بی (؟)

اسی پر میں ایمان راکھی سبی

بلا دور میں پیر کے قدماں پوتے

اُسی ناؤں پر میں ہوی ہوں سے

شعر ۴۰۱ کے بعد:

تو ذرّا نہ ہوے کس پو میرا خیال

مرے جیو میں ہے پیر کا پھر جمال

او لورك مرے سر پو احسان کیا

قدم پیر کے مُنج کوں پکڑا دیا

یہی آسرا منج کوں یو بس ہوا

قیامت تلک منج اُپر جس ہوا

شعر ۵۲۷ کے بعد:

شہر تھا بڑا خوب دیکھی نجھا

جو دیکھی موا شہر کا بادشا

ملے ہیں خَلَق بہوت اس چوك میں

اُچا ہار ہاتھی لیا سونڈ میں

کھڑے خلق مبہوت ہو اس کنے

لی پھرتا ہے ہاتھی بنھا گل منے (؟)

که ایسے میں دیکھیا اُسی نار گوں
گلے ھار بھایا اُسے پیار سوں

دیکھیا اس شہر کا او حکمت وزیر
دیا تخت اس کوں سو او باتمیز

خدا نے دیا بادشاھی تمام
کیے سب سپاھی اسی کوں سلام

او بھیجی نبی پر درود و سلام
بیٹھی راج کرتی اُنے صبح و شام

ان اشعار کے بعد (ب) اور (ن) میں، دوسرے تمام مخطوطات کے مطابق، یہ شعر ملتا ھے:

لگی رھنے اس ٹھار او استری
لگای دوکان ایک سوداگری

شعر ۵۸۱ کے بعد:

نبی کے مریداں میں تھی یک مرید
او بھی نیک بخت ھور نعمت مزید

یکا ایک ایک دن محمد نبی
چلے لے کو اپنے مجالس سبھی

چلے آے او پاک دامن کے گھر
سنی سوچ قرباں ھوی سربسر

بچھای صَدر ہور بچھانے تمام
نبی آکو بیٹھے اسی کے مقام
پڑی جا کو قدموماں پو ثابت کمال
مریداں منے تھی او صاحب جمال
شفقت ھوا دل نبی کا تمام
کہ رو رو کہی سب ہوا اب ارام
کہ میری مرید، تُج پو کیا حال ھے
کہی جیو میں حضرت کا مُنج خیال ھے
جداں سوں میں دیکھی مبارک قدم
اسی عشق میں مست ہوں دم بدم
چشَم کھول رحمت سوں دیکھے نبی
مریدی میں بستا ھے ذات ربی
دیکھے عشق اُس کا عجب پاک ھے
بلا کر گلے لیا کو بوسا دیے
اپس گود میں اُس کوں بسلا ے کر
رکھے دست مبارک سر کے اپر (؟)
کہے سب حقیقت کا سارا کلام
کہے راز سب معرفت کا تمام
او خلوت تے فارغ ہوے جب نبی
کھلاے ھیں الوان نعمت سبی

خوش حالی سوں بیٹھے تھے مجلس منے
یکایک اسے کر آ، مَیت سامنے

کہے اے محمد رسول خدا
کہ عرفان کی بات میں یو موا

یو ہے پوت پیارا اسی نار کا
تمارے مریداں میں سردار تھا

نبی اٹ چلے و ئینچ خلوت منے
بیٹھے آکو او پاک دامن کنے

اُسے کُچ خبر یو نہ تھی پوت کی
چڑھی تھی او مستی اُسے ذات کی

و لیکن نبی نے کہے یو خبر
او فرزند تمارا موا ہے ککر

نبی نے کہے جاؤ اس کوں بلاو
پکڑ دست بیٹے کا منج پاس لیاو

دیے لا کو بیٹے کوں اس دم منے
پکڑ دست لیائے نبی کے کنے

نبی نے کہے یوں کہ صاحب جمال
دیا پوت تج کوں اپے ذوالجلال

یو فرزند تجے آرزانی اچھو
قیامت تلک یو نشانی اچھو

نبی نے تو سجدا کرے شکر کا
که سجدے میں آیا او غیبی ندا
تمارے مریداں میں ثابت یقیں
که بخشیا انوں کوں دنیا هور دیں
دنیا دین هیں اُن کے باندی غلام
بهشت میں کرو بادشاهی مدام
که ایمان پر دیک حق یوں کیا
موا تھا پھرا کو اُسے جیو دیا
که ماں پوت کوں پھر مِلا کر تمام
پھر آے نبی واں سوں اپنے مقام
میں اُس تے مناجات کرتی هوں آج
ملے گا او لورک مرا رای راج
نِیت کوی ثابت رکھے پیر پر
اوهی دینهارا هے اس کا اَجر

شعر ۶۰۰ کے بعد:

کسی بات میں او سو آتی نهیں
کسی فند میں دل گماتی نهیں
او ناری مرید هے بڑے پیر کی
بهت عشق رکھتی هے اس پیر کی
که اُو پیر اُس کے درو نے بسے
کسی کا مَکر واں نه چلتا دِسے

اُسے پیر دن رات ہے پُشتی بان
ہمہ وقت اُس پر او ہے مہربان
بہت فند سوں میں نے سمجھای تھی
و لیکن اَپَس ٹھار ہشیار تھی
اُنے پیر پر بھوت رکھتی ہے خیال
بسیا اُس کے جیو میں انوں کا جمال
وسیلا اُسی پیر کا ہے اُسے
کہ دن رات او پیر دل میں بسے
نِیَت اُس کا ثابت ہے اُس پیر پر
تو اس پر نہ چل سے ہمارا مکر
نگہبان جس سر اُپر پیر ہے
اُنے دین دنیا میں گنبھیر ہے

شعر ۳۳٦ کے بعد بے ربطی کے ساتھ یہ اشعار ملتے ہیں :

کہ یو کام میرے سوں ہونے کا نئیں
مروں گی تو منج کوی رونے کا نئیں
کہ مرنا قبولی ہوں درگاہ میں
ولیکن تو مت آ مری راہ میں
مرے پیر کا حکم ہے اس وضا
شَرَم پر سوں جیو کوں توں کرنا فدا

تو اُس کا اَجَر ھے خدا کے نزیک
دنیا میں اُسے مان ھوے ادیک

شعر ٦٥٠ کے بعد :

دیئی او سکی جیو ست کے بدل
کھڑیا او نصوحا پو مشکل کُبل
نصوحا چلا دیکھنے کوں وھاں
نبی آکو بیٹھے اتھے اُس مکاں
اُسی وقت گھا بر . . . واں ھوا
کھڑا شرم سوں جوں که جیتا موا
ولیکن اپس جیو میں یوں کھا
که دیدار اُس کا مُجے نئیں ھوا
که اُس گور کن آج میں جاؤں گا
اسے گور میں جا گلے لاؤں گا
ادھی رات کو اٹھ چلا گورکن
که دیکھوں بدل جوں کی اس گو رکن (؟)
چلا کھود نے قبر نیت پکڑ
نبی آکو بیٹھے تھے اُس گور پر
دیکھا جوں جمال مبارک نبی
دٹا کر کھے اُس کوں حضرت نبی

اے مردود آیا ھے کی گور پاس
که معلوم ھوا ھے ترے دل کا آس

شعر ۶۸۲ کے بعد :

سو اتنے منے پیر از غیب او
یکائیک پیدا ھوے دیک او
سو ویسے میں دوتی بی پھر جای کر
بلا لیای ھے بادشاہ کوں مکَر
او ستونت دیکھی نظر کھول کر
آیا بادشاہ آپنے گھر بہتر
کہی یوں که ستونت ھادی رسول
مری آہ درگا میں کرنا قبول
دیکھیا بادشاہ سو ھوا بے خبر
لرزتا پڑیا او زمیں کے اُپر
یکتے وقت بعد از کوں ھشیار ھو
پڑیا پیر کے جا کے قدماں پو او

ان اشعار کے بعد (ب) اور (ن) میں دو اشعار (۶۸۴ ، ۶۸۵) ملتے ھیں؛ اور پھر یه اشعار :

مرے پیر ھو صاحب العظمتی
رکھے ھیں نظر منج اُپر رحمتی
اٹھا ھات دونوں مناجات سوں
الٰہی کی درگاہ میں حاجات سوں

مرا جیو قربان تج ناؤں پر
که لولاک کلمه هے جس شان پر
سو تسلیم کر بادشاه اُس کے تئیں
رضا دے اِتا پھر کو جاتا هوں میں
اِتا جا بُلا بھیجتا هوں تمام
که چندا او لورك کے تئیں اس مقام
که میں بادشاهی نه کر سوں اِتا
که تقصیر مری یه بخشے خدا
رضا دے کو بولی وهیں ست کی نار
کیا جا خدا تج گناهاں سو پار

شعر ٦٩٤ کے بعد :

که چندا و لورك نے مل کر تمام
که ستونت کے جا کو پکڑے قدام
قدم پڑ کو بولے که اے نام دار
ترا ست خدا نے رکھیا برقرار
بزاں بادشاه هور سارے بشر
ملے آ کے ستونت کے گھر بِھتر
ملے مجلسیاں هور وزیراں تمام
سلح دار سردار میراں تمام
بزاں بو قصا سب کہے کھول کر
او لورك و چندا سُنے سربسر

کہا یو سمجاتی مری نار ہے
دو عالم منے یو تو اوتار ہے
کہا بادشاہ نے او لورک کے تئیں
کہ ہادی ہدایت زبردست کے تئیں
انو سوں شَرَم او ستی کی رہی
پتی ورتا ناریاں میں او رمل رہی
کہ از غیب سوں او اپے آن کر
بچاے شَرَم ہور ابرو مگر
بزاں پھر چلیے واں سے مجلس تمام
کہ اُس پیر ہادی کنے خاص و عام
کہا بادشاہ نے اے کامل سریر
اِتا تم مجھے اپنا کرنا فقیر
دیا بادشاہی سو لورک کے تئیں
مبارک اچھو اس یو چندا کے تئیں
اسی وقت او بادشاہ ہو فقیر
چلیا وئیں سو مکّہ مدینہ کے دھیر
او کٹنی کوں اس وقت سنگبار کر
منڈا سر کو بٹھلا گدھے کے اُپر
شہر کے گلیاں میں پھرا خوار کر
کہ چھوڑے لے جا کر پرای نگر

او ستونت سکی نے پھرا بھیاؤ کر
ملائی او لورك و چنـدا مکر (؟)
سکل بـادشـاهی حوالـے کیـے
مُلَك مـال هور تخت ان کو دیے
او ستـونت بـولی پیـا نـامـدار
اچھو بـادشـاهی تجھـے برقـرار
سدا فتح و نصرت سو توں راج کر
یو چندا مبارك تج کوں مکر (؟)
که یو مال هور ملك کی آس کر
لے کر گئیے هیں چندا کوں تم سربسر
مبارك هے تم کوں مُلَك مال یو
مبـارك مجھـے پـیر کا دلـق یـو
مرے پر بخش کر کرو تم کرم
مبـارك اچھو تم کو لاکھاں حرم
کہا، اے سکی تو کرے گی سو کر
ولے منج پو رکھنا کرم کی نظر
کہی، اے پیا جیو کے پیارے تمیں
همیں هـور تمیں عـاقبت میں ملیں
همارے نصیبـاں میں اِتناچ تھـا
زیـاده نه تھـا هم کو اِتنـاچ تھـا

یو دنیا کا جینا ہے چند روز کا
کہ جینا تو ہے عاقبت کا بقا
او اِتناچ کم کر ھوی او فقیر
او ستونت ناریاں میں کامل سریر

شعر ۷۰۲ کے بعد نسخہ (ب) میں یہ اشعار بھی ملتے ہیں :

کرم کی نظر رکھ کم و بیش سوں
کرو پرورش اُس دل و جان سوں
بنانے کا منبج میں نہ تھا کُچ دماغ
دعا بزرگاں کی کیا تازا باغ
شتابی سوں لکھنے کوں آوے ہوس
پڑنہار کوں پھر کو آوے اُمس

فرہنگ

(الف)

اَبھال : بادل

اَپ بھاوتی : خود پسند

اُپجنا : پھوٹنا، اُگنا

اَپروپ : بے مثل، نایاب

اتا : (۱) اتنا، اِس قدر (۲) اب، فی الوَقت؛ (۳) ذرا

اتال : اب، اِسی وقت

اُجڑیا : خانماں برباد

اُچانا : اٹھانا

اَچپل : چاق و چوبند، شگفتہ خاطر، خوش طبع

اَدِک : زیادہ

آس کاٹی : بد بخت، نامراد

اُلنگنا : حد سے تجاوز کرنا

آمنا : امان

اَنبل : امبِل

اَنجن : سرمہ

اَندکار : اندھیرا

او پٹنا : جڑ سے اکھاڑنا، قطع تعلق کرنا

اوتار : کوئی غیر معمولی نیک یا ممتاز مرد یا عورت، اعلیٰ

اودسا : بد قسمتی، بد بختی

ایلاڑ : اِس طرف، کم تر

(ب)

بار : (۱) باری، خدا؛ (۲) بہار؛ (۳) دشوار

بارکش : چرواھے کی لکڑی یا درانتی (؟)

بالے بال دُود پھٹنا : ایک بدعا (کسی کے روئیں روئیں پر عذاب کا نازل ہونا)

بائیں : باولی

بجر : پتھر

بِچھانا : بچھونا

بختاں پُھٹی : پھوٹے نصیب ، بد بخت

بَد شکال : بد یسگال

بَدل : (۱) لیے ، واسطے ؛ (۲) بادل

بُرا ماننا : افسوس کرنا ، غمگین ہونا

بِرانا : بیگانہ

بَرے : بارے

بَزان : بعد ازاں

بسراٹ : بھول

بَلا دور کرنا : قربان کرنا

بَل پانا : موقع پانا

بِلکنا : گڑگڑانا

بندا : غلام

بول را کھنا : حرف گیری کرنا نکتہ چینی کرنا

بول لیانا : حرف لانا ، الزام دھرنا

بھار : (۱) باھر ؛ (۲) بہار

بھڑکل : قلعہ کا بڑا دروازہ جس پر لوھے کی برچھیاں لگی ھوتی تھیں ، تاکہ ھاتھی ان سے ٹکرائیں تو زخمی ھو جائیں

بَھگنا : سیر ھونا ، تھك جانا

بِھنگار : سونا

بھوگ : لطف ، لذت ، خوشی

بھی : پھر

بیسك : بیٹھك

بینی : بغیر آرائش کے باندھا ھوا بالوں کا جوڑا جو اس بات کی علامت ھے کہ عورت بیوہ ھے یا اس کا شوھر غائب ھے ۔

(پ)

پا پنی : پاپن

پارکھی : پرکھنے والا

پاڑنا : ڈالنا ، پھینکنا

پاٹراں : سیڑھیاں

پتی ورتا: وفادار، نیک اور شوہر پرست عورت

پچھونڈے بندنا: مشکیں کسنا

پدک: جگنی، لاکٹ کی ایک قسم

پرم، پڑم: موٹا کپڑا(؟)

پشتانا: پچھتانا

پورنا: پورا کرنا

پھانٹا: شاخ

پھانڈی: پتھر

پھٹانا: بھیجنا

پھٹیا: پھٹا ہوا

پھر کر، پھرا کر: لوٹا کر، جواب میں

پیڑی: کٹھولا

پیسنا: داخل ہونا

پیکا: پیسہ

(ت)

تٹ: فصیل

تجار: تاجر (غالباً یہ لفظ ملک التجار کا مخفف ہے)

تجارا: تاجر

تجنا: کھولنا

تدھاں: تب

ترنگ: گھوڑا

تشریف دینا: اعزاز دینا، تحائف دینا

تلک: ایسے میں

تلہار: تلے، نیچے

تو: اس وقت، ایسی صورت میں

تیئں: تو

(ٹ)

ٹھکی ہونا: متحیر ہونا

ٹھگ فنداں: مکار، عیار، چالاک

(ج)

جالنا: جلانا

جان: جوان

جپنا: دھیان لگانا

جدھاں: جب

جو: بیوی

جہات: جدوجہد، کوشش

جُھٹے: بے حاصل

جَھل: جذبہ، شدید جذبہ، گرمی، چمک

جیپال: سادھوؤں کا ایک فرقہ جس کی بددعا کی تاثیر مشہور ہے۔

جیو دان دینا: جان بخشی کرنا، حیات عطا کرنا

جیو ہونٹاں منے آنا: جان لبوں پر آنا

(چ)

چاُتر: تیز، دانشمند، چُست وچالاک، طرحدار

چٹ پٹی: بے چینی، اضطراب

چُک: ذرا

چَند: چاند

چندر رین: چاندنی رات

چندوٹی: سر پر باندھنے کا معمولی کپڑا

چوالا: ٹاٹ کا ٹکڑا (؟)

چھان: چھان بین، تحقیق

چھبیلا: خوب صورت، حسین، چمکیلا

چھرالی: تندخو، غصیلی

چھند: مکر و فریب، ناز و غمزہ

چیرا: پتھر

(خ)

خبردار: مخبر، خبررساں

خرچ باٹ: سفرخرچ، زاد راہ

(د)

داب: دباو، رعب، وقعت

داٹ: شدید، گھنا، گنجان

دارو: بارود

درحال: اسی وقت

دَرونا: دِل

دَسَن: دانت

دل دوڑانا: آمادہ ہونا، خواہش کرنا

دنبال پڑنا : پیچھے پڑنا، دق کرنا

دند : دشمنی

دندسارنا : دشمنی نکالنا

دنیا دار : خوش حال ، صاحب حیثیت

دوتی : پیام رساں عورت ، دلاله ، کٹنی

دوراهی پهرانا ، دوهای پهرانا : حکومت کا اعلان کرنا

دوسنگ : برا ساتھ

دهانا : تیزی سے آگے بڑھنا ، جھپٹنا ، حمله کرنا

دهنکڑا : معمولی اوڑھنی ، چادر

دهیر : طرف

دیوٹ ، دیوٹی : چراغ ، مشعل

(ڈ)

ڈانک : ٹانکا

(ر)

راس : ڈهیر

راکهنا : رکھوالی کرنا ، دیکھ بھال کرنا

ران : بنجر زمین

رَچنا : بنانا ، گھڑنا ، جمانا

رُخن : رُخ

رنج دینا : جسمانی آزار پہنچانا

روشنائی : روشن ، صاف

(ز)

زار زار بات کرنا : طراری کے ساتھ گفتگو کرنا

زایاں : ضائع

زرباف : زربفت

زرزری : زرین ، زرکار

(س)

ساج : سازوسامان

سار : مانند

سامی : (سوامی) ، آقا ، شوهر ، محبوب

سانت : بسنت رُت

ستونت : نیک ، ایماندار ، باعصمت

سٹنا: ڈالنا، گرانا، چھوڑنا، ختم کرنا، ترک کرنا

سُجات: اچھی ذات کا، اچھے خاندان کا

سجان: عقل مند، سمجھ دار

سچوٹی: سچائی، ایمانداری، وفا داری

سُمراس: جوش وجذبہ کے ساتھ

سُرگ: بہشت

سلا: (۱) پتھر؛ (۲) ہتھیار

سمایا پڑنا: وقت آپڑنا، برا وقت آنا

سمایا کھڑا ہونا: مصیبت آپڑنا

سَنپات: دُکھ، روگ

سورات: حرص

سوگڑ: خوش وضع، حسین، سُگھڑ

سُہایا: حسن، دلربائی، رعنائی

سیم: کھیت

(ش)

شہار: شہر

شبینا: رات کا پہرہ

شکنا: شک کرنا، پس و پیش کرنا

(ص)

صفا: پاکیزہ، مقدس

صرصری باؤ: باد صرصر

(ع)

عاروس: عروس

(غ)

غُلبُلا: غلغلہ

غم خوار: غمزدہ، غمگین

(ف)

فام: (دیکھیے فہام)

فحشا: فاحشہ

فرزند: بیٹا، بٹی

فِکیر: فکر

فند: دھوکہ، فریب

فہام: فہم

(ق)

قاصدی : قاصد

(ك)

کال : (۱) کالا ناگ ؛ (۲) دشمن

کُبَل : سخت ، دشوار ، دشوار گزار

کِتك : کتنے ایك ، کئی ایك

کِتك دن پچھیں : کچھ دن بعد ، کئی دن بعد

کِتك دن کوں : کچھ دن بعد ، کئی دن بعد

کُچلا کرنا : کچومر نکالنا

کَداں : کب

کِرا : کا

کِرتار : کرنے والا ، بنانے والا ، خالق

کَلا کرنا : ڈھونگ رچانا

کمینا : ناقص ، خام

کنتھا : کتھا ، کہانی

کُنجر : ھاتھی

کوٹال ، کونٹال : پُر فریب

کوشاں : جوتیاں

کہان : کہانا

کہاندا : کندھا

کُہساٹ : کھوسٹ

(گ)

گار : سفید پتھر

گَل : گلا

گَلنا : پگھلنا ، گھلنا

گَمانا : وقت گزارنا ، دل بہلانا

گُن ندھان : صاحب اوصاف

گَوا : گائے ، بیل ، بھینسا

گوڈڑا : گدڑی

گورو ، گرُو : گائے ، بیل ، مویشی

گہالنا : پھینکنا ، تباہ کرنا

گہانے : گھنے

گَہٹ : (۱) جسم ؛ (۲) سخت ، مضبوط ؛ (۳) مصمم

گھوڑ پر گونہراں رولنا : گھوڑے پر موتی رولنا ، فضول اور بے حاصل کام کرنا

گھونگڑی : گدڑی ، کمبل
گیران پکڑنا : گرہن لگنا

(ل)

لانا : لگانا
لاگ : سعی ، کوشش
لَبد : ہونٹ
لوچنا : چمکانا ، زیب دینا
لهار : لہر
لهؤ : گھونٹ پینا
لَئی : زیادہ ، بہت زیادہ
لیانا : لانا

(م)

مانڈنا : پھیلانا ، قائم کرنا ، بنانا
مِٹھای : مٹھاس
مِرونا : جلوس کی شکل میں چلنا ، اکڑ کر چلنا ، ناز و انداز سے چلنا
مسخراگی : تمسخر
مُسکٹنا : مسکرانا
مَکر : مکّار
مکرزن : دلالہ ، کٹنی
مُلازا : ملاحظہ
مَنا : منع
موڑ : کونپل
مونڈاسا : عمامہ ، پگڑی
موکا : گونگا
مہتری : سرداری ، بزرگی
مِیت ، دوست ، محبوب

(ن)

نِپَٹ : پوری طرح سے ، حد درجہ ، بہت زیادہ
نت : مسلسل ، ہمیشہ
نِچھل : خالص ، اصلی
نِدان : آخر کو ، آخر کار
نَزک : نزدیك
نِسنگ : تنہا ، راست ، سیدھا
نگر گھٹ : بے حس
نِمن : مانند ، مشابہ
نَوا : نیا
نوشو : نوشہ

نَوَل : نیا ، نوجوان ، حسین ،
کمیاب ، عجیب
نھاٹنا : بھاگنا
نھاسنا : بھاگنا
نھسلانا : دوڑانا ، دُور کرنا
نَھن پن : بچپن
نھنواد : ننھا
نھی : ننھی ، معصوم ، بے گناہ
نیلك : ایک قیمتی کپڑا (؟)
نِیم : اصول ، مسلمۂ حقیقت

(و)

واہ : آہ
وائیلا ھونا : فارغ ھونا
وفائی : وفا
ولے درولے : محلہ در محلہ ،
منزل بہ منزل

وھام : وھم
وَئیں : وھیں ، اسی وقت ،
اسی جگہ

(ھ)

ھات چڑنا : ھاتھ لگنا
ھات دینا : سہارا دینا ،
دستگیری کرنا
ھانك : (۱) چیخ ، (۲) شہرہ ،
چرچا
ھَلوك : آھستہ سے ، چُپکے سے
ھنسا : ھنسی
ھنگام : موسم ، فصل کاٹنے کا
موسم ، موزوں وقت ، شباب

(ی)

یکیلا : اکیلا
ینکات : تنھای ، خلوت
یھانت : اھانت

کلامِ معظمؔ بیجاپوری

بتصحیح و تقدیم

ابو النصر محمد خالدی

استاد شعبۂ تاریخ، عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد دکن

۱۹۶۵ء

ایک دوسری مثنوی موسوم به گلزار چشت[1] میں برھان الدین غریب متوفی بارہ صفر سنہ سات سو اڑتیس ھجری کا[2] ذکر کرتے ھوے کہتے ھیں:

سچا پیر برھان ھے دست گیر
بدوں کو اپس سوں کیا دست گیر

دیکھو بادشاہ یہ ھندوستان کا
سو اس باغ بستاں گلستان کا

کہتے نام اس کا ھے اورنگ زیب
او مقبول حق کا ھے بے شک و ریب

لیا شہ کی گنبد کا آکر پناہ
برکت سوں حق، شہ کے بخشے گناہ

یعنی محی الدین اورنگ زیب عالم گیر نے شہ کی گنبد کا پناہ لیا مراد یہ ھے کہ اس کی لاش برھان الدین غریب کی درگاہ کے احاطہ میں دفن کی گئی۔ اس سے ظاھر ھے کہ محی الدین عالم گیر کی وفات کے وقت یعنی

---

(۱) فہرست اردو مخطوطات کتب خانہ (مختاریہ) سالار جنگ صفحہ سات سو پچاسی فہرست میں "چشت" کی بجائے جنت سہو نظر ھے۔ (۲) روضۃ الاقطاب: محمد رونق علی۔ لکھنو ۱۳۴۹ ھجری ص۔ ایک سو پینسٹھ۔

اٹھائیس ذیقعدہ سنہ گیارہ سو اٹھارہ ہجری میں معظم بقید حیات تھے۔

ان دو مذکورہ اندرونی شہادتوں سے ثابت ہوا کہ معظم کا زمانہ گیارھویں صدی ہجری کا قریباً نصف آخر اور بارھویں صدی کا ثلثِ اول ہے۔

معظم کو بیجاپور کے مشہور بزرگ امین الدین اعلی متوفی چوبیس رمضان سنہ دس سو پچاسی ہجری سے [1] بیعت تھی۔ چناں چہ خود معظم نے اپنی نظموں میں متعدد بار اس کا ذکر کیا ہے۔ یہاں صرف چند ابیات بطور مثال نقل کی جاتی ہیں [2]:

امیں سا تجھے دیکھ مرشد ملا   تو مشہود ہو تجھ کو شاہد ملا
شجرۃ الاتقیاء

اب جا تو بی بیجاپور   ہے پور وہاں شہ پور
رسالۂ وجودیۃ

وہاں امین علی ہے پیر   ہے روشن دیکھ ضمیر
ایضاً

مرے پر یہ سب راز کھولے امیں   حقیقت انو کا یہ بولے امیں
گنج مخفی

---

(۱) روضۃ اولیائے بیجاپور (اردو ترجمہ) سیف اللہ رائچور ۱۳۱٤ ہجری صفحہ ایک سو بائیس۔ (۲) فہرست اردو مخطوطات کتب خانہ مختاریہ۔ ص۔ ایک سو ننیاوے اور آگے۔

معظم نے جس جس صنفِ سخن میں اپنے افکار، بزرگوں کے حالات یا فنِ تصوف کے مسائل قلمبند کئے ھیں ان سب میں امین الدین اعلی کے ساتھ ساتھ یا ان کے بغیر "قادر" کا ذکر بھی کیا ھے اور اس کا التزام کیا ھے کہ کوئی مقطع بغیر لفظ "قادر" نہ لکھا جائے۔ ذیل میں اِدھر اُدھر سے چند مقطعے بطور نمونہ نقل کئے جاتے ھیں[1]:

مجھ کو امیں علی نے قادر سے کر مشرف
بولے اتا معظم تجھ پر وصالِ دستا د

عاشق معظم تب ھوا دیکھا ولایت سر بسر
قادر کتے القاب ھے اس حیدر کرار کا د

تو شیر ھے حق کا کتے قادر محی الدین ھے
والی معظم کا دیکھو شاہِ جیلانی ھوا د

---

(۱) دیوان۔ خانگی نسخہ بصورت بیاض اور دیوان مخزونہ کتب خانہ مختاریہ۔ ملاحظہ ھو فہرست اردو مخطوطات۔ ص۔ تین سو بیاسی۔ دیوان کا ایک نسخہ انجمن ترقی اردو علی گڑھ میں بھی ھے۔ ملاحظہ ھو۔ اردو ادب۔ بابتہ سنہ ۱۹۵۳ء
"نظم سی حرفی" کے لئے ملاحظہ ھو: فہرست اردو مخطوطات مختاریہ صفحہ دو سو اکتالیس اور فہرست اردو مخطوطات ۔آصفیہ۔ جلد سوم ص ۲۹۰۔
فہرست ادارۂ ادبیات اردو ج ٤ ص۔ ۹۲۔

هوا ترلوک پر غوغا کہ ثانی آیا یوسف
نویلا لال قادر شہ صورت لے سب پیمبر کا

قصیدہ

قادر ہے نام شہ کا کیا اسم ہے مسمی
کر مجھ کو پنج ہزاری معظم دیا لقب د
ہے پیر تیرا تو قادر
او حاضر اور ناظر

رسالۂ وجودیہ

حیدر ہے نام شہ کا قادر جسے کہتے ہیں
عاجز ہے کر معظم کرتا ہے او معاف د
قادر نے سن شعر یہ بولا مجھے معظم
محرم ہے راز سے تُو تیرا ہے قال نازک د
سمجھا معظم شہ کو حیدر آپس قادر ہے یہ
تب دیکھ کر خلقت اسے بندہ ہے اکثر بولتے د
لام الف مل یک ہو آیا، کیوں کر کھولا جاوے
قادر جس پر کرم کرے راز رموزا پاوے

نظم سی حرفی

ان مثالوں سے ظاہر ہے کہ معظم نے "قادر کا لفظ کہیں علی بن أبی طالب کرم اللہ وجہ کے لیے استعمال کیا ہے کہیں شیخ عبد القادر جیلانی کے لئے اور کہیں

اس طرح کہ ”قادر“ اور ”حیدر“ ایک ھی مسمی کے دو اسم ھیں اور کہیں امین الدین اعلی کے کسی ایسے خلیفہ کے لئے جن کے نام کا ایک جز قادر تھا۔

اس آخر الذکر بیان سے ذھن امین الدین اعلی کے ایک خلیفہ عبدالقادر لنگا کی (لنگ بند بکسر لام) طرف منتقل ھوتا ھے۔ اگر ایسا ھے تو پھر ماننا پڑے گا کہ معظم کے مرشدِ بیعت تو امین الدین اعلی ھی تھے اور قادر مرشد تربیت جنھوں نے امین الدین کے حکم پر معظم کے مراتبِ سلوک و مدارج معرفت اپنی نگرانی میں طے کرائے اور یہ بیعت وارشاد کی تاریخ میں ھرگز کوئی نئی بات نہیں ھے۔

فی الحال ھمارے یہاں کوئی ایسا تحریری وثیقہ نہیں ھے جس کی بناء پر معظم یا قادر کے سوانح حیات کا کوئی جزئی واقعہ ھی متعین طور پر بتایا جا سکے۔ خوش قسمتی سے معظم کے پیش نظر کلام کی نوعیت ایسی ھے کہ اس سے استفادہ کرنے کے لئے اس کے مصنف کے سوانح معلوم کرنا ناگزیر بھی نہیں ھے۔

دکھن کے قدیم اردو شاعروں کے کلام کا مطالعہ اردو زبان کی تاریخ اور اس زبان سے متعلق دوسرے فنون کی ترتیب کے لئے یقینا اساسی اھمیت رکھتا ھے مگر

سب کچھ اتنا ھی نہیں ھے کیوں کہ دکھن کے مسلمانوں کی تہذیبی و فکری تاریخ کو سمجھنے اور ھو سکے تو اس کو مرتب کرنے کے لئے بھی دکھنی کلام کا مطالعہ ناگزیر ھے۔ بسا اوقات ادبی و علمی نوشتوں سے وہ معلومات حاصل ھوتے ھیں جو سیاسی تاریخوں میں تجسس و تلاش کے بعد بھی نہیں ملتے۔ اس لحاظ سے اگر کوئی شخص معظم کے کلام کو اس کے زمانے کی تہذیبی تاریخ کا ایك ماخذ یا مصدر قرار دے تو غالبا غلط نہیں ھوگا۔

معظم کے کلام کا بیشتر حصہ خالص صوفیانہ حقائق و معارف پر مشتمل ھے اس لئے اس سے اور اسی طرح کے دوسرے قدیم صوفیانہ کلام سے معنوی استفادہ اسی وقت زیادہ کارآمد ھو سکے گا جب کہ تصوف کے مبادیات اور دکھن کی تاریخ تصوف سے بھی کم از کم اجمالی واقفیت بطور پس منظر پیش نظر رھے۔

معظم کا جتنا کلام اس وقت پیش ھو رھا ھے اس کے لحاظ سے مقدمہ میں ان دونوں عنوانوں کا اجمالی بیان بھی اپنے اور قارئین کے احساس تناسب کو مجروح کئے بغیر ممکن نہیں اس لئے ان موضوعوں پر دار المصنفین اعظم گڈھ و ندوۃ المصنفین دھلی سے چھپی ھوئی کتابوں کی صرف اشارہ کر دینا ھی کافی ھے البتہ صوفیوں کے منظوم کلام کے چند نمایاں اوصاف جیسے ایجازِ بیان و معنوی گہرائی

وغیرہ کی مختصر وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے۔

"ابتدائے ما آخر ہر منتہی است" مطلب یہ کہ فلسفیوں کی عقل و خرد جس منزل پر آکر رُک جاتی اور آگے بڑھنے سے درماندہ و عاجز ہو رہتی ہے وہیں سے صوفیوں کی غور و فکر شروع ہوتی ہے بوہلۂ اول مذکورہ مقولہ شاعرانہ تعلّی یا کمزوری کی ڈینگ معلوم ہوتی ہے لیکن جو لوگ فلسفیانہ مضامین کی گہرائی و گیرائی اور ان کے طرز بیان کی مشکلوں سے واقف ہیں وہ بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ روحانی اسرار و رموز کا ادراك کرنا اور پھر اس کو قابل فہم طریقہ سے بیان کرنا کتنا دشوار کام ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ صوفیوں کا موضوع سخن اتنا دقیق، گہرا اور نازك ہوتا ہے کہ مروجہ زبان و بیان اس کی ترجمانی کرنے سے قاصر رہتے ہیں اس لئے صوفیوں کا کلام بعض اوقات ابہام سے گزر کر اغلاق کی سرحد میں داخل ہو جائے تو کسی کو تعجب نہ ہونا چاہیئے۔

علاوہ بریں یہ بھی یاد رہے کہ اکثر صوفیہ کے یہاں شعر ابلاغ علم کا نہیں بلکہ محض اخراج جذبات کا ایك حسین ذریعہ ہے۔ اس نقطہ نظر کی وضاحت کے لئے ایك مثال پر غور فرمائیے۔

عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود متوفی سنہ اٹھانوے ہجری ایك جلیل القدر تابعی ہوئے ہیں آپ کا شمار

مدینه منورہ کے نہایت ممتاز فقہا میں ہوتا تھا۔ شاعری میں
بھی آپ کا درجہ اپنے ہم عصروں سے کم نہیں تھا۔ جب
آپ کے بلند پایہ و دلکش اشعار کی شہرت ہوئی تو کسی
نے طنزاً پوچھا: حضرت! بایں ہمہ تقوی و ریاضت و زہد و
ورع شعر گوئی چہ معنی؟ آپ نے فرمایا: ان المصدور لا بد
ان ینفث (۱) جس شخص کا سینہ بھر جائے اس کا کھانسنا
کھنکارنا ضروری ہے (۲) مطلب یہ کہ ہجوم افکار و ہیجان
جذبات کو کوئی کب تک اپنے سینے میں دبائے رکھے
انہیں باہر نکلنے کی راہ دینی ہی پڑتی ہے۔ عام آدمی ایسے
وقت بے تکی باتیں کرتا ہے موزوں طبع شعر کہتا ہے۔
صوفیا کا خیال بھی کم و بیش ایسا ہی تھا وہ سمجھتے ہیں
کہ جوش عشق و مستی زیادہ دیر تک سینے میں گھٹ کر

---

(۱) یہ واقعہ متعدد عربی مصادر میں مذکور ہے ہمارے زمانہ سے قدیم ترین اور عبید اللہ کے زمانہ سے قریب ترین حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو: البیان و التبیین ۔ جاحظ م ۲۵۰ ۔ مصر ۔ سنة ۱۳۶۷ ۔ ج ۱ ص ۳۵ ۔ اسی طرح کے ایک اور واقعہ کے لئے دیکھئے ۔ الجامع لاحکام القرآن ۔ قرطبی ۔ تفسیر سورة الشعراء ۔ مصر ۔ سنه ۱۳۶۳ ۔ ج ۱۳ ۔ ص ۱٤۸ (۲) یہ عربی طرز تعبیر ہے ۔ اردو میں ایک شاعر نے اسی سے ملتا جلتا مفہوم اس طرح ادا کیا ہے ؎

دم گھٹا جاتا ہے اس تنگ مکان میں اے دل!
ہاں تڑپ اور کہ تسکین ذری ہوتی ہے

نہیں رہ سکتا اس لئے اس کا باہر نکلنے کے لئے بے چین رہنا بالکل فطری ہے ۔ شدید جذبات کی گھٹن سخت تکلیف دہ انقباض پیدا کرتی ہے ۔ شعر گوئی سے یہ انقباض دور ہوتا اور ہیجان کی جگہ سکون و قرار قائم ہوتا ہے ۔ ظاہر ہے کہ ایسی شعر گوئی کا مقصد تعلیم و تلقین نہیں ہوتا ۔ اس کے لئے دوسرے ذریعے ہیں ۔ اسی طرح صوفیوں کی شاعری سخن سنجوں کی آفریں و نفریں سے قطعاً بے نیاز ہوتی ہے ۔ ان کے لئے بحر و وزن کا قالب جوش و سرمستی کا ذریعہ اخراج ہے نہ کہ ذریعہ ابلاغ ۔ ایسی صورت میں ان بزرگوں کو صرف و عروض و نحو کے پیچ در پیچ قاعدوں سے بھلا کیا واسطہ ۔ یہ تو صاف کہتے اور برملا کہتے ہیں ۔

شعر می گویم بہ از آب حیات

من نہ دانم فاعلاتن فاعلات

اور اگر بند و قید سے آزاد رہنے والے بزرگوں کو اپنے بے پایاں شوق و مستی کے اظہار کے لئے دکھنی جیسی زبان اختیار کرنی پڑے جو اپنے ارتقاء کی ابتدائی منزلیں طے کر رہی تھی تو پھر ان کے کلام کو سمجھنے میں جو دشواری پیش آئے گی اس کے لئے قاریوں کو پہلے ہی سے اچھی طرح تیار رہنا چاہیئے .

گفتار عشق و عقل

آپ جانتے ھی ھوں گے کہ اکثر صوفیہ کے نزدیک خود شناسی اور خدا شناسی کی منزل پر پہنچانے والا قریب ترین راستہ عقل نہیں بلکہ عشق ہے - وہ کہتے ہیں کہ تعلیل و تعقل کی پھیر میں نہ پڑئیے کہ ؎

پائے استدلالیاں چوبیں بود   پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

اور راہ نمائے عشق کا یہ کہتے ہوے استقبال کیجئیے:

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما

اے طبیب جملہ علت ھائے ما

چوں کہ ہر فرد کی علت بھی قدرتاً جدا جدا ھوتی ہے اس لئے اس کا مداوا بھی ایک ھی طرح کے عشق سے نہیں ھوتا اس کی وجہ سے قدر مشترک ھونے کے باوجود ہر صوفی عشق کی وھی صورت اختیار کرتا ہے جو اس کے موافق مزاج ہے - اسی لئے تو کہا گیا ہے کہ ع

عشق ہے ابن السبیل اس کے ہزاروں مقام

اس صورت واقعہ کی بنا پر اگر کوئی شخص ہمارے صوفی معظم کے متعلق یہ سوال کرے کہ ان کے عشق کا کونسا مقام ہے؟ تو اس کا جواب خود انہوں ھی نے مندرجہ ذیل مثنوی کے ذریعہ دے دیا ہے - اس میں انہوں نے

بتایا ہے کہ: انسان کے دو پیدائشی ساتھی ہیں عشق و عقل، عقل کہتی ہے: انسان آزاد و بے لگام نہ رہے بلکہ پابندی قبول کرے، علم حاصل کرے، اللہ کی عبادت اور مخلوق کی خدمت کرتے ہوئے ہمیشہ سرگرم عمل رہے۔ عشق کا تقاضہ ہے: انسان یار کے درشن میں محو رہے، وصل کی لذت میں گم ہوجائے، عزلت اختیار کرے اور عمر بھر سرمست و متوالا رہے۔

معظم نے عشق و عقل کے تقابلی تقاضوں کی صرف ترجمانی کرنے پر اکتفا کی ہے۔ دونوں میں توازن یا توفیق پیدا کرنے کی کوئی راہ نہیں سجھائی اور نہ واضح طور پر یہ بتایا کہ کونسا داعیہ قوی تر ہے۔ اس طرح توفیق یا ترجیح کا فیصلہ قاریوں پر چھوڑ دیا ہے کہ وہ اپنے اختیار تمیزی سے کام لے کر اپنے سفر حیات میں جس کو چاہیں اپنا رفیق آپ منتخب کرلیں۔ لیکن اس غیر جانب دارانہ موقف کے باوصف ذرا غور سے دیکھئے تو ان کا رجحان صاف نظر آرہا ہے اور ان کا سارا کلام اس کی تصدیق کر رہا ہے کہ ؎

جب عقل کہی اٹھ معظم کام کر

اور عشق کہتا قادر سے مل آرام کر

تو انہوں نے عشق ہی کے مشورہ کو قبول کیا اور "قادر"

سے ملنے کے بعد آرام کرنا ھی پسند کیا۔ جب کبھی استغراق و محویت سے بیدار و ھوشیار ھوے تو انھوں نے اپنے کلام کے ذریعہ ھر سننے والے کے کان پر یہ بات ڈالی کہ ؎

جز یار کچھ دیکھو نکو جنت بھی کُئی گر دے تجھے
دونوں جہاں سے رخ پھرا، دلبر سے دل لانا بھلا

اس طرح وہ اپنا تعارف آپ کرا دیتے ھیں پھر زبان حال سے بے تکلف فرماتے ھیں کہ اب جس کا جی چاھے میری طرف اپنی پینگ بڑھائے اور جس کا جی نہ چاھے وہ اپنا شوق کہیں اور پورا کرے۔

جن لوگوں نے معظم کا ساتھ دیا ان سے تو ھم کو سروکار نہیں البتہ بحیثیت ایک متعلم تاریخ ھمیں یہ جاننے کی خواھش ھے کہ معظم کے جن ھم عصروں نے ان کی اس تلقین پر توجہ کی کیا وہ اپنے معاشرہ کے لئے اچھے ثابت ھوے یا برے؟ دونوں جہاں سے رخ پھرانے والوں کی روش انسانیت کے لئے مفید تھی یا مضر؟ اور آیا آرام لینے کے مجوزہ طریقہ نے زندگی کو خوش گوار بنایا یا ناگوار؟ راقم الحروف کا خیال ھے کہ جب تک معظم اور ان جیسے بہت سے بزرگوں کے کلام کا ایک معتد بہ حصہ منظر عام پر نہ آجائے ان سوالوں اور ان کے جوابوں کو کسی اور وقت کے لئے اٹھا رکھئے اور فی الحال یہ دیکھئے کہ اس مثنوی

کا ادبی وفنی حیثیت سے کیا درجہ ھے کیوں کہ اس وقت تو ھم اس کا مطالعہ ایک ادب پارہ کی حیثیت ھی سے کر رھے ھیں۔

نفظی و معنوی حیثیت سے اردو زبان کا خمیر جن کلاسیکی زبانوں سے وجود میں آیا ھے ان میں سنسکرت وھندی سے تو میں نا بلد ھوں اسی لئے کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ آیا وھاں بھی کبھی عشق و عقل ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ھوے ھیں یا نہیں۔ عربی شاعری میں عشق وعقل کی رزم آرائی کا منظر تو دور و نزدیک کہیں بھی دیکھنے میں نہیں آیا مگر فارسی شاعری میں عشق وعقل کی پیکار کا نقشہ کئی شاعروں نے کھینچا ھے۔ یہ موضوع زیادہ تر طویل مثنوی کے ایک جزو کی حیثیت سے ملتا ھے۔ اس سلسلہ میں فارسی ادب کے مورخوں نے سنائی (متوفی پانسو پینتالیس) کے عشق نامہ وعقل نامہ کا ذکر بار بار کیا ھے۔

دکھنی شاعروں میں شاید سب سے پہلے محمد قلی قطب شاہ نے مستقل طور پر اس عنوان کی تحت ایک غزل لکھی تھی لیکن اس میں عشق و عقل کے تقابل سے متعلق صرف ایک ھی بیت ھے (دیکھئے دیوان مطبوعہ صفحہ تین سو سترہ)۔ البتہ ملک الشعراء نصرتی نے ''گلشن عشق'' میں اس موضوع کا حق جس اعتدال، باریک بینی، خوبی و فصاحت سے ادا کیا

ھے وہ باوجود مرور ایام بے عدیل و بے نظیر ھے ۔ اس کے دیکھنے کے بعد معظم کی درج ذیل مثنوی نسبتاً بہت فروتر معلوم ھوتی ھے لیکن شاید مختصر اور رواں دواں ھونے کی وجہ سے یہی مثنوی زیادہ مقبول ھوئی جس کا اندازہ اس طرح ھوتا ھے کہ قریبا چالیس سال پہلے کی بات ھے کہ میرے ایک استاد مرحوم شرف الدین، مدرس مدرسۂ دینیہ مسجد میاں مشک اپنے کھلنڈرے شاگردوں سے ذرا خفا ھوتے تو ظرافت آمیز طنزیہ لھجہ میں کہتے:

تجھ عقل کہتی عالموں سے یار ھو

اور عشق کہتا علم سے بے زار ھو

افسوس ھے کہ اب میرے یہاں کوئی ایسا ذریعہ نہیں ھے جس سے یہ معلوم ھو سکے کہ مرحوم کو آیا صرف یہی ایک شعر یاد تھا یا اس کے کچھ اور اشعار بھی ۔ چوں کہ مرحوم صوفی بھی تھے اس لئے خیال ھے کہ شاید انہیں اور بھی شعر یاد ھوں ۔

بہر طور سوائے روانی کے اس مثنوی میں اور کوئی فنی خوبی نہیں معلوم ھوتی مگر جیسا کہ آگے معلوم ھوگا معظم کا دوسرا کلام ایسا معمولی درجہ کا نہیں ھے بلکہ اسلوب وبیان کے اعتبار سے وہ اپنا ایک نمایاں مقام رکھتا ھے ۔ اردو غزل میں سب سے پہلے شاید انہیں نے کثرت

سے تصوف کے مضامین باندھے اگر ایسا ہے تو اردو ادب کی تاریخ ان کا فضل تقدم تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔

کلام معظم کی جزوی جزوی اشاعت کے سلسلہ میں گفتار عشق و عقل کو اسی لئے مقدم رکھنا ضروری تھا کہ اس کی حیثیت ان کے کلام کے تعارف یا پیش لفظ کی سی ہے۔

اس مثنوی کا ایک نسخہ، نسخہ الف، اس بیاض سے منقول ہے جو میرے ایک دیرینہ کرم فرما نے مجھے مستعار عنایت فرمائی تھی۔

دوسرا نسخہ، ناقص الأول والأوسط، نسخہ ب، ادارۂ ادبیات اردو میں محفوظ ہے۔ ملاحظہ ہو ادارہ کی فہرست مخطوطات جلد اول صفحہ دو سو پینسٹھ۔

قصیدہ

معظم نے جس جس صنف سخن میں طبع آزمائی کی ھے ان سب میں انھوں نے تصوف کے مسائل بیان کئے ھیں یا پھر اپنے سلسلہ کے بزرگوں کی کرامتیں۔ حسب پسند یا حسب محل و موقع کہیں اس فن کے صرف چند مسائل سے ھی تعرض کیا ھے اور دوسرے مسائل ترک کر دئے ھیں اور کہیں بعض مسائل کی طرف اشارے کنائے کرتے ھوے دوسری جانب نکل گئے ھیں البتہ صرف ایک قصیدہ ایسا ھے جس میں انھوں نے اپنے طریقہ کی تعلیم کے جملہ افکار و اعمال مکمل طور پر بیان کر دئے ھیں - بعض صوفیوں اور فقیھوں وغیرہ کے طریقے کے پیش نظر ایسا معلوم ھوتا ھے کہ معظم نے خود ھی یا اپنے کسی رفیق کی فرمائش پر اپنے پیر بھائیوں کے لئے اپنے سلسلہ کی تعلیم کا ایک مجمل لیکن جامع خلاصہ منظوم کردیا ھے تاکہ جو لوگ تفصیلات میں پڑے بغیر پوری تعلیم و طریقۂ تعلیم سے واقف ھونا چاھیں وہ اس قصیدہ پر ایک نظر ڈال لیں اور راہ سلوک طے کرنے کا ارادہ کرنے والے مبتدی اس کو حفظ کر لیں شاید اسی وجہ

سے معظم نے اس میں قصیدہ کے قدیم سے چلے آنے والے اجزاء جیسے تشبیب و گریز وغیرہ کی پابندی کرنی غیر ضروری سمجھی اور قصیدہ کو طول دینے کی بجائے مطلع ھی میں بتا دیا کہ ع محبّو! فرض ھے بوجھنا امر اللہ اکبر کا، اور آگے صرف اکیس ابیات میں تصوف کا لب لباب پیش کر دیا۔ اس طرح اس قصیدہ کی حیثیت گویا ایک ایسے متن کی ھے جس کی تشریح و تفسیر کے لئے اور کئی نظمیں لکھی گئیں۔ حقیقت یہ ھے کہ معظم کے پورے نظام فکر کو سمجھنے کے لئے یہ قصیدہ اجمالی تعارف کا کام دیتا ھے۔ اس کو ان کے کلیات کا ایک ایسا منظوم مقدمہ تصور کیجیے جس میں انھوں نے مختصر طور پر وہ سب کچھ کہ دیا ھے جس کو انھوں نے دوسرے اصناف سخن میں تفصیل سے بیان کیا ھے۔ موضوع سے متعارف ھو جانے اور مقدمہ دیکھ جانے کے بعد معظم اپنے قاری سے بزبان میر یہ کہہ سکتے ھیں کہ: (بتصرّف)

دیکھا تو ھوگا نظر مبارک سے حال میر
اس پر بھی جی میں آئے تو دل کو لگائیے

قصیدہ پر نظر ڈالتے ھوئے یہ واقعہ یاد رھے کہ تصوف جیسے دقیق، قدیم و وسیع فن میں اصطلاحوں کی

بہتات لازمی ہے خلاصہ میں اس کی کثرت تو نا گزیر ہے چناں چہ اس قصیدہ میں بھی اصطلاحیں اتنی زیادہ تعداد میں آئی ہیں کہ اکیس ابیات کا قصیدہ صرف اصطلاحوں کا مجموعہ معلوم ہوتا ہے۔ ایسے الفاظ بھی اصطلاحی معنوں میں استعمال ہوئے ہیں جو بظاہر اصطلاحیں نہیں معلوم ہوتے مثلاً زاھد کے معنی صرف حرص و لالچ ھی کا ترک کرنے والا نہیں بلکہ اس میں خدا کی یاد سے اپنی غفلت کو دور کرنے اور اپنی ھستی کے شعور کو ترک کرنے والے کے بھی ہیں۔ وقس علیٰ ھذا۔

راقم الحروف کا خیال ہے کہ اس قصیدہ کے موجودہ قاریوں میں شاید ھی کوئی ایسے بزرگ نکلیں جو تصوف کو اس ذریعہ سے سمجھنا چاہیں۔ اسی حسن ظن یا سوء ظن کی وجہ سے قصیدہ میں آئی ہوئی اصطلاحوں کی تشریح ضروری نہیں معلوم ہوتی۔ جہاں جہاں قرآنی آیتوں کا ذکر آیا ہے ان کے مکمل حوالے درج کر دئیے ہیں اور اگر بفرض محال کسی صاحب کو اس قصیدہ میں بیان شدہ تصوف سے دلچسپی ہو اور وہ اس میں آئی ہوئی اصطلاحوں کے معنی متعین کرنا چاہیں تو وہ معظم سے قریب تر زمانہ کے ایک بزرگ محمد حیات متوفی بارہ سو اکاسی ھجری کے رسالوں سے رجوع کر سکتے ہیں جو اردو (دکھنی)

میں لکھے گئے ھیں - ان کے بائیس رسالے "مصباح الحیات" کے نام سے کئی مرتبہ چھپے ھیں - ھمارے سامنے وہ نسخہ ھے جو بمبئی سے سنہ تیرہ سو سولہ میں چھپا تھا -

اس قصیدہ کا متن جن دو مخطوطوں پر مبنی ھے اس کی تفصیل یہ ھے -

الف : کتب خانہ مختاریہ (سالار جنگ) میں معظم کی ایک مثنوی "گنج مخفی" کے چار نسخے ھیں - ان میں سے ایک نسخہ وہ ھے جس کا نشان ھاشمی مرحوم کی فہرست میں دو سو اکتالیس اور اسی کتاب خانہ کے دار المطالعہ میں رکھی ھوئی قلمی فہرست میں ایک سو انچاس ھے اور یہ نسخہ فن تصوف میں شامل ھے - اس نسخے میں جہاں "گنج مخفی" کا متن ختم ھوتا ھے وھیں سے یہ قصیدہ شروع ھوتا ھے - (اور پھر قصیدہ کے اختتام پر "الف نامہ" شروع کیا گیا ھے - یہ بھی معظم کی ایک نظم ھے جس کا صحیح نام "نظم سی حرفی" ھے - اس میں جملہ اٹھائیس ابیات ھیں - حروف تہجی کے اعتبار سے ھر بیت ایک نئے حرف الف، ب و ت الخ سے شروع ھوتی ھے - اس کے دوسرے نسخوں کی تفصیل اس کی اشاعت کے وقت کی جائے گی) -

ب: قصیدہ کا دوسرا نسخہ معظم کے دیوان (ناقص) میں ھے۔ دیوان کا یہ نسخہ کتب خانہ مختاریہ میں ھے۔ ناقص جلد بندی کی وجہ سے اوراق الٹ پلٹ ھو گئے ھیں۔ رکابوں سے سلسلہ ملایا جا سکتا ھے۔ ملاحظہ ھو فہرست ھاشمی صفحہ ۳۸۳ -

استقامت متن کے سلسلہ میں درج ذیل رموز استعمال کئے گئے ھین:

خت: خارج از تقطیع -

خك: خطائے کتابت -

ضش: ضرورت شعری -

گنج مخفی

اگر آپ نے معظم کا قصیدہ دیکھ لیا ہے تو پھر آپ کو ''گنج مخفی'' (چھپا خزانہ یعنی راز حیات و سرّ کائنات) سے متعارف ہونے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی کیوں کہ اس میں انہیں باتوں کی توضیح کی گئی ہے جو اجمالاً قصیدہ میں بیان کی گئی تھیں۔ اس میں نصاب تصوف کی توضیح تو فی الجملہ مختصر سی ہے مگر اس کے تعلیم پانے والوں کی خصوصیتیں تفصیل سے بتائی گئی ہیں کہ جب سالک شریعت و طریقت کی راہ پر چل پڑتا ہے تو اس کی کیا حالت ہوتی ہے، حقیقت و معرفت تک پہنچتا ہے تو کیا کیفیت ہوتی ہے۔ منزل ناسوت و ملکوت و جبروت و لاہوت میں اس پر کیا کیا احوال طاری ہوتے ہیں اور دوران سلوک میں ہر ہر منزل پر جو کئی کئی مقام آتے ہیں وہاں اس کا قیام کیسا رہتا ہے وغیر ذلک۔

مثنوی کی ترتیب و تنظیم پر غور کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ حمد و نعت و مدح و منقبت تک شاعر کا جوش کسی نہ کسی حد تک آداب شاعری کو ملحوظ

رکھ سکا لیکن چھبیس ستائیس ابیات کے بعد ہی جوش کی فراوانی نے سارے حدود توڑ دیئے اور نظام مضامین درھم برھم ہو گیا۔ مصرعوں اور بیتوں کی روانی کا یہ عالم ھے کہ جب تک نظم ختم نہیں ہو جاتی کہیں رکاؤ ٹکاؤ کی نوبت ھی نہیں آنے پاتی اور خواہ کچھ سمجھ میں آئے یا نہ آئے قاری آخر تک پڑھتا ھی چلا جاتا ھے۔

معظم نے آخر آخر میں فرمایا ھے:

امر پر نبی کے یہ کھولا ہوں میں
یہ سب ڈیڑھ سو بیت بولا ہوں میں۔

معظم جیسے صوفی شاعر کے طبعی جوش و خروش پر امر نبی نے وھی کام کیا جو سمندِ شوق پر تازیانہ کیا کرتا ھے۔ چناں چہ انہوں نے چھپے خزانے کے دروازے بلا تاخیر جلد جلد کھول دیئے۔ دیکھنے یا داخل ہونے والے جدھر سے چاھیں جیسا چاھیں داخل ہوں اور اپنے اپنے ذوق و ظرف کے مطابق بہرہ ور ہوں۔

گنج مخفی کا متن جن نسخوں کی مدد سے مرتب کیا گیا ھے ان کی تفصیل یہ ھے۔

نسخہ الف: کتب خانہ مختاریہ (سالار جنگ)۔ ملاحظہ ہو فہرست ھاشمی صفحہ دو سو۔

نسخہ ب: ادارۂ ادبیات اردو۔ دیکھیے فہرست جلد اول صفحہ ایک سو اڑتالیس۔ نیز جلد سوم صفحہ دو سو اکاسی۔

یہ نسخہ ناقص الاول ہے ۔ اس کی ابتداء وہاں سے ہوتی ہے ۔ جہاں دوسرے نسخوں میں بیسواں شعر یعنی ع دیکھو حق سوں رہتے اپیں بے نیاز ۔ الخ ہے ۔

ج : کتب خانہ مختاریہ ۔ دیکھیے فہرست ہاشمی صفحہ دو سو ۔

اس نسخہ کا عنوان ''گنج مخفی'' کے ساتھ ساتھ آزاد نامہ گفتار معظم بھی لکھا گیا ہے ۔

د : ایضا صفحہ دو سو ایک ۔

ھ : " " "

موجودہ متن کی ترتیب میں ان پانچوں نسخوں سے استفادہ کیا گیا ہے ۔ ان کے اختلاف قراءت حاشیہ میں بتا دئے گئے ہیں ۔

ملحوظہ : انجمن ترقی اردو علی گڑھ کے مخزونہ اردو مخطوطوں کی ایک نہایت معمولی برائے نام سی فہرست انجمن کے سہ ماہی رسالہ ''اردو ادب'' بابتہ سنہ ۱۹۵۳ ء (؟) میں چھپی ہے ۔ اس میں ''آزاد نامہ معظم'' نامی ایک مخطوطہ بھی بتایا گیا ہے ۔ اور بلا تعین مصنف ''گنج مخفی'' نامی و عنوان بھی لکھے گئے ہیں ۔ وضاحتی فہرست کا مدت سے انتظار ہے ۔ اس کے چھپ

جانے کے بعد ہی متعین طور پر کچھ کہا جا سکے گا کہ آیا یہ وہی آزاد نامہ یا گنج مخفی ہے جو یہاں شائع کیا جا رہا ہے یا یہ کوئی اور ہی کتابیں ہیں۔

عزیز کریم جناب معین الدین صاحب عزمی سلمہ نے مخطوطوں کے پڑھنے وغیرہ میں راقم الحروف کی غیر معمولی امداد کی۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

ابو النصر محمد خالدی

۲۷ محرم سنہ ۱۳۸۵ ھ

۲۹ م - ۵ - ۱۹۶۵ ع

گفتار عشق و عقل

از

معظم

(بحر رجز مسدس سالم)

۱ مجھ حق دیا ہے پیار کر دیکھ یار دو
اك عشق دوسرا عقل ہے دلدار یو

۲ مجھ عقل کہتی علم پڑھ لکھنے کو سیکھ
اور عشق کہتا درس کا جا مانگ بھیك

۳ مجھ عقل کہتی عالماں سے یار ہو
اور عشق کہتا علم سے بیزار ہو

٤ مجھ عقل کہتی صوم اور کرنا صلات
اور عشق کہتا حق سے مل پانا نجات

الف میں ہر جگہ عقل کا فعل مذکر لایا گیا ہے یعنی عشق کہتا اور عقل کہتا۔

۱ - ب = ندارد۔

۲ - ب = مجھ عقل کہتی علم پڑھ لکھنا سیکھ۔

٤ - ب = ندارد ۔ الف میں اس کے بعد صرف ایك مصرع یوں ہے:

عقل کہتا قصد کر دینا ملا

پھر اس کو زیر خط کر دیا گیا ہے !؟

۵ مجھ عقل کہتی باندزن کر نام سوں
اور عشق کہتا کام لے تو جام سوں

۶ مجھ عقل کہتی کام کرنا ہے ثواب
اور عشق کہتا رات دن پینا شراب

۷ مجھ عقل کہتی شہ سے مل انعام لے
اور عشق کہتا ہے سو دولت چھوڑ دے

۸ مجھ عقل کہتی نفس اندھا ہے بری
اور عشق کہتا چھوڑ پیری فقْیری

---

۵ - باندزن : عقد ازدواج کا ترجمہ - یعنی بیاہ کر تاکہ اولاد ہو اور تیرا نام باقی رہے - الف میں " کر نام " کی بجائے " نیک نام " ہے .

۶ - ب = " صواب " - اس روایت سے بھی شعر بامعنی ہی رھتا ہے لیکن ثانی مصرع کے لحاظ سے " ثواب " زیادہ مناسب ہے جیسا کہ الف میں ہے -

۸ - الف = ندارد - اور ب میں اس طرح ہے : (ناموزوں)

مجھ عقل کہتی نفس اندھا ہو کے ہے بیری
ہور عشق کہتا چھوڑ دے پیری فقیری

استقامت وزن کے لئے " فقیری " کے قاف کو بالسکون اور یائے اول کو متحرک پڑھا جائے -

۹ مجھ عقل کہتی سیکھ کچھ کیما گری

اور عشق کہتا چھوڑ گر بازی گری

۱۰ مجھ عقل کہتی زر خرچ کر لے قضا

اور عشق کہتا چڑ کے تازی کر غزا

۱۱ مجھ عقل کہتی اٹھ معظم کام کر

اور عشق کہتا قادر سے مل آرام کر

---

۹ - کیما گری - کیمیا گری - کیمیا کے دوسرے یا کی تخفیف برائے وزن ہے -

۱۰ - یعنی غزوہ میں اپنی طرف سے کسی اور کو رقم دے کر "حج بدل" کی طرح "غزوہ بدل" کر دے - اپنی جان جوکھوں میں نہ ڈال - بشر طیکہ یہ شعر ایسا ہی ہو جیسا کہ نقل کیا گیا ہے -

الف میں کہیں 'ہور' کہیں 'اور' - اسی طرح کہیں 'سوں' کہیں 'سیں' اور 'سے' - یہاں ہر جگہ "اور" و "سے" رکھا گیا ہے -

قصیدۂ معظم

(بحر ہزج مثمن سالم)

۱ محباں فرض ہے بوجھنا امرُ اللہ اکبر کا
جو اَفْلا تُبصرو بولیا سو کیا ہے رمز دابر کا

۲ لوازم سب ہو آیا ہے پچھانت یہانچ کو چُکنا
جو یاں اندھا سو واں اندھا خبر ہے روزِ محشر کا

۳ غرض ہے پھر کے آنا نَیں اسی تے عرض کرتا ہوں
نِباڑا بیگ کر لینا عزیزاں پیش، پستر کا

---

۱ ـ ع ۱ ـ بوجھنا : استقامت وزن کیلئے بُجھنا پڑھیے ،
ع ۲ ـ افلا بر وزن اگلا ـ ضش ـ

امر اللہ سے سورۃ الاسراء کی آیت نشان پچاس مراد ہے ـ
یعنی "یسئلونك عن الروح ط قل الروح من امر ربی الخ" ـ

أفلا تبصرو" تنزیل میں أفلا تبصرون الخ تین جگہ ہے :
(۱) القصص ـ آیت نشان ۷۲ ـ (۲) الزخرف ـ آیت نشان ۵۱ ـ
(۳) الذاریات ـ آیت نشان ۲۰ و ۲۱ ، معظم کا اشارہ اسی آیت کی طرف ہے ـ

۲ ـ "جو یاں اندھا الخ" اس سے سورۃ الاسراء کی آیت نشان ۷۲ مراد ہے یعنی "و من کان فی ھذہ اعمی الخ" ـ

۳ ـ ع ۲ ـ نِباڑا ـ اہتمام ـ انصرام ـ

٤ جو طالب طلب دھرتا ھے خدا سوں وصل ھونا کر
پٹی پڑھ مَن عَرَفْ کے ھور درس لے راہ راھبر کا

٥ مقاماں ھور منزل کو جو لیاوے چار رھبر سوں
رفیق ایسا اچھے رَہ پر جو واقف خیر ھور شر کا

٦ نَفس دل روح سوں تجھ کوں کرے یسر نو رسوں اشنا
سو بعد از نور میں دیکھے تو دِستا ذات انور کا

٧ اول زاھد سوں عارف ھو سو بعد از عاشقِ واصل
ورا وُل ور اھے درجہ (جو) چل کو باٹ سَرور کا

٨ ھوا نیں حق ستے واصلِ علَم تحصیل کیا تو کیا
پچھانت ایک نکتہ ھے عبث کیا کام دفتر کا

---

٤ - ع ٢ - پٹی - اصلاً بتشدید تائے ھندی (یہاں ضرورتاً بتخفیف) بچوں کو پڑھانے کے لئے مستطیل تختی جس پر حروف لکھے یا کھدے ھوے ھوں - "مَن عرف" اشارہ ھے صوفیہ کے قول کی طرف "من عرف نفسہ فقد عرف حقہ یا ربہ"۔

٦ - ع ١ - نفس بروزن عبث ، اشنا - آشنا -

٧ - ع ٢ - وراول ور: وراء الوراء - ب = ... جو چلے سو راہ سرور کا - اس کے بعد اسی میں ایک اور بیت اس طرح ھے:

ھو مشھود دیکھتا کہتے ھیں برزخ کبری (ناموزوں)
اسی سے اس کو پانا ھے یہ مشھور قول حیدر کا

٨ - ع ١ - علم - بحرکتین ، تحصیل کی یا - خت -

۹ زھد کر زاھداں مرتے عجب ھے مشربِ رنداں
تفکر ساعت کا کرتے عبادت برْس ستّر کا

۱۰ فنا فی اللہ ھو اوّل توں و شاھد ھو رھنا باقی
نقابِ کبریا میانے وصل ماہِ منوّر کا

۱۱ کِتَك عوّام کہتے ھیں جو ظاھر دیکھنا حق کوں
جو کچھ دستا سو فانی ھے کنا کیوں روپ یاور کا

۱۲ بجز دیدار ای سالك ! نہ منگ فردوس ھرگز توں
بہت سب میں تفاوت ھے مونث ھور مذکّر کا

۱۳ امید لا تَقنطو کی رکھ نہ کر کچھ فکر ھرگز توں
وہ مالك ھے دو عالم کا وہ رازق بحر ھور بر کا

۱٤ شہادت پانچ تن سوں ھو جو باچے تو کَتے شہدا
لقب عشاق اس کا ھے وہ محرم رازِ دلبر کا

---

۹ - ع۲ - ساعت کا عین - خت -

۱۱ - ع۱ - عوام بتشدید واؤ - ضش -

۱۳ - ع۱ - امید کی یا - خت - ب = ... فکر ای سالك -
"لا تقنطوا" اشارہ ھے سورۃ الزمر کی آیت نشان ۳۹ و ۵۳
کی طرف -

۱٤ - ع۱ - باچنا : بولنا ، گفتگو کرنا - ب = شہادت چہارتن
سوں الخ -

۱۵ قتل کر پانچ موذیاں کوں ایذا تج نیں دیے تب لگ

نکل شش جہت سوں باہر لے مارگ لا مکاں گھر کا

۱٦ نہ پڑ شش غفلتاں میں توں اگر ہے عاشقِ صادق

کدھیں پنج گنج پاوے توں تو مالک ہفت کشور کا

۱۷ حدود العلم حتّیٰ یعرف اللہ کر خبر دیتا

نگہ کر تو بطوں میں تو جو ہووے تج کشف برتر کا

۱۸ نفی کر سات مستیاں کوں جو ہووے اثباتِ حب مولا

قُرب کا محل پاوے تو وہ صاحب تخت افسر کا

---

۱۵ - ب = نکل شش جہت سوں خارج لے ملک لا مکاں بر کا (؟)۔

۱٦ - ع ۲ - پنج کا نون - خت - ع ۱ - ب = نکل شش غفلتاں سوں توں اگر الخ - ع ۲ - ب = کہیں پنج گنج الخ -

۱۷ - الف و ب = حدود العلم .... خبر دیتا ہے حق تجھ کو - " ہے حق تجھ کو " قطعاً زائد اور خطائے کتابت ہے - " حدود العلم حتی یعرف اللہ " علم کی حد یہ ہے کہ انسان اللہ کو جان لے - یہ قرآن یا حدیث رسول اللہ صلعم کا کوئی ٹکڑا نہیں ہے بل کہ کسی صوفی کا قول ہے -

۱۸ - ع ۲ - قرب بحرکت رائے مہملہ - ضش -

۱۹ هوا ترلوک پر غوغا که ثانی آئیا یوسف
نویلا لال قادر شاہ صورت لے سب پیمبر کا

۲۰ وهی هر راه دکھلانے امین الدین هو آیا
وہ شافع روزِ محشر ہے وہ ساقی حوضِ کوثر کا

۲۱ معظم تو بنده هو ره، خدا هونا تو مشکل نئیں
سمجھ محیط مطلق کوں مدد لے داد داور کا

---

۱۹ - ع۲ - صورت کا واؤ - خت - ب = نویلا شہنشه قادر ولی صورت سب پیمبر کا - خك -

۲۱ - ع۱ - بنده کا نون - خت - ع۲ - محیط کی حائے حطی مشدد - ضش -

گنج مخفی

از

معظم

(بحر متقارب مثمن سالم، عروض و ضرب، حسب ضرورت کہیں محذوف، مقصور وغیرہ)

۱ الٰہی تُہیں قادرِ ذو الجلال
تو صاحب جمیلٌ یُحبُّ الجمال

۲ سمیعٌ بصیرٌ علیمٌ حکیم
تو خالق تو رازق رؤفُ الرَّحیم

۳ تو دانا تو بینا علّامُ الغیوب
تو مومن مُہیمن کَشّافُ القلوب

الف : مختاریہ (سالار جنگ) نمبر ۲۴۰ از روئے فہرست ہاشمی و نمبر ۱۴۸ فہرست قلمی ۔

بے : ادارۂ ادبیات اردو ۔ ۶۵۵ ۔ فہرست ج ۱ ص ۱۴۸ و ج ۳ ص ۲۸۱ ۔

جیم : مختاریہ ۲۴۱ ہاشمی ۔ ۱۴۹ قلمی ۔

دال : مختاریہ ۲۴۳ ہاشمی ۔ ۲۷ قلمی ۔

ہ : مختاریہ ۲۴۲ ہاشمی ۔ ۱۵۰ قلمی ۔

۳ ۔ دال = ندارد ۔

٤ منگا دیکھنے آپ قدرت منے
نپا کر تو دیکھا ہے خلقت منے

٥ نکل شوق سوں گنج مخفی کے بھار
رسول ہو کے آیا ہے تو آشکار

٦ محمد کے کر نور کا آئنہ
اُسی آئنہ میں کیا معائنہ

٧ نبی کو بنایا اپس نور سوں
دیا روشنی سب کو اس سور سوں

٨ نبی کو خلافت دی نائب کیا
نبی کو کیا خاتم الانبیا

٩ نبی کے مقرّب دیا چار یار
اتھے یار دل دار وہ غم گسار

١٠ نبی کا نیابت علی کو دیا
علی کو تو شاہِ ولایت کیا

١١ علی کے دیا ھات جب ذوالفقار
ہوا دین تب سوں دیکھو آشکار

---

٤ - بے = بناں کر الخ - جیم = بنا کر الخ یعنی بتقدیم بائے موحدہ -
٥ - جیم = رسول ہو کے آیا ہے تو اس بچار -
٧ - دال = نپایا - نون کے بعد بائے فارسی -
٩ - جیم = ندارد -
١٠ - بے و دال = ولایت خلعت علی کو دیا -

۱۲ کسی پر کرم کر تو شاہی دیا
کسے تخت تو مرغ ماہی دیا

۱۳ کسے ملک دے کر کیا ھے امیر
کسی کو کیا ھے فقیر و حقیر

۱٤ گوناگون خلقت بنایا ھے تو
عجائب غرائب بنایا ھے تو

۱۵ ولے بے نوا کا عجب جوگ ھے
عجب جوگ بل بھوگ سنجوگ ھے

۱٦ چمن میں سو جیوں سرو شمشاد ھیں
فقیروں کمنے یونچھ آزاد ھیں

۱۷ فقیری پہ قائم ھے وہ مستقیم
امر جیوں کئے ھیں نبی الکریم

۱۸ اللہ کو وہ دنیانچ میں دیکھتے
وہ دیکھے ھیں تو ایک کر لیکھتے

---

۱۳ - الف = کسے ملک میں دیکھ کیا ھیں امیر -

۱۵ - جیم = دونوں مصرعوں میں جوگ کی بجائے چوک ، بجیم فارسی -

۱٦ - دال = چمن میں سرو جوں کہ شمشاد ھے -

۱۷ - دال = ـہ

فقیری پہ قائم ھے وہ مستقیم امر جو کئے ھیں نبی الکریم

۱۸ - دال و جیم = ندارد -

۱۹ امر ھے خدا کا تو دنیا میں دیکھ
میں منگتا ھوں اکثر فقیروں کی بھیک

۲۰ میں پھرتا ھوں عالم میں جیوں ھے قمر
سو جیوں چودویں رات دِستا چندر

۲۱ نبی کی مجالس میں رھتے ھیں وہ
چھپے راز تب کھول کہتے ھیں وہ

۲۲ نبی کے مقرّب چھار یار ھیں
سچے اوچ اصحابِ کُبّار ھیں

۲۳ ابا بکر اور عمر عثمان مل
علی اور نبی سوں اتھے ایک دل

۲۴ علی کی ولایت کو حق جانتے
بجز پانچ تن کس کو نَیں مانتے

---

۱۹ - جیم = امر یو خدا الخ - اور دال میں یوں ھے ؎

امر ھے خدا کا تو دنیاں میں دِکھن
میں پھرتا ھوں اکثر فقیروں کے سنگ

۲۰ - جیم و ھ = ... دسیا چندر - بصیغۂ ماضی -

۲۱ - جیم = مجھے راز تو . . . . -

۲۲ - الف = ؎

نبی کے مقرب یہی چار ھیں سمجھتے وہ اصحاب کبار ھیں

۲۳ - جیم = ندارد -

۲۵ وہ برحق سمجھتے ہیں بارہ امام
دل و جاں سوں بھیجو درود و سلام

۲۶ سچا پیر ان کا محیؔ دین ہے
کتے میر ان کا محی دین ہے

۲۷ بہت یار ان میں تو چشتی اہیں
دنیا دین کے سچ وہ پشتی اہیں

۲۸ ہر یک خانوادے میں طالب ہیں وہ
ہر یک علم میں توچہ غالب ہیں وہ

۲۹ وہ شہ بانوا سچ ہیں قدرت منے
دیکھو کیوں وہ رہتے ہیں غربت منے

۳۰ سدا فقر و فاقہ تو دن رات ہے
برگ بے نوائی پہ اوقات ہے

۳۱ دنیا دین سوں کام دھرتے نہیں
کبھی حق کو بے زار کرتے نہیں

۳۲ دیکھو حق سوں رہتے ہیں کیوں بے نیاز
سدا حق ہے ان سوں اپیں با نیاز

---

۲۹ - جیم و ہ = و شہ بے نوا الخ -

۳۱ - بے و دال = کدھیں حق الخ -

۳۲ - بے = دیکھو حق ہے ان پر الخ -

۳۳ مربّی کی خدمت فرض جانتے
مربّی کو معبود کر مانتے

۳٤ حضوری سوں غائب وہ ہوتے نہیں
عبَث دم وہ ناچیز کھوتے نہیں

۳٥ ہر یك شئے مَنے ایك کو دیکھتے
اُسی ایك میں سب کو او لیکھتے

۳٦ نفی کر آپس کو مربّی مَنے
مربّی کو دیکھے ہیں ربّی کَنے

۳۷ اگر کوئی ہوتا ہے فانی فی اللہ
وہ رہتا ہے حق ہو کے باقی باللہ

۳۸ عبادت وہ باطن میں کرتے مدام
سدا صوم باطن میں دھرتے مدام

---

۳٤ - جیم و دال = حضوری سوں وہ غائب تو ہوتے نہیں (ناموزوں)
اور دوسرا مصرع صرف جیم میں اس طرح ہے :
عبث دم وہ ناحق تو کھوتے نہیں
۳٥ - جیم = ہر یك شئے منے ایکوں دیکھتے -
دال = ہر یك شئے منے یك کوں یك دیکھتے -
۳٦ - الف و ہ = ... ربی منے -
۳۷ - الف و دال و ہ = اگر کوئی جو ہوتا الخ -
۳۸ - جیم = سدا جیو باطن الخ -

٣٩ زباں سوں تو وہ ذکر جلی کریں
وہ دل میں سدا اپنے قلبی دھریں

٤٠ کریں ذکر روحی وہ اِت شوق سوں
وہ رہتے ہیں سِرّی مَنے ذوق سوں

٤١ خفی حال دائم ہے ان پر مدام
فقیری دسے نِت اونو پر تمام

٤٢ شریعت تو ان کا دیکھو قال ہے
طریقت انو کا تو اَفعال ہے

٤٣ حقیقت ہے احوال ان پر مدام
دیکھو معرفت سب کھولیا ہے تمام

٤٤ اول سَیر کرتے ہیں ناسوت کا
وہ تب ذوق لیتے ہیں ملْکوت کا

٤٥ ہمیشہ وہ رہتے ہیں جبروت میں
کدیں جا کے بستے ہیں لاھوت میں

---

٣٩ - بے = نہاں سوں تو الخ -
جیم = سدا دل میں اپنے وہ قلبی دھریں -
الف = جلی کرے ، قلبی دھرے - بصیغۂ واحد -
٤٠ - جیم = ... روحی اولٹ شوق سوں -
بے = ... روحی اوتا شوق سوں -
٤٢ و ٤٣ - الف = ندارد -

٤٦ انو کا وهاں لك تو سرحد اهے

جهاں باجتا گهانٹ آن حد آهے

٤٧ هر یك کے وجوداں کتے چار هیں

شجر جیوں ثمر سات پُر بار هیں

٤٨ هر یك تن سو یك راه جاتی هے چل

تو مشکل کتے ان په هوتا هے حل

٤٩ سفر دیکھ ظاهر تو بیٹھے هیں او

ولے سیر باطن میں کرتے هیں او

٥٠ وه کرتے هیں باطن میں روزه نماز

کُهلا هے انوں پر تو راز و نیاز

٥١ بجز ان کو رویت تو کچھ کام نیں

بجز حق کو دیکھے کے آرام نیں

٥٢ کریں فکر یك مین وه درس کا

عبادت ادا هے ستر برس کا

---

٤٧ - دال و ه = ... گهانٹ وهاں حد هے -

٤٨ - دال = هر یك تن سوں جاتے هیں یك راه چل -

٤٩ - الف = ... ظاهر تو پھرتے الخ -

دال = ظاهر میں پھرتے الخ -

٥٠ - دال = او باطن میں کرتے هیں روزه نماز -

٥٢ - دال = ... یك پل میں الخ -

٥٣ اسی قوم میں دیکھ اصحاب ہیں
اسی قوم میں قطبِ اقطاب ہیں

٥٤ اسی قوم میں دیکھ ہیں أولیا
اسی قوم میں دیکھ ہیں اَتقیا

٥٥ نفی سات مستیاں کو کرتے ہیں وہ
بقا ایک مستی سو رہتے ہیں وہ

٥٦ اسی ایک مستی میں رہتے سڑک
کَتے توچہ بے قید ہیں بے دھڑک

٥٧ گدا بادشا توچہ کہتے ہیں دیکھ
غنی ہو کے عالم میں پھرتے ہیں دیکھ

٥٨ ہمیشہ وہ قلاّش مفلس رہیں
نہ وہ حال اپنا کسی سے کہیں

٥٩ دیکھو اپنے بستر کو چَھتّر کَتے
وہ چَھتّر سوں برتر ہے پھتر کتے

٦٠ وہ رزّاق رازق ہے ان کا دھنی
تو مخلوق کو دیکھ ہوتے غنی

---

٥٣ - دال = دونوں مصرعوں میں ''قوم'' کی بجائے ''وقت''۔

٥٧ - بے = غنی ہو کو عالم میں رہتے ہیں دیکھ۔

٥٨ - جیم = ''قلاش'' کی بجائے ''قلانچ''۔

٦١ مجرّد رهو کر هے قرآن میں
مفرّد رهو کر هے فرقان میں

٦٢ جریدے مجرّد هو رهتے هیں دیکھ
هو غُل غُش سو فارغ مفرّد هیں دیکھ

٦٣ نه چِله دهریں اور نه نقشاں بهریں
نه مالا جپیں وه نه تسبیح کریں

٦٤ نه کرتے کدیں دیکھ او کیمیا
نه لیتے کدیں نام او سیمیا

٦٥ نه دارو کریں کِس کی هو کر حکیم
سمجھتے هیں حق کو غفور الرحیم

٦٦ نه کھیتی کریں وه نه سینچیں مَلا
بجز بهیك دیگر نهیں کچھ حیله

٦٧ زراعت کریں مزرعه الآخره
تجارت کریں مِلتُ الباهره

٦٨ نه وه عِلم پڑھتے نحو صَرف کا
سدا درس لیتے هیں مَنْ عَرَفْ کا

---

٦١ ۔ دال = ندارد ۔

٦٤ و ٦٥ ۔ بے = ندارد ۔

٦٦ و ٦٧ ۔ جیم = ندارد ۔ اور دال میں دوسرا مصرع یوں هے :
بجز بهیك ان کو نهیں کچھ بهلا ۔ ''مزرعه'' بحذف هاے هوز پڑھیے ۔

٦٨ ۔ بے = سدا علم پڑھتے الخ ۔ جیم = سدا درس پڑھتے الخ ۔

۶۹ وہ تعویذ طومار کرتے نہیں
کرامت دکھا پیٹ بھرتے نہیں

۷۰ ترک کر کے سب کفر اسلام کو
کہے ہیں مربیؒ کے یک نام کو

۷۱ نہ مہدی نہ سنی نہ وہ خارجی
نہ دھری نہ یزدی نہ وہ رافضی

۷۲ فقیری دیکھو ان پہ کیا بار ہے
یو رندی انو پر سزاوار ہے

۷۳ نبی نے کہے ان کو مذہب نہیں
یو صوفی ہیں مذہب سوں مطلب نہیں

۷۴ گرہ میں تو وہ جیف نیں باندتے
بیاباں میں جنگل میں تو ناندتے

---

۷۰ - جیم = ترک دیکھ سب الخ - جیم و دال = دوسرے مصرع میں ''کہے ہیں'' کی بجائے ''رکھیں ہیں''۔

اسی شعر یعنی (۷۰) کے بعد صرف دال میں ایک بیت یوں ہے۔

خدا کا فرض یو بڑا کام ہے
نبی کا امر یوچہ اسلام ہے

۷۱ - جیم میں یزدی کی بجائے زیدی اور دال میں ضدی۔

۷۴ - دال = ... تو جیفہ نہیں باندھتے۔

۷۵ برابر نزیک ان کے شاہ و گدا
گدا پر نظر کر کریں بادشا
۷۶ سدا چار تن سوں وہ ہو کر شہید
کَتے حق سوں پاتے ہیں خَلعت جدید
۷۷ دوبارہ تو وہ کوئی مرتے نہیں
کَتے توچہ مرنے کو ڈرتے نہیں
۷۸ نبی پر ہوے ہیں وہ شیدا کَتے
لقب توچہ عالم میں شُہدا کَتے
۷۹ کَتے توچہ ملتے ہیں معبود سوں
وصل توچہ پاتے ہیں موجود سوں
۸۰ وہ ظاہر تو ہیں رندِ ملحد نماں
و لیکن ہے باطن میں امن و اماں
۸۱ یو ظاہر لئے بھیك بھگوان کا
ولے کھیل باطن میں سبحان کا
۸۲ مقرب سدا حق سوں رہتے ہیں وہ
وہی حال اور قال رکھتے ہیں وہ

---

۷۶ - دال = کتے توچہ پاتے الخ -
یہاں سے اسی نسخہ یعنی دال میں تین ابیات کی تقدیم و تاخیر ہوگئی ہے -

۸۱ - بے = یو ظاہر دسے بھیك الخ - بے و جیم و دال میں :
ولے کھیل باطل میں رحمان کا -

۸۳ موذی پانچ رھتے ھیں تن میں کُبَل
اوَل ان کو کرنا کتے ھیں قتل

۸٤ پچھیں شش جہت سوں نکلتے ھیں بہار
شہادت کے دریا سوں ھوتے ھیں پار

۸۵ کتے چھیچ غفلت ھے انسان میں
ضرر اوچ دیتے ھیں ایمان میں

۸٦ اسے دور کرتے سو چوسار ھیں
اسے دور کرتے سو یو یار ھیں

۸۷ اَمارے کو دل میں سوں کرتے ھیں دور
حوا خمس کو مار کرتے ھیں چور

۸۸ جواھر کتے پانچ ھیں بے بدل
جتن خوب رکھتے ھیں ان کو اوَل

۸۹ بڑے مرد سارے یو آزاد ھیں
دیکھو سب سوں نیارے یو آزاد ھیں

۹۰ دنیا کے ھیں طالب مخنّث کتے
ھیں جنت کے طالب مؤنّث کتے

---

۸٦ - دال = ... وہ ھوشیار ھیں -
۸۷ - جیم = ھوا حرس کو الخ -
۸۹ - الف و ھ = بڑے مرد بارے الخ -
۹۰ - بے = دنیا کیچ طالب الخ -

مخطوطوں میں طالب دنیا مخنث اور طالب جنت مونث ھے مگر مشہور یوں بھی ھے کہ: طالب دنیا مونث، طالب عقبی مخنث اور طالب مولا مذکر -

۹۱ جو طالب خدا کے سو وہ مرد ہیں
جو کوئی مرد ہیں ووچ مُو درد ہیں

۹۲ یہی لوگ ھادی ہیں رہبر کتے
انو کوچ نَر ہور مذکّر کتے

۹۳ یو عالم تو شاکر ھے گزران پر
وہ معبود شاکر ھے ایمان پر

۹۴ وہ مُحیط کتے کیوں و مطلق ھے کیوں
وہ بندہ کتے کیوں ھے ہو رحق سو کیوں

۹۵ مرے میں یو تمیں میں کتا کون ھے ؟
مرے میں خدا ہو رھتا کون ھے؟

۹۶ یو مرشد سوں سنتے ہیں جب راز یو
تو دستے ہیں عالم میں شہ باز ہو

۹۷ وہ زاھد ہیں عارف ہیں عاشق کتے
وہ واصل ہیں دستور سابق کتے

۹۸ و لیکن اپس کو چھپاتے ہیں وہ
دیکھو تو چہ عالم کو بھاتے ہیں وہ

---

۹۲ - الف = نر اور مفرد کتے -

۹٤ - الف = مطلق ھے کون ، ... حق ھے کون -

۹٦ - الف = راز وہ ، ... باز وہ -

۹۷ - جیم = عارف وعاشق ، ... واصل ودستور ... -

۹۹ سروپا برھنے وہ پھرتے ھیں دیکھ
دیکھو گیند کر سر کو دھرتے ھیں دیکھ

۱۰۰ دیکھو سر گشتہ ھیں کیا بے ریا
نہیں کچھ انوں میں دیکھو رُو ریا

۱۰۱ وہ جنت سوں کچھ کام دھرتے نہیں
جہنم سوں کچھ باك دھرتے نہیں

۱۰۲ اگاڑی پچھاڑی او رھتے نہیں
بچی ھور انچی کس کی سہتے نہیں

۱۰۳ بزرگی کو اپنی رکھے عرش پر
دیکھو بھیك منگتے ھیں کیوں در بہ در

۱۰۴ کتے عاشقاں توجہ عشاق ھیں
ھمیشہ وہ مرشد کے مشتاق ھیں

۱۰۵ نظر میں انو کے وہ سبحان ھے
زباں میں کتے سیفِ برھان ھے

۱۰۶ سدا اپنے باطن میں کرتے سجُود
ھمیشہ وہ کرتے تلاوت وجود

۱۰۷ دعا بد دعا کس کو دیتے نہیں
وہ پونجی ٹکا اپنے لیتے نہیں

---

۱۰۲ - ب = ... کس کی سہتے نہیں -

۱۰۸ اسم بامسمّٰی ہے ان پر گدا
دیکھو کیوں وہ رہتے ہیں مفلس سدا

۱۰۹ نفی ذات میں ہو کے اثبات ہیں
وہ آزاد ہیں اور اَن ذات ہیں

۱۱۰ فقیری عنایت ہدایت سوں ہے
عطا سب کو شاہی ولایت سوں ہے

۱۱۱ فقیروں کے حق پر امَر کیوں ہے دیکھ
اول دیکھ حق کو پچھیں بول ایک

۱۱۲ اول اپنے تن کی وہ کرتے شناس
کتے توجہ ہوتے ہیں وہ حق شناس

۱۱۳ بہت یاد میانے کی کرتے نماز
اسے یاد رکھنے میں کھلتا ہے راز

۱۱٤ امر ہے تمہیں حق سے یاری کرو
حضور بیٹھ کر جاں نثاری کرو

---

۱۰۹ - جیم = دونوں مصرعوں کا قافیہ "ہیں" کی بجائے "میں"۔

۱۱۳ - الف = بہت یاد میاں اور رہتے نماز۔
بے = ... کھولتے راز۔

۱۱٤ - الف = حضور نبٹ کر الخ۔

۱۱۵ قلندر کتے دید بانی کے تئیں
قلندر کتے جاں فشانی کے تئیں

۱۱۶ اسی وضع یاری یو کرتے ہیں یار
سدا یار پر دیکھ ہوتے نثار

۱۱۷ ملاتے ہیں وہ نور کو نور میں
ندی جوں کہ ملتی ہے سمدور میں

۱۱۸ خدا سات رل مل کے ہوتے ہیں ایک
اُسی کا دیکھو اوچہ لیتے ہیں بھیک

۱۱۹ خدا سات ملنے کو یک وقت ہے
نبی نے کہے وقت وہ سخت ہے

---

۱۱۶ - جیم = ندارد اور دال میں ایک زاید شعر اس طرح ہے:
انوں پر ہمیشہ ہے ذکر تمام ہمیشہ انوں پر ہے فکر تمام
اور اسی نسخہ میں متن کا شعر نشان ۱۱۶ اس طرح ہے:
دیکھو توچ یاری کرتے ہیں یار سدا یار پر الخ .....
اس کے بعد ایک اور زاید شعر اس طرح ہے:
اول دیکھو ملتے ہیں او بات سوں
انپڑتے ہیں تب حق کے او ذات کوں
۱۱۸ - بے = دیکھو کیوں او لیتے ہیں بھیک۔
دال = دیکھو کیوں اسی کا چ الخ -

۱۲۰ نہ واں کچھ وساطت نہ کس کا گزر

ملائک مقرب نہ مرسل دگر

۱۲۱ سدا واں انو کا کتے سیر ہے

سدا واں انو کا دیکھو طیر ہے

۱۲۲ وہاں جا کے "میں" تو سو جاتے گزر

بجز حق کتے واں نہیں کچھ دگر

۱۲۳ خدا باج واں کوئی بستا نہیں

خدا باج واں کوئی دستا نہیں

۱۲٤ عجائب یو منزل ہے لاہوت کا

وہاں غلغلہ سب ہے ھاھوت کا

۱۲۵ اپس کو نفی کر اسے لیکھتے

تو حق کی نظر سونچ حق دیکھتے

---

۱۲۰ - ب = نہ واں کچھ وسعت الخ -

ب اور دال = نہ واں کوئی اشنا نہ کس کا گزر -

۱۲۱ و ۱۲۲ - جیم میں مقدم و موخر اور ۱۲۱ کا دوسرا مصرع اس طرح ع: سدا سیر ہور واں سدا طیر ہے - اور ب میں: سدا سیر ہے ہور سدا سیر ہے -

۱۲۲ - جیم = بجز حق کے واں نئیں کتے کچھ گزر -

۱۲۳ - جیم = خدا باج واں کچھ دستا نہیں -

۱۲۵ - دال = نفی کر اپس کوں الخ -

۱۲۶ قرّب کا محل ان کے آتا ہے ہات
جہاں ایک ہوتا ہے ذات و صفات

۱۲۷ ہر ایک رنگ میں جوں کہ ملتا ہے آب
دیکھو کیوں وہ دریاچہ ہوتا حباب

۱۲۸ ملے پر تو یو ناؤں رہتا نہیں
ندی کو ندی کوئی کہتا نہیں

۱۲۹ نصیحت نبی ہور علی جوں کئے
مقرّب خدا کے ولی جوں کئے

۱۳۰ اسی وضع کرتے ہیں اکثر یو جوگ
نہیں جوگ کرتے وہ کرتے ہیں بھوگ

۱۳۱ سدا عشق میں مست ماتے ہیں کیوں
درّس یار کا دیکھ راتے ہیں کیوں

۱۳۲ کَدیں مے محبت کی چکتے ہیں وہ
چھپی بات تب آکے بَکتے ہیں وہ

۱۳۳ یو مردانِ حق کچھ خدا تو نہیں
و لیکن خدا سے جدا بھی نہیں

---

۱۲۸ - بے = ندارد اور جیم و دال میں تقدیم و تاخیر -

۱۲۹ - الف = علی اور نبی -

۱۳۰ - دال = "وضع" کی بجائے "وجہ" - دال اور الف = "وہ" کی بجائے "ہیں" -

۱۳۲ - جیم = چھپے راز تب الخ -

۱۳٤ سدا عیش کرتے ہیں مِل یار سوں

سدا مل کے رہتے ہیں دل دار سوں

۱۳۵ عجائب یو کسوت ہے جبّار کا

عجائب یو برقہ ہے کرتار کا

۱۳٦ فقیری عنایت ہدایت سوں ہے

عطا سب کو شاہِ ولایت سوں ہے

۱۳۷ فقیری عنایت نبی پر کیا

یہی دلق معراج میں حق دیا

۱۳۸ احد اور احمد میں ہے میم ایک

اُسی میم سوں دو ہوے ہیں یو دیک

۱۳۹ جسے غین کہتے سو وہ عین ہے

ہوا ایک نکتہ سو وہ غین ہے

۱٤۰ وجود چار یو تجھ پو جامے ہیں چار

وجود سوں جدا کر اپس دیکھ یار

---

۱۳٤ ۔ دال = سدا عشق کرتے الخ ۔ دال اور بے =

سدا عیش کرتے ہیں دلدار سوں

سدا عیش کرتے ہیں مل یار سوں

اور جیم و دال میں دو ابیات کی تقدیم و تاخیر ۔

۱۳۵ تا ۱٤۳ ۔ دال = ندارد ۔ اور جیم میں صرف ۱۳٦ ندارد ۔

۱٤۰ ۔ بے = ندارد ۔

۱٤۱ یہی چار منزل عجب راہ راس
اسی رہ سوں آتے ہیں سب چل کے خاص

۱٤۲ کہتے ہیں نبی کا وہ فرزند ہے
جو یوں چل کے آتا سو دل بند ہے

۱٤۳ اسی باٹ سوں آکے ہوتے ہیں پیر
اسی رہ سوں چلتے ہیں سارے فقیر

۱٤٤ یو ظاہر تو دسنے میں دستے حقیر
ولے میر اور پیر خدمت فقیر

۱٤٥ تو سب کشف دستا ہے ان پر مدام
علیك الصلوٰة و علیك السلام

۱٤٦ وہ قادر انو کا تو ساقی کہتے
پلاتا ہے مے بھر کے باقی کہتے

۱٤۷ امر پر نبی کے یو کھولا ہوں میں
یو سب دیڑ سو بیت بولا ہوں میں

---

۱٤۱ - جیم = اسی راہ سو چل کو آتے ہیں خاص۔

۱٤۳ - الف = ''باٹ'' کی بجائے ''راہ''۔

۱٤٥ - سوائے الف و ھ کے بقیہ سب نسخوں میں ''مدام'' کی بجائے ''تمام''۔

۱٤٦ - دال = ''تو'' کی بجائے ''ہے'' اور ''پلایا ہے'' بصیغہ ماضی۔

۱٤۷ - جیم و دال = ندارد۔

۱۴۸ مرے پر یو سب راز کھولے امیں
حقیقت انو کا یو بولا هوں میں

۱۴۹ الله لوگ برحق عجائب هیں دیکھ
فقیری انو پر غرائب هے دیکھ

۱۵۰ معظّم نے تب آکے سجده کیا
سدا ان کے نعلین سر پر لیا

---

۱۴۸ - ب و جیم = دونوں مصرعوں کا قافیه "امیں"۔
۱۵۰ - جیم = معظم نے تب آکو سجده کیا۔
دال = معظم نے جب آکر الخ - بے = ... سر پر کیا۔

ملحوظه : املائی اختلاف اس لئے نہیں بتائے گئے که همارے مستعمله هر مخطوطه میں ایک هی لفظ بغیر کسی عروضی ضرورت کے دو اور بعض صورتوں میں تو تین تین طریقے سے لکھا گیا هے جیسے مثلاً دیکھ نے، دیک نے، دیکھنے، دیکنے، یا عجائب (همزه)، عجایب (یا) یا (حرف تشبیه) جوں، جیو، جیوں (بنون غنّه) منگا، منگیا، و قس علی هذا۔

اسی طرح املائی غلطیاں بتانا بھی قطعاً غیر ضروری معلوم هوا جیسے مثلاً یحب الجمال کی بجائے یوجب الجمال یا معاینه کی بجائے معینه یا وساطت کی بجائے وی صاتت یا مؤنث کو مونس و معنث وغیره۔

«گنجِ مخفی کے» بعض لفظوں کی وضاحت

۳ - ع۱ علام کا لام غیر مشدد - ضش -

ع۲ کشاف کا شین غیر مشدد - ضش -

٤ - ع۲ نپانا: بکسر نون دوسرا حرف بائے فارسی = پیدا کرنا -

٥ - ع۲ رسول کی واؤ خت -

٦ - ع۲ معائنہ کا عین خت -

۷ - ع۲ سور: بضم سین مہملہ - سورج -

۱۱ - ع۲ دیکھو کی یا خت -

۱٤ - ع۲ گونا گون کے نون آخر کا اعلان - ضش -

۱٥ - ع۱ جوگ بروزن لوگ (س) اسم مذکر = مسرت کا لمحہ - مراقبہ کے ذریعہ ہستئی مطلق کی مَعیّت -

ع۱ بھوگ: بروزن لوگ (س) اسم مذکر = سُرُور -

۱۷ - ع۲ اَمر: ہر صدر و ابتداء میں بروزنِ قمر - ضش -

۱۸ - ع۱ اللہ: بہ تخفیف - ضش - دنیانچ: دنیا ھی - لیکھنا: بکسر لام و یائے معروف = شمار کرنا، گننا -

۲۳ - ع۱ عمر کا میم ساکن - ضش -

۲٦ - ع۱ سچا: بہ تخفیف جیم فارسی - ضش - محی دین سے مراد شیخ عبد القادر میراں محی الدین جیلانی م سنہ ٥٦۲ ھ -

۲۹ - ع۱ بانوا: (ف) خوش آواز - خوش قسمت -

۳۰ - ع ۲ برگ کا رائے مہملہ متحرک - ضش - برگ : (ف)
بفتح بائے موحدہ = زاد سفر - بے نوا: (ف) بے خوراک -
بے سامان و بے قوت -

۳۳ - ع ۱ فرض: رائے مہملہ متحرک - ضش -

۳۵ - ع ۲ لیکھتے: بکسر لام و یائے معروف = شمار کرتے -

۳۶ - ع ۱ نفی کا ف متحرک یہاں اور آگے ہر جگہ - ضش -

۳۷ - فی اللہ و باللہ : بہ تخفیفِ لام - ضش -

۳۹ - ع ۱ جَلی کا لام مشدد - ضش -

٤٤ - ع ۱ اول: ہر صدر و ابتداء میں بہ تخفیف واؤ - ضش -

٤٦ - ع ۲ گھانٹ : بمعنی گھنٹی، گھانٹی کی تخفیف = جہاں
بے حد گھنٹی بجتی ھے یعنی جہاں صوت سرمدی ھی
سنا جا سکتا ھے کوئی اور آواز نہیں آتی -

٤۷ - ع ۱ کتے: کَہتے ھیں - چار وجود: حقیقی، خارجی،
ذہنی و اسمی -

۵۲ - ع ۱ میں: بکسر میم دوسرا حرف یائے مجہول آخر میں
نون = لمحہ - درس (ھ): صحیح بفتح رائے مہملہ یہاں
ضرورتاً بسکون = مشاہدۂ حق -

ع ۲ ستر: بہ تخفیف تائے قرشت - ضش -

۵۵ - ع ۱ سات مستیاں : جوانی، حسن، حکومت، دولت،
شراب، علم و قوت -

٥٦ - ع ۱ سڑك : بفتح سین و رائے ہندی (صفت) = مدهوش، مست ۔

٦٠ - ع ۲ تو : حرفِ شرط ۔

٦١ - ع ۲ مفرد : رائے مہملہ مشدد ۔ ضش ۔

٦٢ - ع ۱ جریدہ : اکیلا، تنہا ۔ ع ۲ غل و غش : ہر دو بکسر غین معجمہ (ع) = دھوکہ، فریب ۔ مگر یہاں اس کے معنی ہیں : شور و ہنگامہ کا مجمع ۔ یعنی یہ اولیائے عشرت نہیں بلکہ اولیائے عزلت ہیں ۔ مفرد کا رائے مہملہ مشدد ۔ ضش ۔

٦٤ - ع ۲ سیمیا : بکسر سین مہملہ = انتقال روح در بدن دیگرے کنند و بہر شکل کہ خواہند در آیند یا چیز ہائے موہوم در نظر آوردن کہ در حقیقت وجود آنہا نہ باشد ۔ غیاث اللغۃ ۔

٦٦ - ع ۱ مَلا : کھیت ۔ عموماً پان یا نیشکر کا کھیت ۔ دکھن میں پن ملا اور نیشکر کا ملا (بتشدید لام) اب بھی بولا جاتا ہے ۔

٦٨ - ع ۱ نحو کا حائے حطی متحرك ۔ ضش ۔ ع ۲ عرف کا رائے مہملہ ساکن ۔ ضش ۔

٧٠ - ع ۱ ترك : رائے مہملہ متحرك ۔ ضش ۔

٧١ - ع ۱ مہدی : مہدوی، متبع سید محمد جون پوری متوفی ۱۹ - ۱۱ - ۹۱۰ ھ ۔ ع ۲ یزدی : یزدانی = زردشتی ۔

۷۴ - ع۲ جیف: بکسر جیم معجمہ و بہ یائے معروف آخر میں فا - جیفۃ کی ترخیم = بد بودار لاش مراد توشہ، رقم، سامانِ دنیا - ع۲ ناندنا: گزارنا -

۷۵ - ع۱ نزیک: نزدیک -

۸۰ - ع۱ نماں: نما میں نون غنّہ کی زیادت برائے ردیف -

۸۱ - ع۱ بھگوان: بھاگ + وان = قسمت کا دھنی، دولتمند، صاحب ثروت -

۸۳ - ع۱ موذی کا واؤ خت - کُبل: سخت، شدید -
پانچ موذی، ع کبر و کینہ غیبت و بغض وحسد -
ع۲ قتل - ت متحرک - ضش -

۸۵ - ع۱ چھیچ: چھ ہی، صرف چھ -

۸۷ - ع۱ امارہ کا میم غیر مشدد - ضش - ع۲ حوا خمس: حواس خمسہ (حسّی لذتیں) -

۸۸ - ع۱ پانچ جواہر: صوری، طبعی، عقلی، مادی، نفسانی - ع۲ اول - واؤ غیر مشدد - ضش -

۸۹ - ع۲ نیارا: بکسر نون - انوکھا، نرالا -

۹۰ - ع۲ کہتے: کہتے -

۹۴ - ع۱ محیط: حائے حطی مشدد و یائے معروف خت - ضش -

۹۷ - ع۲ دستور: بر وزنِ مستور = امیر، صاحبِ مسند، وزیر - سابق: گھڑ دوڑ کے دس گھوڑوں میں سب سے آگے رہنے والا -

۹۹ - ع۱ برهنه : هائے هوز مخلوط التلفظ - ع۲ گیند کر : گیند سمجھ کر ، گیند فرض کر کے -

۱۰۰ - ع۱ سر گشته کی تائے قرشت مشدد - ضش -

۱۰۵ - ع۲ سیف : کنایه از تاثیر دعا - برهان : آشکارا و ظاهر - یعنی دعا کا اثر اس طرح آشکار هو جاتا هے که انکار کی گنجائش نهیں رهتی -

۱۰۸ - ع۱ اسم کا سین متحرك - ضش -

۱۰۹ - ع۲ آن : (ه) نافیه -

۱۱۱ - ع۱ امر کا میم متحرك - ضش -

۱۱۳ - ع۱ میانے کی نماز : درمیان کی نماز ، الصلاة الوسطی ، نمازِ عصر -

۱۱۷ - ع۲ سمدور : سمندر -

۱۲۵ - ع۲ نظر سونچ : نظر هی سے -

۱۲۶ - ع۱ قرب : رائے مهمله متحرك -

۱۳۱ - ع۲ راتا : (تیسرا حرف تائے قرشت) کشتهٔ محبت ، واله و شیفته -

۱۳۵ - ع۲ برقه : برقع -

۱۳۶ - شعر ۱۱۰ کی تکرار -

۱۳۷ - ع۲ راس : راست کی ترخیم -

باز یافت :

کتب خانہ آصفیہ میں اردو و فارسی قلمی کتابوں کا ایک مجموعہ ھاشمی مرحوم کی فہرست میں درج ہونے سے رہ گیا ۔ (جدید ۔ فارسی ۔ تصوّف نشان ۴۱۱۷) اس میں خواجہ بندہ نواز سے منسوب ''شکار نامہ'' کی ایک نہایت مختصر سی شرح بھی ھے ۔ اس کی ابتداء اس طرح ہوتی ھے :

''اس شکار نامہ کا شرح فقیر حقیر محمد حسینی معظم قادری اپنے حوصلہ موافق فرمائے ھی (؟) اس واسطے کے یو عاجز اس گھر چشت میں طالب ھوا ھے ہور امین الدین اعلی خود کو سجدہ کیا ھے (؟) ان کے تصدّق سوں یو فقیر اس راز کو پہونچا ھے ۔ ۔ ۔ ۔ ''۔

اس شرح سے سوائے اس کے کہ معظم اس کے شارح ھیں کوئی ایسی بات نہیں معلوم ہوتی جس کا ذکر معظم نے اپنی مثنوی میں نہ کیا ہو ۔ یہاں اس کا حوالہ صرف بغرض تکملہ دیا گیا ھے ۔

کشف الوجود

از

سید داول

مرتبہ

محمد اکبر الدین صدیقی
استاد شعبۂ اردو، عثمانیہ یونیورسٹی

مقدمه

تاریخ میں سید داول نام کی چار شخصیتوں کا ذکر ملتا ھے۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور ھستی شیخ عبداللطیف داور الملك کی ھے، جو سلطان محمود بیگڑھ والی گجرات کے امرائے عظام سے تھے اور جنھوں نے ترك دنیا کرکے فقیری اختیار کرلی تھی۔ ان کے حالات تاریخ گجرات، مراۃ سکندری مراۃ احمدی اور تذکرہ اولیائے دکن میں ملتے ھیں۔ کہا جاتا ھے کہ آپ کو شہید کیا گیا اور قصبہ کامرون میں مزار مرجع خلایق ھے۔ صاحب تذکرہ اولیائے دکن نے سنہ شہادت ۸۸۹ھ دیا ھے لیکن یہ واقعہ پیش نظر رھے کہ اگر وہ کامرون کے "تھانہ دار" بنا کر بھیجے گئے اور اسی عالم میں شہادت پائی تو ترك دنیا کب کی۔ ان کے صاحب تصنیف یا شاعر ہونے کا بھی انھوں نے کوئی تذکرہ نہیں کیا لیکن ان کی علمیت میں کلام نہیں کیوں کہ قدیم تاریخوں میں انہیں عالم و فاضل بتایا ھے اور شعر گوئی کی طرف بھی اشارے کئے ھیں۔

ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ نے اپنے مقالے "اردو نثر کا آغاز و ارتقاء" میں ایك شاہ داول کے متعلق ذکر کیا ھے

که وه محمود غزنوی کی فوج میں تھے۔ جس وقت تھانہ (بمبئی) پر لشکر کشی کی یہ بھی اسی کے همراه تھے اور آخر اسی جنگ میں مارے گئے ان کا مزار گجرات میں اور سنہ وفات ۸۰۹ ھ ھے" واضح رھے که سلطان محمود غزنوی ۳۸۹ ھ مطابق سنه ۹۹۹ ء میں تخت نشین ھوا۔

"مرقع دهلی" میں درگاہ قلی خاں سالار جنگ نے ایك اور شاہ داول کا نام شاہ غلام محمد داول بتایا ھے اور انھیں شاہ سعداللہ گلشن کا معاصر کہتے ھیں۔ لیکن تفصیلات میں یه ظاهر کرتے ھیں که یه محمود بیگڑھ کے امرائے عظام میں تھے۔ ان کی ایك مثنوی موسوم به "ناصری نامه" نظر سے گزری ھے جو "۳۵۶" اشعار پر مشتمل ھے۔ اس مثنوی میں حقوق شوهر کو مختلف عنوانات سے دلچسپ پیرایه میں سمجھایا ھے اور نمونتا ذیل کے اشعار دیے ھیں۔

ناریاں سنو پیو کے بیاں، پیو باج کوئی پیارا نہیں
بن سر کہے نا ھوے عیاں، پیو باج کوئی پیارا نہیں
جس کوں عقل ھور گیان ھے، پیو سوں وھی احسان ھے
پیو جیوں کا سلطان ھے، پیو باج کوئی پیارا نہیں
دنیا فنا ھوشیار ھو، پیو تھے نکو بیزار ھو
جیو سوں سچی اختیار ھو، پیو باج کوئی پیارا نہیں

جن میں جنم کا ھے بنا، تل تل گھڑی اس کو منا
ناچیز ھے دنیا فنا، پیو باج کوئی پیارا نہیں

دیکھیا دنیا کی دھات میں، کیتاں فکر ایک رات میں
بولیا زناں کی بات میں، پیو باج کوئی پیارا نہیں

زن تھے ھوا جو کوئی دکھیا، دکھ نار تھے سینا پکیا
دو بین یوں داول لکھیا، پیو باج کوئی پیارا نہیں

اس کے بعد مرتب "مرقع دھلی" لکھتے ھیں -

"ھمیں صرف یہ دکھانا مقصود ھے کہ شاہ غلام محمد داول پورہ جیسا کہ ان کے لقب سے ظاھر ھو رھا ھے اسی سلسلے کے ایک فرد ھیں (یعنی عبداللطیف داور الملک کے)- یہ وہ بزرگ تھے کہ حضرت مغفرت مآب (میر قمرالدین خاں نظام الملک آصف جاہ اول) ان کی محفل سماع میں حاضر ہوتے تھے - صاحب مآثر نظامی نے ایک واقعہ کا ذکر کیا ھے جس سے موصوف کی علو منزلت اور حضرت مغفرت مآب آصف جاہ اول کی روشن خیالی اور اعلی دماغی پر روشنی پڑتی ھے "-

اس بیان کے لحاظ سے شاہ غلام محمد داول، داورالملک کے سلسلہ سے ھیں اور چونکہ مغفرت مآب آصف جاہ اول نے ان کی محفل سماع میں حاضری دی ھے اس لئے

وہ مغفرت مآب کی وفات سنہ ۱۱۶۱ ھ تک کسی وقت بقید حیات رہے ہیں۔

کتب خانہ انجمن ترقی اردو علی گڈھ میں شاہ داول دریائی کی ایک تصنیف ''کھاڑا'' معمہ ہے ان کا سلسلہ حضرت سید جلال الدین بخاری سے ملتا ہے۔ شجرے کے اشعار حسب ذیل ہیں۔

جلال الدین بخاری سید محمود بخاری قطب عالم بھی سمجھ زود
ذکر شاہ عالم وقاضی جنیدآن قافی محمود دریائی تو می دان
سید شاہ داول دریائی بدانی بنام شاں زصدق اخلاص خوانی[1]

زیر بحث شخصیت سید داول یا شاہ داول کی ہے بعض کاغذات میں انھیں شیخ داول بھی لکھا ہے ممکن ہے کہ یہ ان کی بزرگی کی بنا پر ہو۔ کتب خانہ درگاہ حضرت امین الدین اعلیٰ میں ایک کاغذ پر حضرت برھان الدین جانم کے ۱۳ خلفا کے اسمائے گرامی ہیں اور دوسرے کاغذ پر نُو۔ پہلی فہرست میں پہلا نام شاہ داول کا ہے اسی فہرست میں شیخ اسحق، شیخ محمود عین الحق (خوش دھان) خداوند شاہ اور خان محمد کے نام بھی ہیں۔ ان کے حالات بعض تذکروں میں مل جاتے ہیں۔ میاں خاں کا نام بھی اسی فہرست میں ہے۔ یہ بھی شاعر تھے اور اپنے پیر

(۱) یہ شجرہ کتب خانہ گچی محل بیجاپور سے حاصل ہوا ہے۔

(حضرت برهان الدین جانم) کی مدح کے علاوہ تصوفانہ مضامین کی مختصر مثنویاں لکھی ھیں ۔ انھیں کاغذات میں ایک بیع نامہ ھے جس کے مطالعہ سے سید داول کے حالات پر کچھ روشنی پڑتی ھے ۔ یہ بیع نامہ ۱۱ جمادی الاول سنہ ۱۰۸۶ کو لکھا گیا ھے ۔ سید داول نے پہلے انتقال کیا اور اس کے بعد ان کی بیوی مخدوم ما بنت شیخ ملک نے، ان کے ایک بیٹے سید ثمن تھے جنھوں نے اپنا موروثی مکان ملکی شاہ داول جو سید علاوالدین کی مسجد واقع اندرون حصار دروازہ شاہ پور بازار کے قریب واقع تھا شریف الملک بن سید الملک جماعتدار کو تیرہ ھون میں فروخت کیا تھا ۔ یہ معاھدہ قاضی برھان بیجاپور کے دار القضاء میں ضبط تحریر میں آیا ۔ مکان کے حدود اربعہ بھی دئے گئے ھیں کہ مغرب میں مکان علی محمد لشکری، جنوب میں مکان مشتری (شریف الملک) مشرق میں عام راستہ اور شمال میں سید داول اور شیخ داؤد بن شیخ موسیٰ لشکری، عبد اللہ خان لشکری اور عبد الوھاب ذرور گر کے مکانات ھیں ۔ اس بیعنامہ کے مطالعہ سے سید ثمن کے پیشے پر بھی روشنی پڑتی ھے کہ وہ خاص محل کے مودی تھے ۔ اب درگاہ کے اطراف و اکناف کا سارا علاقہ کھنڈر میں تبدیل ھو گیا ھے نہ مسجد ھے اور نہ خاص محل ۔

سید ثمن نے جب اپنا مکان فروخت کیا اس وقت ان کی عمر پچاس سال کی تھی۔ ان کے والد سید داول کو انتقال کئے کافی عرصہ گزر چکا تھا قیاس یہ ہے کہ انہوں نے طویل عمر پائی اور سنہ ۱۰۵۰ھ سے قبل ہی کسی وقت انتقال کیا۔ اس بیعنامہ پر سید ثمن بن سید داول کے دستخط موجود ہیں اور بطور شہادت تین گواہوں کے دستخط ہیں جن میں ان کے ہمسایہ عبدالوہاب ذرورگر بھی شامل ہیں۔

حضرت برہان الدین جانم کے ایک خلیفہ شاہ خان محمد نے غزل کے ایک شعر میں اپنے پیر بھائیوں کا بھی ذکر اس طرح کیا ہے۔

خداوند شاہ ہے شہ داول بندہ شہ خان محمد مل
کہ جیوں دل پیوں سوں مل مل محبت کا وہی دل ہے

اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ شہ داول علم و فضل میں بھی ممتاز تھے اور اپنے زہد و تقویٰ کے سبب مقبول انام بھی تھے۔

کتب خانہ آصفیہ میں تصوف نمبر ۴۷۰ جدید ایک رسالہ تصوف ہے۔ یہ شاہ محمد کی تصنیف ہے اس کے آخری حصہ میں وہ اپنے مرشد کے نام کا اظہار کرتے ہیں

اور ساتھ ہی شاہ داول کے تعلق سے بھی ہمیں ایک اطلاع ملتی ہے۔

یہ تو ہمیں علم ہو چکا ہے کہ شیخ محمود خوش دہاں حضرت امین الدین اعلیٰ کے اتالیق رہے ہیں اور خداوند شاہ نے بھی ان کی تربیت میں حصہ لیا ہے۔ شاہ محمد کے ذیل کے اشعار سے شاہ داول کے بارے میں بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ نے بھی ان کی تربیت کا فرض انجام دیا ہے۔ کہتے ہیں۔

شاہ امین مرشد میرے پیر   او ہیں میرے دستگیر
شاہ داول کے چرنوں لاگ   شاہ محمد پایا بھاگ

شاہ داول کی تین مثنویاں

۱۔ کشف الوجود ۲۔ کشف الانوار اور ۳۔ چار تن

ملی ہیں۔ پہلی اور دوسری مثنوی کے صرف دو دو نسخوں تک رسائی ہوسکی ہے۔ پہلی مثنوی کا ایک مخطوطہ کتب خانہ روضتین گلبرگہ شریف میں موجود ہے اور دوسرا پروفیسر آغا حیدر حسن کے کتب خانہ میں۔ کشف الانوار کے دونوں نسخے کتب خانہ جامعہ عثمانیہ کی ملکیت ہیں اور دونوں دیگر مختلف رسایل کے ساتھ ایک ہی جلد میں ہیں اور اس جلد کو رسایل امین الدین اعلیٰ سے موسوم

کیا گیا ہے۔ چار تن ایک مختصر سی مثنوی ہے جو کتب خانہ ادارہ ادبیات اردو کی مخزونہ ہے ان میں ان پانچ عنوانات کے تحت مسائل تصوف مختصراً بیان کئے گئے ہیں۔

۱۔ مجاہدہ نفس سوں ۲۔ مشاہدہ دل سوں ۳۔ مراقبہ روح سوں ٤۔ مکاشفہ نور سوں ٥۔ معائنہ ومغائبہ ذات سوں

تذکرہ مخطوطات ادارہ جلد پنجم میں ڈاکٹر زور مرحوم نے بتایا ہے کہ یہ صرف تیس اشعار کی مثنوی ہے اور اس کے اول و آخر کے دو دو شعر حسب ذیل ہیں۔

ابتدائی۔

حق سوں بولوں چار شہادت سانچے گر کے گیان
سانچا گرو مرشد میرا حضرت شاہ برھان
جن یو نکتہ کھول بتایا سیدے مارگ لایا
برھا کی رے آگ بجاجہ نیھہ کا پریم چکایا

آخری۔

چاروں تن سوں جیتے اچکر موت کا پیالہ پینا
حق کے مارگ حق سوں پانا حق میں حق ہو جینا
داول اپنے چاروں تن سوں جن یو پر چت بوجا
حق کی شہادت حق تے پایا عشقوں جھگڑا لوجا

ان مخطوطوں کے علاوہ ڈاکٹر زور مرحوم کے ذاتی کتب خانہ میں بھی رسایل کا ایک مجموعہ ہے جس میں میراں جی اور ان کے سلسلے کے بزرگوں کی مثنویاں ہیں۔ یہ کتب خانہ سمستان پالونچہ کے نسخہ کی نقل ہے۔ اصل کو مولوی عبدالحق مرحوم نے حاصل کر لیا تھا اور اب یہ انجمن ترقی اردو پاکستان کے کتب خانہ میں ہے۔ اس میں شاہ داول کے معمے اور راگ بھی شامل ہیں۔ ان کی دو تین غزلیں بھی مجھے ملی ہیں جو کسی موقع پر پیش کی جائیں گی۔

کشف الوجود کو "اردو نثر کے آغاز و ارتقاء" میں نثر کا رسالہ بتایا گیا ہے۔ یہ رسالہ دوسرے کئی رسایل کے ساتھ ایک ہی جلد میں ہے۔ اس میں پہلا رسالہ نفس رحمانی (فارسی) ہے اور دوسرا کشف الوجود۔ نمونہ جو دیا گیا ہے وہ عبدالقادر باحلیم منصف کے رسالہ کا ہے نہ کہ کشف الوجود کا۔ صفحہ ۱۱۶ کی آخر سے پہلی سطر یوں ہونا چاہیے۔

"سوال ہور جواب ہوا سو عبدالقادر باحلیم اوسے سن کر خدا واسطہ یو نسخہ لکھیا ہے" الخ۔

شاہ داول نے مرشد کا نام "چارتن" کی طرح

"کشف الانوار" میں بھی دیا ھے۔ کہتے ھیں:

سانچا حضرت شاہ برھان

سمرت ھو کر کیتے دان

کشف الانوار کا پہلا نسخہ (رسایل امین الدین اعلی نمبر ۱۷ مخزونہ کتب خانہ عثمانیہ یونیورسٹی) اس طرح شروع ھوتا ھے "آوردہ اند کہ حضرت شاہ برھان الدین قطب الآفاق قدس سرہ العزیز نزدیک آں حضرت یک طالب صادق آمدہ یک سوال کرد آں حضرت آں سایل را جواب دادند"۔

"یک تھا طالب صادق مرد دانا عاقل اھل درد"

لیکن اس شعر سے پہلے، دوسرے نسخہ میں ۳۲ اشعار اور ھیں اور یہ شعر تیتسواں ھے اس مثنوی میں شاہ داول نے اپنا تخلص یوں استعمال کیا ھے۔

داول جس کے اونچے بھاگ اس کے سر پہ پریم سہاگ

بہ اعتبار زبان کشف الوجود، کشف الانوار اور چار تن میں کوئی فرق نہیں۔ حضرت جانم اور شاہ داول کی زبان میں خفیف سا فرق ھے۔ اور سبب یہ ھے کہ حضرت جانم نے بھگتی تحریک کا بھی مطالعہ کیا ھے اور وہ سنسکرت زبان اور ویدانت فلسفہ سے آگاہ ھیں ان کی اس عالمانہ کیفیت نے ان کے اشعار کو مشکل بنا دیا ھے۔

شاہ داول کا علم و فضل اتنا زیادہ نہیں اس لئے وہ مشکل مسایل بھی پیش نہیں کرتے اور اسی لئے زبان قدرے آسان ھے۔

ان کی مثنوی ۔کشف الوجود مترنم بحر میں لکھی گئی ھے اسمیں تصنع اور ترصیع نہیں۔ انہوں نے ابتدا سے آخر تك تدریس وتفہیم کا انداز قایم رکھا ھے۔ اس میں موضوع کے لحاظ سے بھی کوئی ندرت اور انوکھا پن نہیں کیونکہ اس قسم کی تصوف کی باتیں حضرت خواجہ بندہ نواز کے بعد میرانجی اور جانم کہتے آئے ھیں اور ان کے پیر بھائی شیخ محمود عین الحق نے بھی جو بعد کو حضرت امین الدین اعلی کے اتالیق بنے دکنی اور فارسی میں بیان کیا ھے۔ چنانچہ ان کی کتاب ''معرفت السلوك'' یعنی شرح من عرف نفسہ فقد عرف ربہ نے اس قدر شہرت پائی کہ بعد کو نہ صرف اس کے ترجمے ہوے بلکہ آج سے اسی پچاسی سال قبل طبع بھی ہوئی۔ انہیں کی دوسری کتاب ''رویت الحق'' ھے جس میں آیت ربی فی صورت نور علی نور ھدی اللہ لنورہ من یشاء کی تشریح ھے۔

کشف الوجود مخزونہ کتب خانہ روضتین ناقص الآخر ھے درمیان سے بھی ایك دو اوراق غائب ھیں لیکن کتابت قدیم ھے۔ دسویں صدی ھجری میں دکن میں عام طور پر

الفاظ جیسے بولے جاتے تھے ویسے ہی لکھے ہیں البتہ صحت املا کا چنداں لحاظ نہیں رکھا گیا۔ ممکن ہے کہ کاتب کم سواد ہو۔

پروفیسر آغا حیدر حسن کے کتب خانہ کا مخطوطہ ۱۴ ذیقعدہ سنہ ۱۱۱۳ ھ کو لکھا گیا۔ اس جلد میں دیگر رسایل بھی ہیں لیکن متن میں ایک، متن سے متصلہ حاشیہ پر ایک اور اس سے لگا ہوا کشف الوجود، کہ اگر دوبارہ جلد بندی کی ضرورت ہو تو صحاف کی نا اہلی کشف الوجود کو مجروح کر سکتی ہے۔ یہ رسایل حضرت برھان الدین جانم اور ان کے سلسلے کے بزرگوں کے تحریر کردہ ہیں۔ اس کا کاتب محمد نصرت ہے چنانچہ آخر میں ایک شعر میں اس کی صراحت موجود ہے:

نصرت کاتب لکھیا کلام جو پڑھے بھیجے درود سلام

اسی کاتب کے لکھے ہوے ایک اور مخطوطہ پر محمد نصرت کی مہر موجود ہے۔ محمد نصرت عالمگیر کی فوج میں تھے اور فوج کے دوران قیام ”کھیلنہ“ میں یہ نسخہ لکھا گیا۔ انھوں نے یہاں کئی اور رسایل لکھے ہیں۔ کتابوں کی نقل ان کا محبوب مشغلہ رہا ہے۔ لیکن تصنیف کے سو سال بعد زبان میں جو تغیر ہوا ان لفظوں کو انھوں نے صحیح املا سے لکھا ہے۔ مثلاً نسخہ روضتین میں وہ کیلئے او

یا وو لکھا ہے اور محمد نصرت نے وہ اور کہیں وو لکھا ہے۔ اس طرح اس میں خفیف سی تحریف نظر آتی ہے۔ چونکہ یہ ایک مکمل نسخہ ہے اس لئے اس کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔

کشف الوجود میں جو مسایل بیان کئے گئے ہیں انہیں مختصراً یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

حمد و نعت کے بعد تخلیق نور، تخلیق آدم اور سبب تخلیق آدم بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد حکم سجدہ اور انکار ابلیس کا واقعہ ہے۔ یہاں سے تصوف شروع ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ عالم دو ہیں، جسمانی اور روحانی، ان دونوں سے پرے نور کا عالم ہے جس تک انسان کامل ہی رسائی حاصل کر سکتا ہے بشرطیکہ خدا اس کو توفیق اور عرفان عطا کرے۔ یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ انسان میں اپنے نفس کو پہچاننے کی صلاحیت پیدا ہو۔ خدا اس کے دل میں رہ کر اس کو اپنا دیدار دکھاتا ہے۔ اس کا جلوہ ہر چیز میں موجود ہے۔ اس کا عرفان فرشتوں حتی کہ جبرئیل کو بھی نہیں ہوتا لیکن ان کی رسائی اس نور تک ہو جاتی ہے خواہ وہ کہیں ہو۔ انسان جب جلوہ دیکھ پاتا ہے تو وہ اپنی خودی کو بھول جاتا ہے۔ انسان کا انا عقل کی بنا پر ہے لیکن اس سے ماوریٰ ہے اس

تک رسائی پانے کے لئے ہمیں رہنما کی ضرورت ہوتی ہے جو ہمیں اس کی تجلیاں دکھاتا اور اس تک پہنچا دیتا ہے۔ اگر ہم اپنی زندگی میں عرفان حاصل نہ کریں تو پھر ہمارا وجود بیکار ہے۔ اگر ہم دنیاوی الجھنوں، عزیز اقارب اور دھن دولت کی فکر میں رہیں اور ساتھ ہی خدا سے بھی محبت کا اظہار کریں تو یہ ممکن نہیں۔ اگر ہم دنیوی بکھیڑوں میں رہیں تو سوائے ذلت و رسوائی کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ جب تک یہ حرص باقی رہے گی اس وقت تک دل میں محبوب کی محبت پیدا نہیں ہو سکتی۔ جس کو عیش دوام حاصل کرنا منظور ہو، اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ ظاہری عیش و آرام اور رنج و آلام سے یکسر بے نیاز ہو جائے تاکہ محبوب حقیقی کی محبت دل میں بیدار ہو سکے۔

روح کا مرتبہ جسم کے مقابلہ میں بدرجہا زیادہ ہے۔ جسم فانی اور روح باقی ہے۔ روح ایک خوشبو ہے خوشبو کیوڑے میں ہوتی ہے، کانٹے میں بھی اور پتوں میں بھی۔ پتے سے کانٹا علحدہ کر دیا جائے تب بھی خوشبو کسی سے علحدہ نہ ہو گی۔ جس طرح خوشبو کے اظہار کے لئے کیوڑا ضروری ہے اس طرح جسم کے بغیر روح کا عمل دخل بھی ممکن نہیں۔ ہم اپنے شعور کی بنا پر

حواس خمسہ سے کسی چیز کے بارے میں جان سکتے ہیں جب شعور ہی نہ ہو تو حواس ظاہری کیا کام آئیں گے۔

روح بہت سبک اور رواں ہے۔ اس میں پھرتی اور چالاکی بہت ہوتی ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں ایک سفلی دوسری علوی۔ سفلی روح ہمیشہ عالم سیر میں رہتی ہے اور علوی مقیم کی حیثیت سے زندگی بھر جسم مں موجود ہوتی ہے۔ سفلی روح بو کی طرح ہے اور علوی پھول کی طرح، جس میں بو موجود ہوتی ہے۔ سفلی روح خواب میں مختلف اشیاء کو دیکھتی ہے لیکن اس سے حاصل کچھ نہیں ہوتا۔ جب ایک شخص ان سفلی اور علوی کے پردوں سے گزر جائیگا تو دونوں عالم اس کے پیش نظر ہوں گے۔ اور جس چیز کی محبت دل میں پیدا ہو گی اسی کی شکل نظر آتی رہے گی۔

اگر ہم کسی غیر شخص یا شے سے محبت کریں تو ہمیں نقصان اٹھانا ہوگا۔ یہ ایک بدیہی اظہار ہوگا۔ اس سے باطن کو صدمہ پہنچے گا اور روح کا دیدار نہ ہو سکے گا۔ ہم جیسے ایک بیج سے مولکا نکلتا دیکھتے ہیں تو وہ باہر آنے پر ہی نظر آسکتا ہے لیکن اندر بیج میں جو تغیرات ہوتے ہیں اس سے ہم لا علم ہیں۔ ہم اس کو محض اپنی عقل ہی سے سمجھ سکتے ہیں۔ گویا بیج ظلمات

اور تاریک مقام ہے یا بالفاظ دیگر یہ مقام نیستی ہے اور وہ وجود میں آنے کے بعد مقام ہستی میں آجاتا ہے۔ اس طرح اندھیرے ہی سے روشنی نمودار ہوتی ہے۔ اگر کسی نے عرفان کا درجہ حاصل کر لیا ہے تو اس تاریکی میں نور کو دیکھ سکے گا مگر اس کے لیے عقل کی ضرورت ہے۔ عقل و عرفان کا فقدان تجلیوں کی دید سے محروم کر دے گا۔ عرفان آئینہ کی طرح ہے جس میں نور کا انعکاس ہوتا ہے۔ یہ روح علوی ہے جس کو خودی کا عرفان ہوتا ہے۔ یہ روح پاک اور منزہ ہے اس کا دیکھنے والا عارف ہے۔ وہ خودی، نور اور تجلی، ہر چیز کو اپنی عقل سے تمیز کر سکتا ہے اور ہر چیز میں وہ اپنے آپ کو پاتا ہے۔ گویا وہ ان چیزوں کو نہیں بلکہ آئینہ کو دیکھ رہا ہے۔ اب اگر آئینہ کی تمثیل کو کچھ دیر کے لیے نظر انداز کر دیں تو نظر آنے والی چیز ذات کا پرتو ہوگی اور ہم اپنی انانیت یا "میں پن" کو چھوڑ دیں تو ذات باری کا جلوہ دیکھ سکیں گے اور یہ محسوس ہوگا کہ ہم اسی کی آنکھ سے اسی کا جلوہ دیکھ رہے ہیں۔

اس طرح ہم خودی کا درجہ اپنی انانیت کی نفی

کے بعد ھی حاصل کر سکیں گے ورنہ انانیت کے ہوتے نور تک رسائی حاصل کرنا تاریکی میں گھورنے سے کم نہیں۔ یا یوں کہیے کہ پانی میں غوطہ لگانے کے بعد بات کرنے کی مجال نہیں ھو سکتی حالانکہ زبان تو موجود ہوتی ھے۔ پانی سے باھر آکر ھی ھم کچھ کہنے کے قابل ھو سکتے ھیں ھمیں جب دیدار ھو جاتا ھے تو ان تمام کیفیات کو ذھن نشین رکھنا مشکل ھے۔ جیسے ایک بچہ تمام واقعات کو جو اس کی آنکھوں کے سامنے گذر چکے ھیں یاد نہیں رکھ سکتا۔ اس کا شعور اتنا پختہ نہیں کہ ہر بات کو سمجھے اور یاد رکھے حالانکہ دودھ کی طلب کا اظہار کر سکتا ھے۔ غرض کہ ایسی بے شعوری کی کیفیت مفید نہیں ھو سکتی۔ جیسے پھل میں بیج اور بیج میں مولکا اس وقت تک نظر نہیں آتا جب تک کہ وہ اپنے مقام سے باھر نہ آجائے۔ اس لئے جو اپنا نفع نہ جان سکے وہ مقصود بھی حاصل نہیں کر سکتا اور جو خود کو نہ پہچانے وہ خدا کو کیسے پہچان سکے گا۔ جو لوگ غور و فکر کرتے ھیں اور جن پر مرشد اور رھنما کی مہربانی ھے وھی اس فطری نور کو مختلف شکلوں میں دیکھنے کے قابل ھو سکیں گے۔

کتاب کشف الوجود

[1] گفتار شیخ داول رحمہ

اللہ واحد سرجن ہار	جوں[2] جگ عالم جس تھیں بار
ظاہر باطن اپنا روپ	ذات منزہ سہج سروپ
دایم قایم آپیں آپ	جونا پنگڑی ناما باپ
تن بن نا من جو انگ[3] لپت	نا اس پیت[4] ہے نا اس میت[5]
کہن[6] نا آوے کچھ مثال	جائے طرف نا وہم خیال
فہم نظر[7] سو وہم گمان	کیسا[8] اس کا نادر گیان
ذات منزہ سب تھے پاک	کوی نا کرے اس ادراک
[9]عشق کہوں نا محبت شوق	لذت کہوں نا صحبت ذوق
[9]آب ہور آتش باد ہور خاک	سب تھے نرمل ہے او پاک
نینو بن وہ دیکھے سب	کانو بن وہ سنتا رب
ناسک بن وہ لیوے باس	[10]وجود نہیں بن بھوگ بلاس
[11]جبوا بن وہ بولن ہار	[12]حاضر ناظر ہے کرتار
جان پنا دے اپنا نور	راکھیا اپنی نظر حضور

---

(۱) من کلام عاشق داول

ہست سری جملہ کلام کریم   بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۲) سب (۳) انک لپت (٤) پیٹھ (٥) پیٹ (٦) کہنے (٧) تصور عقل گمان (٨) قیاس آگہی (٩) صرف نسخہ آغا صاحب میں ۔ (۱۰) وجود بن وہ ہو کے خاص (۱۱) جیبہ (۱۲) ظاہر باطن ناظر ہے کرتار۔

شاهد کر اس کیا جدا تو ان لذت[1] لیا خدا
جان پنا نا دیتا اس معبود کر کیوں[2] کہتا تس
توان طواف آپس آپس نور[3] نور کوں میں[4] پڑ کر گنجور
سرتے برتے کوں سکت جان پنا دے کیا بھگت
..... [5]اپنے عشقوں بھول طاعت بندگی سوں مشغول
رحمت بخشا اس کی ٹھار اپنا دکھلایا دیدار
[6]جاؤں راکھیا اپنے پاس اس کوں دکھلایا رہ راس
[6]جے کچھ رب کا ھے فرمان نبی دل جنن با احسان
لے کیچھ نبی کا فرمان نبی دل جان با احسان
تسلیم ہو کر لیتا سیر تو اس کیتا جگ میں میر
اونچا درجا دیتا مان پنہاں راکھیا با ایمان
جیتا جے کچھ مخلوقات کل شے عالم ھرھر دھات
سب جگ پیدا جس کے[7] نور عرش ہور کرسی چندر سور
بہشت ہور دوزخ بھیں اسمان لوح، قلم، جن ہور حیوان
سات سمندر ڈونگر پہاڑ بن کھنڈ باجے جناں[8] جھاڑ
حوراں، طیراں، بجلیاں مور ایسے بھی کئی لاک کرور
ظاھر باطن دیک بچار نور نبی تھے سب اظہار

---

(۱) ثابت (۲) کون (۳) (کذا) (٤) پن کی جوڑ (٥) عابد بن جن کیا قبول (٦) صرف نسخه آغا صاحب میں (۷) کا۔ (۸) جیسے۔

پرگٹ نور کوں دیا فضل جوں جگ عالم اس کے تل
آب ہور آتش خاک ہور باؤ سرجا نور نبی کے چاؤ
۱ نور کوں کیا ایسا بول جے تجھ بھاوے کہہ مجھ کھول
جس کوں کرتا توں اختیار اس میں کر ۲ سوں تجھ اظہار
ایسا حق تھیں ہوا امر نور نبی لے، سر، بہیں ۳ دھر
چاروں کا دھیان ہوا مہمان ماٹی نور قبولیا ۴ جان
چار عناصر کیتا ۵ تن نور نبی تھے کر روشن
خاکی آدم کیا صفی پایا قطرہ نور نبی
۶ ہوا فرشتوں پر یوں فرمان سجدا کرنا بادل جان
پر تو دیکھے حق کا نور سکلے سجدے کئیے حضور
ابلیس کافر رکھیا گمان رانیا گیا، ہوا شیطان
۷ حق تھے ہوا لعنت بار ساتوں دوزخ بھیتر بار
ابلیس لایا دھندے دھند حق تھے آدم پایا پند
دایم در پہ ہے شیطان ہے گنہ دریا انسان
دل میں بٹھا کے وسواس غفلت پایا از رہ راس
ابلیس تھے سب عالم واز حق کے در تھے پھراتا باز

---

(۱) نور کیوں کھیا ایسا بول (۲) کر سے (۳) پر (٤) قبولی۔
(٥) بوجه خاکی تن (٦) صرف نسخه آغا صاحب میں (۷) یہاں سے
(۲۲) اشعار نسخه آغا صاحب میں هیں نسخه روضتیں میں یه ورق
غائب ہے۔

محکم دندی ہے شہ زور — کیسا پاپ ہے شر شور
تو لگ مخفی تھا وو نور — پر گھٹ کیتا آخر دور
ات کل آیا نبی رسول — ابلیس ہوا دیک مخمول
حق تھے نازل ہوا کلام — روشن کیتا دین اسلام
عالم کیرا ہے سرتاج — جس کوں ہوا شب معراج
جنے بکھ حق تھے ہوے مقصود — جبریل آوے بھیجے درود
جیتا مشکل ہو وے کار — جبریل کرتے ہیں اظہار
جنے کوی جیتا پوچھے سوال — حل کر دیتے ہیں در حال
ایسا سرور جگ کل میر — روز قیامت ہوے دستگیر
اس کا کہنا جس دل بار — خاصاں مومن ہیں دیدار
مومن کا دل عرش پچھان — نور نبی کا دیک عیاں
جے کوئی دیکھے نور نبی — بیشک دیکھیا جان ربی
یوں ہے دیک نبی کا قول — کیا فرمان سب رب کے بول
دیکھیا اپناچ دیدار — ان جوں دیکھیا ہوے کرتار
آپیں دیک خدا کا نور — اس نور تھے کل کیا ظہور
توں ان نور نبی کا پچھان — عالم جس تے کیتا جان
اللہ کیرا یوں ہے قول — معشوق اپنے بنے رسول
۲ جیتا کرتا تج کوں بار — آپس کرتا نا اظہار
کل شئ جیتا مخلوقات — نور تھے پرگھٹ کل صفات

(۱) نسخہ آغا صاحب سے (۲) یہاں سے مشترک۔

اپنی تو ہے مخفی ٹھار　　پرگھٹ قدرت کیتا بار
قدرت صورت[1] روپ دکھاے　　۲ کرتا کوں نا دیکھیا جائے
یک یہ عالم جسمانی　　دوجا عالم روحانی
یہ دو عالم ہیں ایلار　　نور ہے دونوں کے پیلار۳
وہاں کا عالم ہے کچھ ہور　　وہاں کوئی قادر ہے ور زور
جے کچھ نازل وہاں تھے بار　　دونوں عالم کیرا ٹھار
قدرت سن کوں ملیا خدا　　قدرت بی٤ ہے ذات جدا
٥ جیتا قدرت کیتا بار　　نا اس بھیتر نا ہے بہار
جے کچھ تصرف٦ کیتا رب　　ردس ۷ ردس آیا عالم سب
سب تھے کامل ہے انسان　　گیان ہدایت دے۸ عرفان
انسان بھیتر ہوا ظہور　　پردا تھا سو کیتا دور
کہ الانسان سری انا سرہ　　من عرف روح فقد عرف ربہ
۹ کیسا اس کا گیان کمال　　دیکھیا اس کا نور جمال
۱۰ اس کوں انکھیاں دیتا چار　　تو ان دیکھیا وہ دیدار
کیسا اس کا دیک قلوب　　۱۱ بیٹھا دل میں ہو محبوب
مانس کیرا دل کے ٹھار　　اپنا دکھلایا دیدار

---

(۱) سوں ان (۲) کرتے (۳) نورانی دونوں کے پیلار (٤) بن۔
(٥) جس تے (٦) تصور (۷) وسواس (۸) دیا (۹ و ۱۰) صرف نسخہ آغا صاحب میں۔ (۱۱) روشن۔

۱ اے جے پکھ عالم بار — اس کے دل میں ہے اظہار
احق کا او تو ہے انسان — اس میں اس کا سب نشان
عرش ہور کرسی، حور ملک — بہشت ہور دوزخ، ارض، فلک
جیتا عالم ہے کل شئے — اس کے دل میں پرتو ہے
اس کے جان پنے کی چھانوں — مانس کیری دل کے ٹھانوں
تو یہ آپس میں اس جوے — بوجھا اپنا معبود ہوئے
سب سوں ہے[2] سب بوجھا رب — عشقوں آپس کھویا سب
کون مراتب کون فضل — جبرائیل کا نہیں دخل
جہاں دیک جبرئیل کا نئیں بھیر[3] — وہاں دیک انسان کیرا سیر
انسان مقصود حاصل کر — حق میں آپس واصل کر
درجا پایا قرب مقام — اپس کھویا دیک تمام
طالب ہونا حق کی باٹ — "میں پن" اپنا [4] سکلا بات
۵ کرنا سالک دل میں سیر — "میں پن" اپنا دور کر غیر
میں پن دور کر نور اصل — نوری ان کوں سہج وصل
تیرا "میں پن" گیان بھیتر — اس کا "میں پن" گیان اپر
۶ گیان دھیان کچ ناد ہے اوپر — وہاں کاد سے سب زیر وزبر
بندا فاعل ہے مختار — فرصت دیتا ہے اختیار
دیکھنا، سننا، بولنا بات — بعضی تن کی ہے [6] حرکات

(۱، ۵ و ۶) صرف نسخہ آغا صاحب میں (۲) بن (۳) ہنر۔
(۴) سکلاٹ (۶) سب۔

اس کوں ناھیں کوئی طرف — فہم، ہدایت، کون شرف
بات دیکھیا دل کے دھیر — کوشش کرنا رے تدبیر
بھیجیا الله ۱ نبی قرآن — سمجیں ۲ سن کر بول بیان
دل میں کرنا اس کا فام — بر حق چلنا کرنا کام
مشغول ہونا دل کے ٹھاز — حق تھے پاوے گا دیدار
حق کا مرشد ہوے خاص — تج کر دیوے حق شناس
نئیں تو جھوٹی کھٹ ۳ بتلاؤ — غفلات میں سب عمر گنواؤ ٤
اس میں مر کر جاوے تن — ماٹی میں بھا کرے ۵ دفن
بزاں ہوئے ٦ پچتاوا ہم — گرنا جاوے دل کا غم
جیتا ہے لگ مرنا جان — مر کر جینا دیک پچھان
بزاں ۷ ناھیں موت حیات — سمجیں عارف کیا ہے بات
نبی ۸ کیرا ہے یو قول — بوج لے معنی کیا ۹ ہے بول
سیدھا مارگ دھرنا پاؤ ۱۰ — حق کوں پاوے دیکھو ۱۱ جاؤ
صدق یقین صابر ۱۲ ہوے — بوجھے قادر ہے گر کوئے
عارف ہو کر لیا ایمان — جے پکھ کرتا سو ہے جان
امر خدا کا لیاؤ بجا — رهنا بین الخوف رجا

---

(۱) الله نے نبی ہور قرآن (۲) سمجھنا (۳) کھٹ پٹ لا (٤) گنوا۔
(۵) کر تن دفن (٦) بعد از ہووئے پچھاننا جم (۷) بعد از (۸) الله محمد (۹) دیک ڈھنڈول (۱۰) پانوں (۱۱) ماوے چھانوں (۱۲) صادق۔

دنیا فانی نا تج ہوے دایم حال ۱ نا جئے کوے

تن کی خلعت دیتا توج صورت آدم کیتا بوج

لوڑے تج کوں آدم کوں آدم برلا لا کھوں چن ۲

آدم نور نبی کا پاک نہ کی صورت بر خا خاک

آدم کی نا ہوے صفات اس تھے بہتر حیوانات

صورت سیتی نئیں کچھ کام لوڑے آدم کیرا فام

تن کے سنگوں ہوے نفس برتے پانچو ہوا ہوس

فہم دلالی پکڑیا بار ہر ہر اعضا کیرے ۳ ٹھار

نینو ماہیں ۴ بھید نظر کانو ماہیں سننا بھر

ناسک انگوں لیوے باس ایسے پانچو ۵ بھوگ بلاس

تن کے سن ۶ کوں سد بد فہام ظاہر باطن دیک تمام

نفس قوی ہو تن میں بھر بھرتا تن کا گھوڑا کر

پانچوں داراں میں ھلکاؤ اپنے "میں پن" کوں سلکاؤ

میں ہور میرا پکڑیا ماؤ ۷ جھوٹا دھندا پکڑیا چاؤ

حرص بدھارا پکڑیا بھوت دنیا کے ۸ سب جھوٹے روت

اس ۹ تن سنگوں ظاہر ناند آپس آپیں لیتا باند

جو ہو پنگڑی مال ۱۰ ملوک بھولیا ان کوں چھوڑ سلوک

خویش، قرابت، مال ہور بھان ان سوں لاگا جیو پران

---

(۱) یہاں (۲) چون (۳) کیرا (٤) میں (٥) پانچوں (٦) سنگوں۔

(۷) پاو (۸) دنیا کیرے (۹) اپنے تن کوں (۱۰) مال ہور ملک۔

ھے لگ نیری لگتا سوک مرتے ا بیلا پڑتا دوک

"توکا" اس کا ھوا کم جے ان دل میں لیتا غم

میٹھے لاکے ان کے چھند اپنے دل کوں کیتا بند

جھوٹی کثرت دل میں بھید جھوٹا آخر ھوے نپید

جیسا ھے یہ ویسا نئیں دل تو الجھا ۲ نئیں ھے کئیں

محبت پکڑیا جھوٹا یاد جانیا نئیں لگ تھا بھو شاد

محبت جاں پنے کی انگ میں یوں باندیا نسبت سنگ

جھوٹی محبت نا ھوے ۳ نھاٹ آخر بازی مشکل ٤ کھاٹ

ماں ھور پنگڑی بھانا جوے ۵ کھانے پینے تھیں دل کھوئے

جوں ٦ یہ آویں تیرے پاس ان کو دیکھ تو بیری ۷ نھاس

ان کے سنگوں توں ھو خوار کونچے کونچے، داریں دار

جیتا ۸ جوڑ ملاویں مال تیتا جاکے بتری خیال

نینو کا ھے ایسا کار جے کچ دیکھے خش دیدار

عمر گھٹے لگ دیکھے جم حرص بدھارا ناھوے کم

جیتا جبھوا چاکے رس جنم گنواوے ناھوے ۹ بس

دل کی طمع جولک توج تولگ حاصل نیں کچھ بوج ۱۰

پیو کی محبت کرے اثر جھوٹے تن کوں جاے بسر

---

(۱) موے پیلار (۲) تیرا (۳) نہ آوے ھات (٤) مشکل ھے کھاٹ۔

(۵) ھور جو + کھانے پینے تھے دل دھو (٦) جوں جوں (۷) تیز۔

(۸) جیتاجوڑے ملک و مال (۹) ھوس (۱۰) توج۔

یہ جیتی محبت اتنا دوک | کیوں رہے دایم ایک هی[1] سوس
جے کوئی مانگے دایم سوک | چھوڑے ظاهر کا سوک دوک
باطن حاصل هوے ذوق | [2] پیوتے پیو کا پاوے شوق
من کا گھوڑا خاکی تن | روح کا گھوڑا ممکن من
روح کے انگوں قایم نور | سب سوں بن سیدھی[3] مور
جھوٹے تن کی کس کوں آس | ماٹی میں گل جاوے ناس
جھوٹی نسبت کیرا فہام | باطن بهیدیا[4] دیک تمام
جیتا هے لگ خاکی تن | باطن بهیدیا رك اپنا من
خاکی تن تھے هووے موت | من تھے آخر نا هوئے فوت
جیوں که کیوڑے سوں مل کات | خشبوئی بهیدی کات سنگات
کیوڑے تھے هوئے کات جدا | خشبوئی مکتی رهے سدا
یوں اس خاکی تن کی باس | باطن رهے ممکن[5] پاس
من بهی اندهلا هے تن باج | تن بن چلتا نئیں کچ کاج
آنکھیاں هے لگ دیکھے روپ | انکھیاں نئیں تو مخفی چوپ
جبهوا هے لگ چاك سواد | کان اچھے لگ سننا ناد
ناسك هے لگ خشبوئی باس | گیان اچھے لگ بهوگ بلاس
[6] اس پانچوں اپر سیکھے فام | نسبت سنگوں بهوگ تمام
نینوں میں جب آوے فہام | دستا جو کچھ کھے تمام

---

(۱) ان کوں (۲) بهوٹے بارے پیو کا شوق (۳) سب هوئے معمور (٤) ڈهنڈنا (٥) من کے (٦) پانچوں بن ایك هی فہام ـ

کانوں بھیتر آوے گیان — سن کر بوجھے[1] بول بیان

[2]ناسك انگوں خشبوی سُنگ — جبھوا پرتے لذت چُنگ

[2]اعضا پرتے دك سك بھوگ — گیا نو سب تن دیك سنجوگ

[3]ظہر باطن میں یو فہام — فہم نہیں وہاں کیا ہے کام

دشٹی کوں دیك سوجھے کس کا[4] — آپس آپیں بوجھے کس[4] کا

تن تھے خارج دستا من — من تھے حرکت خاکی تن

جہاں خوش لگتا تجھ آرام — وہاں سب بستا[5] تیرا فہام

زیبا صورت دیك جمال — بھولے عاشق ہوئے جمال

[6]نینوں ماہ سوں . . . . . .

[7]وقتی سننا بھاوے راگ — بعضی تن تے جاوے بھاگ

جس نسبت [8]یو بستا گیان — وان سب اعضا ہیں مہمان

جہاں لگ مجلس دل میں بار — سب[9] آئے ہیں حاضر اس ٹھار

اعضا کی سد ہووے گت — مسکا[10] جوں کے کاڑے مت

سد، فہم سب ممکن سات — ظاہر باطن کے حرکات

---

(۱) سانچے بول بیان (۲) نسخه آغا صاحب میں دونوں شعر نہیں ہیں (۳) ظاہر باطن میں کیا (٤) کیا (٥) نشان ۔

(٦) نینوں ماهی بستا روپ — چاروں دار مخفی چوپ

(۷) یك وقت (۸) سوں سننا (۹) سکلے (۱۰) تن من جیو سب سارے ست ۔

باطن کیرا پر[1] تو بوج   ظاهر [2]پانچوں یه هے توج
ظاهر تن تهے حاوے فهام   من سوں بهرنے منگے کام
جوں کی سوکر دیکھے خواب   پانچوں داراں بڑے خراب
باطن بستا جا کس ٹهار   کون چتر وه نقش[3] و نگار
اس تن کورے کیسی بودھ   دیکھے سو نا لیاوے سودھ
ظاهر توں اس تن تهے دور   باطن دے کے حال حضور
[4]پرگھٹ دسیں پانچوں دار   تن کے بھیتر دل کے ٹهار
باطن هوتا دل کے بهار   ظاهر خاکی تن کے ٹهار
وهاں بی دیکھن هارا هو   ممکن تن کا ٹهارا او
دل تهے تیرے جو وسواس   پرگھٹ هو هو دستا پاس
سفلی روح هے ممکن سات   روپ دیکتا هے خطرات
سفلی ارواح کرتی سیر   اسفل هے دستا زیر
وهاں کا بی هو دیکھن هار   جهوٹے خطرے من کے مار
جهوٹا دستا تیرا روپ   دیکھن هار مخفی چوپ
سوتا مانس هو هوشیار   فهم جپایا[5] تهارین تار
کون کیا تها کرنا فهام   جب سدھ وهاں کی لیاوے تمام
بهئی کچھ بولوں کهوں مثال   که اك بیٹها لیه[6] کچھ حال

---

(۱) سیر توں بوج (۲) مانجه هوا یوں توج (۳) نفس بکار (٤) یهاں سے آٹھ اشعار صرف نسخه آغا صاحب میں هیں (۵) جنایا ـ (٦) هے ـ

فکر اندیشه کرے بہت نسبت سکوں پڑیا کونت
محبت پکڑیا دل میں یاد تن تھے[1] بیٹھا ہو برباد
باطن بھیدیا[2] تیرا من دل میں پکڑیا کون وطن
پر چت بوجھے کون خرد دو که سو که منگا کون درد
روح کوں خاکی تن میں بھاؤ ہوا خمس کا دیکھنا چاؤ
پہلے تن کا سن افعال جو جو دستے ہیں اشکال
جہاں لگ دستا نینوں تل دیکھن ھارا توں نرمل
لینا انتر کیری بود دیکھن ھارا ھے اوسود
تو اس خاکی تن کے ٹھار نینوں میں ھے وو دیکھن ھار
نینوں بھیتر ھے کوئی جان سو وہ حرکت کرے پہچان
دیکھن ھارا دیکھے چوپ جیسا نینوں دستا روپ
جے کچھ پر گھٹ بجتا ناد کانو بھیتر سنتا شاد
ناسک بھیتر لیوے باس جبھوا بھیتر لذت چاک
لمس لگن کا لیوے سوک پانچو آپن ایکس دوک
بیٹا بیٹی یا عورات گذریا[3] جگ تھے ہو نہاٹ
ظاہر تن کی لئی[4] کثرت باطن باندا کیوں محبت
باطن دل میں لیتا دُوک ظاہر تن کا بسریا سُوک

---

(۱) تھیں میٹیا (۲) پھرتا (۳) جگ تو ہو ممات (۴) بہوت۔

وہ دک باطن کس پر بار   سیج بچھائی [1]بھو انگار
من میں محبت پکڑے سوک   ظاہر تن کا بسریا سوک
[2]وہ مکہ بستا ہے جس ٹھار   پانچوں حاضر ہیں اس ٹھار
[2]پانچوں کیرا او سیر   سمجے نا اس کو پانچوں سیر
باطن جس پر دوک سوک بار   کون گیانی بوج[3] قرار
باطن ہونا من کا جان   تو وہ حرکت کیری پچان
ممکن کیرے کون صفات   بولوں بجھ وہ ہے کس دھات
[4]جو تجھ باطن کے ہے چار   خاکی تن تھے آپس کاڑ
کیتا انتر کرے بودھ   چاروں تن کی پاوے سودھ
چاروں تن تھے تو کر بند   تو سکھ پاوے بھوگ انند
کون کون تیرے چار وجود   عاشق واصل کیتا رے معبود
پہلا تو یہ خاکی تن   دوجا باطن ممکن من
تیجا غیبی چوتھا جان   نور نرنجن کریں پچھان
دوئی وجوداں روپ اکار   دوئی نروپ دیک بچار
پہلا خاکی دیک وجود   اسکا بارے لیہ مقصود
آب ہور آتش خاک ہور باد   خاکی تن پہلا کیتا شاد
چاروں بستاں کر اک ٹھار   صورت آدم روپ سنوار

---

(۱) پھول انگار (۲) صرف نسخہ آغا صاحب میں ہے (۳) گیان بھوگ بچار (٤) یہاں سے دس شعر صرف نسخہ آغاصاحب میں ہیں۔

ممکن عالم هے ملکوت خاکی عالم هے ناسوت
ارواح سفلی ممکن سات ارواح علوی هے باذات
۱ ذات اپر میں من لاؤ ممکن سیتی۲ بھوگو جاؤ
جے پکھ میں پن کیرے امر صورت آوے روپ نظر
میں پن مخفی دل کے ٹھار دل کے انگوں کرتا بار
ممکن کیرے کیسے کام فعلوں پرتھے کرتا فہام
ممکن تن هے روحانی پاک نہ کی صورت مائی خاک
موئے بعد زو هے خاص سد بد سکلی اس کے پاس
خصلات گھوڑے کی اظہار روح لے بھرتا ٹھاریں ٹھار
بجلی تھے بھی بھوت چپل بندے پھیرے جاے نکل
جیسا ممکن۳ روح توج خاکی پوشش کیتا بوج
روحی مرکب هے وو صاف خاکی تن کا کیا غلاف
روح سفلی اس کے سات علوی کی وہ دیکھے صفات
سفلی علوی روحاں دوئی جاری٤ مقیم کہتے کوئی
سفلی روح کوں هے سیر علوی کو نئیں پھیرا پھیر
سفلی جاتی اندر خاب جھوٹا۵ پرتو دسے شتاب
سفلی پیدا روز٦ میثاق ممکن تن دے گیان۷ نفاق
جس کوں رب سوں ہوا کلام روحاں سجدہ کئے تمام

---

(۱) ذات پر تو میں آؤ سماؤ (۲) بیٹھے (۳) روح ممکن توج -
(٤) چار (۵) چوتھا پر توں دستا شتاب (٦) وقت (۷) کیا -

علوی اچھے تن کے سات قایم جو لگ حال حیات
۱خا کی تن کوں ہے ممات ممکن سوں اس ہے حیات
عقل مقیمی علوی ناؤں عقل دلالی اس کی چھاؤں
عقل مقیمی دیک ۲بچار عقل دلالی اس کا بار
عقل مقیمیں دیک ھلال پر تو چندنا عقل دلال
جو نکے سونے کیرے ٹھار سفلی تن تھے ہوتا بار
علوی قایم تن کے ٹھار سفلی کھٹ پٹ کرتی بار
تن کی نسبت کیرا فہام نکل جاوے دیک تمام
سفلی پر تو جوں ہے باس علوی گل جوں رکے باس
جوں کی سوتا ہے بے غم ۳تاب ان دھر کے کھیلے دم
گیان تیرا کیوں ہو دو ٹھار باٹاں کیا دیک بچار
۴سپنے میں کا کیسا گیان مردے سیتے دیک عیاں
مردیاں کیرا نئیں کچھ ڈر ۵ملتا ان سوں خوشیاں کر
جا گتا مانس اچھے ھشیار مردے دیکھے نظر تلہار
چھل کر مرتے نئیں کچھ بار عقل مقیم ہے اس ٹھار
سونے سپن۶ کا جھوٹا خیال جا گتا اچھکر ہونا حال
ظاہر ملنا مردیاں سات ان کوں ڈر کی نئیں کچھ بات
جوں کی آرس دکتا مکھ عین نظر میں دستا سوک

(۱) آغا صاحب کے نسخہ میں یہ شعر نہیں ہے (۲) روح (۳) ناران دھر کے (٤) سونے میں (٥) ملتے (٦) میں۔

جس کے دل تے پردا جائے — دونوں عالم دل میں پائے
۱ سفلی تیری دیکھ سکت — ممکن خطرے میں جگت
باطن تیرے دل کے ٹھار — کون کون عالم ھے اظہار
قطرا پکڑیں صورت روپ — شاھد ھوں تو دیکھے چوپ
سفلی ان کو اپنا بار — دیکھیں آپیں دل کے ٹھار
سفلی پر تو تیرا گیان — ۲او کوئی ھے با حق با عرفان
جسے پکھ تج تھیں ھوئیں افعال — تیرے پر تو تیرا خیال
سفلی پرتیں ممکن سات — ۳ممکن پر اس نئیں برکات
ممکن تن کا ایسا حال — خاکی تن کے سب افعال
جوں کہ سوئے اندر خاب ٤ — اس کا بارے منجہ دے جاب ٥
خاکی تن کا فعل تمام — کی٦ وہ دکھنا کرنا فہام
۷دیکھنا، چکھنا، سننا بات — سونگھنا، بھوگنا، سب حرکات
کیتا خاکی تن کا سنگ — ممکن اوپر دستا رنگ
تن سوں برتیا جس جس دھات — سب وھاں دستا ۸ ھے حرکات
بولوں تج کوں ایک مثال — کیا خش تمثیل ھے خش حال
کات ھور کیوڑے کیرا سنگ — باس چڑیا دیک اس کے انگ
خوشبوئی تو ھے کیوڑے باس — کات میں سب دستا باس

(۱ اور ۷) صرف نسخہ آغا صاحب میں ھے (۲) علوی باحق ھے فرمان (۳) ممکن پن اے نیں حرکات (٤) خواب (٥) جواب۔ (٦) کیوں (۸) دستے ھیں۔

خاکی تن سوں برتے فہام　　باطن [۱] فعل دسے تمام
بوڈہ[۲] ترنا جیسا ہو سنگ　　وہاں بی دستا ویساچ رنگ
ممکن کو تو نیں کچ نقصان　　جھوٹی کثرت کا ہے[۳] گیان
[۴]. . . . .　　اس میں ناھیں ھوتا سنگ [۵]
جیسا محبت پکڑیا یاد　　پرتو دستا دل میں شاد
جس پر محبت باندیا سبیچ　　ویسا دل میں دیکھیں ویچ
[۶]جھوٹے تن کی پکڑیا بھول　　باطن دستا وھی مشغول
[۷]پکڑیا جھوٹے تن کی کھوڑ　　جیتاچ[۸] اس کو دیتا چھوڑ
دنیا فانی ہووے نہاٹ　　آخر ھئی سوں یوں کیر دھات
جیسی ظاہر کی کھٹ پٹ　　ویساچ باطن ہووے لٹ پٹ
جن یہ کھٹ پٹ کیتا دور　　تو وو دیکھیں دل کا نور
جس[۹] میں من کے خطرے مار　　روح کا دیکھے گا دیدار
جہاں تیں خطرہ نپجے[۱۰] موڑ　　[۱۱]کھرک گیان سوں کرتوں[۱۲] توڑ
[۱۳]جس تھے خطرہ ہوتا بار　　اس کا توں ہو دیکھن ہار
کون تخم ھے بیچ قرار　　جس تھے ہوتا خطرہ بار

---

(۱) باطن سیتے (۲) بودہ ترنا جیسا ہووے + وہاں بی دستا ویساچ کوئے (۳) سب (۴) خاکی تن کے بھرتے رنگ (نسخہ آغا صاحب میں) (۵) بھنگ (۶) نسخہ آغا صاحب میں یہ شعر دوسرا اور (۷) پہلا ھے (۸) جے توں (۹) جیتے (۱۰) اپجیں (۱۱) گیان کھرگ (۱۲) دل (۱۳) صرف نسخہ آغا صاحب میں ھے -

باطن دیکھے فہمو چپ۱   من کا خطرہ جاوے چھپ
خطرہ دے کر۲ ہووے غیب   کون فہم ہے دیکھ عجیب
جوں کی دستا ہے اندکار   جہاں تے خطرہ پرگٹ بار
جیدھر تہیں وہ خطرہ آئے   تیدھر توں ٹک دیکھ بجھائے
جہاں تہیں خطرہ ہووے بار   وہاں جوں دستا ہے اندکار
۳خطرے پر تھے کرنا فہام   کس کی حرکت کس کا کام
کیسا جاگا ہے ظلمات   جیسی کالی انداری رات
دیک اندارا غفلت لیائے   ٤عقل گنوا وہاں وہی ....
یہ ہے غیبی تسرا تن   جس تہیں تج کو بسرتا ٥
غفلت بسریا بھرم گمان   تسرے تن کا دیک نشان
نس اندھارا جینا ہووے   دین اجالے کیوں نا جووے
نیستی ظلمات ہستی نور   ظلمات چھوڑ کنارے دور
ہستی کیری نیست صفات   دن کا پرتو جوں کی رات
دیکھتا شاہد تو ہے خاص   ٦کالا اندھارا تج تہیں بھاس
تجہ بن مسالک۷ نئیں بھی کوئے   دستا دور کر دیکھتا ہووے۸
کالا اندھارا دستا نئیچ   لے ٹک انتر۹ آپس کھینچ
عارف عاقل تیرا نام   دستے پر تہیں کرنا فہام

---

(۱) فہموں چھٹ (۲) روپ کر (۳) خطرہ ہر جگہ کاتب نے ق سے لکھا ہے (٤) خود عقل میں سب عمر گنوائے (٥) پن۔ (٦) کالا اندھارا تجہ میں پاس (۷) سالک (۸) جوے (۹) آپس انتر۔

یہاں بھی راکھے الٹی دیٹ　　سیدا مارک پکڑیں نیٹ
جیدھر تہیں تجہ آوے بودھ　　لے پیاے وھاں کی سودہ
گیان اجالا تیرے پاس　　چھوڑ اندھارا جھوٹا۱ بھاس
گیان اجالا میں ھے توں　　عارف عاقل کھیا کیوں
گیان اجالا نئیں جس ٹھار　　تو کیوں دیکھے او اندکار
عرفاں۲ تیرا چوتھا من　　جس تہیں دستا ھے روشن
عرفان آرس کیرے ٹھانوں　　نور کا پربھا روح ھے چھانوں
جان پنا ھے روح کی سیر　　تو یہ دیکھے آپس پھیر
علوی آھے اس کا نانوں　　نور نرنجن کیری چھانوں
میں پن لاگا اس کے سیر　　آپس آپیں دیکھے پھیر
اس کا شاھد نور قرار　　۳توں ھے پربھا نور کا بار
٤شاھد نبی کی کہتا سد　　اس کے سیر یو "میں پن" بد
٥نور شاھد گیان اپر　　توں ھے پربھا گیان بھیتر
٥نور ھور میں پن دستے دوئی　　خارج کرتا دونا ھوئی
میں پن دیوں نور کے سیر　　آپس آپیں دیکھیا پھیر
جوں کی آرس کبرا ٹھار　　٦پر تو دستا دیک بچار
٥دوک دستے آرس ٹھار　　آرس دور کر ایک قرار

---

(۱) بیگ (۲) عارف (۳) پر تو یہاں نور کا بار (٤) شہدت لے جن کیتا سود (٥) نسخہ آغا صاحب میں موجود نہیں (٦) آرس دور کر ایک قرار۔

چیتن ھارا دیک اتیت — [1]دونوں میں ھے نیک محیط
نور کا آرس علوی جان — ذات کا پرتو نور عیان
دایم قایم واحد ذات — جس تے پیدا کل صفات
ذات خدا کی دیکھے کون — پرتو پرتھے بوجھے کون
ذات کا پرتو نور صفات — پرتو پرتھیں واحد[2] ذات
فانی میں پن دیک صفات — دایم قایم واحد ذات
جوں کے آرس میں دیک سک — پرتو پرتھیں لیوے[3] سک
اپنا آپیں دیک دیدار — اپنا آپیں ھے گواہ دار
جھوٹا میں پن کر توں دور — پرگٹ دیک لے اپنا نور
میں پن لے کر دیکھے دھائے — دوپن نیں وہ کیوں کر پائے
جھاں لگ دے کر فعل پچھان — تھاں لگ دستا ھے نقصان
ذات خدا کی واحد ٹیک — پیو کے نینوں پیو کوں دیک
[4]ان توں اپنا آپیں ساک — جھوٹا میں پن سکلا ھاک
یو بی "میں پن" اس کا بوج — اپنا "میں پن" دیتا توج
"میں پن" سکلا جس تے بار — کون "میں پن" وو یک قرار
جن سب جگ کا چیتن ھار[5] — وہ سب کرتا ھے کرتار
جگ کی کرنی جس کے ھات — پرگٹ کیتا ھے ھر دھات
اپنے جان پنے کے انگ — روپ دیکھیا اپنے رنگ

---

(۱) دو کے میانے (۲) ثابت (۳) دیکھے مکھ (٤) ھونا اپنا۔
(٥) جتنا لکار۔

۱ میں پن تیرا سکلا جھوٹ — اس کے میں پن میں یو ٹوٹ
۱میں پن یکیچہ "توں پن" دور — نور سماویں نوریں نور
میں پن چیتے اس کے خیال — میں پن دے دے لیا وصال
آپس اپن دیکھیں کہاں — میں پن تج کوں دیتا جاں
اس کا میں پن پکڑیا بار — تیرا میں پن گواہ دار
تیرا میں پن ہوتا نا — توپن اس کو سواتا۲ نا
میں پن، توں پن دونوں۳ ایک — یکس ماہی یکھی نور
٤دیکنا، دسنا٥ دونوں دور — باق قایم ایکھی نور
دیکنا، سننا جس تے ہوے — وو میں پن تیرا وو ہے کوئے
کون کر سمجیں وہاں کی بود — تمثیل یہہ تہیں لینا سود
جوں کی دیکھے اندارے ٹھار — دکتا جاوے نظر قرار
جوت نظر کی جائے تمام — باج اوجالے نئیں کچھ کام
یا جوں نیر میں غوطہ کھائے — بولنا جیب کا سکلا جائے
جیب تو باق رہے قرار — پن واں بولن کا نئیں ٹھار
پانی میں تہے نکلا بہار — تو کچھ بولے بول بکار
بول نا جاوے اچکر جیب — ٦یوں دے کر میں پن ہو غیب
یوں دیک تیرا سدبد فہام — نور۷ میں فانی ہوا تمام
جوں کی پرگٹ نکلے سور — تاریاں کا چھپ جاوے نور

---

(۱) دونوں شعر نسخہ آغا صاحب میں نہیں ہیں (۲) سہاتا ۔ (۳) جونہوں (٤) اور سننا دونوں نور (٥) صرف نسخہ آغا صاحب میں ہے (٦) یوں دیکھ سن ہوے طبیب (۷) تو میں پن ۔

۱اچکر تارے ہوئے گت — تاریوں کیرا نیں حرکت
۱دسنے میں نادس کر آئے — فانی ہونا مل کر جائے
۲چھائے روشن حق کا نور — اچکر میں پن جاوے دور
میں پن جاوئے دیک بچار — ۳باقی ابری میں کھن ھار
٤گاؤں آئیں جو ہودے دار — کھٹ پٹ کرتا بولن ھار
٥عہدا اس کا ہوے دور — ٦کھٹ پٹ نئیں ہووے منصور
کھٹ پٹ گذریا دیک بچار — چپ کے رھیا ہودے دار
جیوں کہ بالك ھے نہنواد — دیکھتے دستے کا نئیں یاد
۷پورا اس کو ناھیں بود — تو کیوں بالك منگتا دود
کون فہم ھے میں پن باج — بھوگ نتا لك تھا دیك ساج
نسبت سنگوں میں پن آئے — نسبت نئیں وھاں ھی میں پن جائے
عقل دلالی جانتے۸ بار — فانز ہووے اوسے۹ ھے ٹھار
بالك پن کی سدبد خام ۱۰ — خام پن وو کیا آوے کام
کیجے پھل میں دیکھے ریج — پرگٹ دستا نیں وو بیج
جب وہ نپجتا ہووے پھل — دس کر آوے بیج نکل

---

(۱) نسخہ آغا صاحب میں موجود نہیں (۲) جہاں ھے (۳) کذا اسر
حق کا رھے یك ٹھار (٤) جوں گاوں کے اپر ہودے دار
(عہدہ دار) (٥) ھدا (٦) سب سوں کھٹ پٹ کرتا ھے کار۔
(۷) یوں جاں جو بالك میں ناھیں سود (۸) جہاں تے (۹) فانی
ہوتی ھے دو ٹھار (۱۰) فام۔

جس کو ناھیں اپنی سود کیوں کر پاوے گا مقصود
احو لگ ناھیں اپنی ٹھار کیوں کر بوجھے گا کرتار
بجنا ان دیتا فام اپنا آپیں راکھیا نام
جس کو گر کا ھو پرساد تو ھووے نور پرشاد
۲نور نرنجن سہج سروپ روپ کہوں تو دیک سروپ
۳روپ تھے تو دیکھے کیا دیکھیا نیں اس لیکھے کیا
نیرے کہوں تو دستا دور دور کہوں تو نظر حضور
خارج کہوں تو ملیا ھم ملیا کہوں تو خارج ھم
ٹھانوں کہوں تو کہاں ھے ٹھار ٹھار نہیں تو کہاں تھے بار
نور اوپر سب ھے سرپوش باطن اندر پکڑیا ھوش
چاروں تن کے کسوت بار نور نرنجن کیرے ٹھار
نور نرگھٹ اس کی ذات کیتا پرگٹ قدرت سات
نور کے انگوں قدرت بار آپیں تو ھے مخفی ٹھار
آپس آپیں کیا ظھور آپیں قدرت آپیں نور
آپس ماں میں اپنی ٹھار آپیں دیکھیا اپنا بار
قدرت کر گرتا کھیا ناؤں اپنے میں پن کیرا چھاؤں
ظاھر باطن آپیں آپ سب سوں بن سب وھی آپ
نور ھور قدرت کیرا میل جونکہ تیرا تجھ میں ٹھیل

---

(۱) جس کو (۲) کتب خانہ روضتین کا یہ آخری شعر ھے اس کے بعد (۳) سے آغا صاحب کے نسخے کی نقل ھے۔

چاروں تن میں دیک محیط — پھر چاروں میں تھے دیک اتیت
جیوں کہ تیرا تن میں جیو — یوں وو جتتا سب سوں پیو
سب اعضا تیرے سر تا پائے — جیوں کہ تن میں جیو کوں پائے
تجہ گھٹ بھیتر تیرا نور — ناھیں نیرے ناھیں دور
یوں سب عالم سوں کرتار — سب سوں بن سب ھے اظہار
جینا مرنا تجہ پر حال — اسکا جینا سدا کال
نور اس کا اس تھے جان — اس کی آنکھوں سب پچھان
نور سنواریا قدرت انگ — سب سوں ملیا قدرت سنگ
بوجہ مقیم کون ھے وجود — جس میں پرگھٹ سب وجود
کیوں وہ پرگھٹ سب سوں دیک — جو وو بن سر آئیں ایک
سب سوں بن سب آپ اتیت — سب سوں بن سب آپ محیط
آرس کیتا تج عرفان — صیقل کیتا با عرفان
تجہ میں اپنا دیکھیا مکہ — بھولوں چاؤں کینا سک
یوں تجہ میں ھے آپ ظہور — تیرے نینوں دیکھیا نور
تجہ میں جو کوئی ملن ھار — وہ کون گیان دیک بچار
دیکھنا تیرا جس تھے ھوے — اس کے انگوں اس کوں جوئے
کر تجہ ظاھر کھلایا بھید — توں سوں غائب ھو رہا نپید
کر تجہ نور کا وو ھے دیدار — کہ یہ فانی نیں کچھ ٹھار
گر تجہ کو کچھ ناھیں سودھ — کر تج روشن کیسے بودھ
یوں دیکھیا باطن کس کا فام — کرتے پر تے کرنا فہام

مرنا جینا اس کے ہات   سن اس بوجھے مشکل بات
غالب قدرت بوجہ کمال   جس تھے تجہ پر دو حال
جس تھے کرنی ہے حرکت   دوجے کیری نئیں نسبت
جے کچھ کرتا سو اپنے بل   دوجے کیرا نہیں دخل
نور پرتو ذات کا ایک   ذات خدا کی واحد ایک
چوتھا عالم کیتا ماؤ   سانچا ہو کر لینا چاؤ
تجہ نینوں میں اس کے نیں   تجہ مکہ بولیں آپیں بین
تجہ کان بھیتر اس کے کان   تجہ دل بھیتر اس کا گیان
ناسک بھیتر اس کی ناک   جبھوا بھیتر لذت چاک
تجہ تن بھیتر وو تن خاص   کرتا ہے وو بھوگ بلاس
یوں سب جگ سوں دیک محیط   ان سب جگ سوں آپ اتیت
مجمل تھا با ذات قدیم   دایم قایم دیک مقیم
عشقوں پر گھٹ کیتا کھیل   دوجگ مانڈیا کیسا میل
میں پن دے کر عاشق سیر   آپیں آپس دیکھیا پھیر
جن کے نیرے دیکھیا بھائے   اس کوں اپنا مکہ دکھائے
معشوق کا نا ہوے خیال   عاشق کیرا کچھ ناھیں مجال
عاشق کوں نہیں اختیار   دیکھے معشوق کا دیدار
معشوق تیرا عشق تمام   عاشق میں مل کر کرتا کام
عشق کہاں میں بولوں توج   معشوق نیرے ہے کر بوج
جب لگ نئیں دیک تیرا مک   تب لگ عاشق کوں نہ تھا سک

معشوق اپنا دیکھیا ہوے   عاشق بیٹھیا آپس کھوے
دیکھیا عاشق نور جمال   بھولا عشقوں ہو بے حال
محبت کھینچا معشوق نیر   کھویا عاشق اپنا سیر
دل میں کھینچا عشق کا بھید   عشق منیں ہو آپ نپید
عاشق ہو کر بھولیا تجھ   معشوق ہو کر کھولیا بوجھ
دونوں بھیتر عشق محیط   اپنے پر گھٹ آپ سمیت
اپنا عاشق آپیں ہوے   دوجا دستا ناہیں کوئے
عاشق درپن دیکھ بچار   معشوق دیکھے اپنا یار
درپن سنگوں دیکھے مکھ   اپنا آپیں لیوے سکھ
عاشق میانے الف حجاب   معشوق اپنا دیا خطاب
الف حرف کر عشق اصل   معشوق اپنا دیا وصل
الف حرف عشق خطاب   دایم قایم ہے بالذات
میں پن اس کا ہووے دور   نور سماوے نوریں نور
عاشق میں پن اپنا کھوئے   عاشق وو رہے معشوق ہوے
جنہیں عاشق ہو کر یار   معشوق ہو کر کرتا بار
عاشق پن کا بھایا بھاؤ   معشوق ہو کر لینا چاؤ
آپیں عاشق ہے معشوق   آپیں خالق ہے مخلوق
آپیں قدرت آپیں نور   آپیں نیرے آپیں دور
آپیں عابد ہے معبود   آپیں شاہد ہے مشہود
آپیں طالب ہے مطلوب   آپیں غالب ہے مغلوب

آپیں عاقل ہے معقول آپیں قابل ہے مقبول
ماٹی پانی آپیں باد آپیں ھوا آپیں ناد
آپیں ممکن آپیں نور آپیں چندر آپیں سور
آپیں اوپر آپ تلار آپیں بھیتر آپ بہار
آپیں دشمن آپیں پیار آپیں امرت آپیں زھار

ترقیمه

مخطوطه پروفیسر آغا حیدر حسن
رساله من تصنیف حضرت عاشق داول قدس الله سره
بتاریخ ۱٤ / ذیقعده سنه ۱۱۱۳ ھ همراه بادشاه عالمگیر
زیر قلعه کهیلنه تحریر یافت
نصرت کاتب لکھیا کلام جو پڑھے بھیجے درود وسلام

فرهنگ

لغت کشف الوجود (سید شاہ داول خلیفہ حضرت برھان الدین جانم)

الف

اپسے : خود بخود

اپناچ : اپناھی

اتیت : اوجھل ھونا، غایب ھونا

اچکر : رھتے ھوے

آرس : آرسی، آئینہ

اکار : بے کار

ان : اندر

انتر : اندرونی

اندکار : اندھیرا

اندھلا : اندھا

انگ : جسم

انگ لپت : مجسم

انگوں : سامنے

ایلار : اِس طرف

ب

باج : بغیر

بجنا : بوجھنا

بد : بدھ (عقل)

بدھارا : زیادہ ھونا

برتنا : موجود ھونا

برخا : برقع

برلا : نادر، انوکھا

بزاں (بعد ازاں) : اس کے بعد

بن : بغیر

بوج : عقل

بول بکار : بول سکے

بھار : باھر

بھاسنا : ظاھر ھونا

بھان : بہن

بھانا : ڈالنا

بھوگ بلاس : عیش و آرام

بھیتر : اندر ، میں

بھیدیا : توڑا

بھیر : اثر

بھیں : زمیں

بیری : دشمن

بیلا : وقت

پ

پانچوں داراں: (مراد)حواس خمسہ

پران : روح

پربھا : روشنی

پرگھٹ : ظاہر

پنگڑی : بچہ

پھیرا پھیر : بے مقصد گھومنا
آوارہ گردی

پیلار : ورے، اودھر

پیو : پیا ، معشوق

ت

ترنا : جوان

تلار : نیچے

تو : تب

توج : تجھ کو، تجھے

تو لگ : جب تک

تھے
تے } : سے

تیتا : اتنا

تیجا : تیسرا

ٹ

ٹھار
ٹھانوں } : مقام

ٹوٹ : نقص ، خرابی

ٹھیل : دوسرے پر ڈالدینا ،
ڈھکیل دینا

ج

جبھوا (جبوا) : زبان

جپایا تھا : ورد کرایا تھا ، ذہن
نشین کرایا تھا

جولگ : جب تک

جونا : دیکھنا

جوے : دیکھے

جے : جو

جیتا : جتنا

جیو : جان

جیوں کر : جیسے کہ

چ

چاؤ : خوشی

چپل : چالاک

چندنا : چاندنی

چنگ : چونگ ، ذایقہ لے

چوپ : چپ

چھند : مکرو فریب

چیتن هارا : دیکھنے والا

د

داریں دار : در بدر

در حال : فوراً

دسنا : نظر آنا

دشٹی : نظر

دندی : دشمن

دوجا : دوسرا

دوجی کیرا : دوسرے کا

دوجی کیری : دوسرے کی

دھانا : دوڑنا

دھندے دھند : دشمنی

دھیر : طرف

دیٹ : نظر

دیك سك : دیکھ سکنا

ر

رانیا گیا : نکال دیا گیا

روت : تبدیلیاں

س

ساج : سجاوٹ

ساك : گواہ

سرجا : پیدا کیا

سروپ : شکل

سکلے : سب

سلکانا : چھوڑنا ، آهسته آهسته
ترك کرنا

سنجوگ : میل

سنگ (سنگوں) : ساتھ

سواٹانا : سزاوار نہیں ہوتا
سوسنا : برداشت کرنا
سوك : سکھ
سوں : سے
سہج : فطری
سیتی : سے

ف - ق

فام : فہام ، سمجھ
قبولیا : قبول کیا
کات : کانٹا
کاڑنا : نکالنا
کرسوں : کروں گا
کس دھات : کس طرح
کونت پڑیا : کمی ہوئی
کونچے کونچے : گلی گلی
کھٹ پٹ کرنا : کوشش کرتا
جدو جہد کرنا
کھرك گیان : عقل کی تلوار
کھنڈ : زمین کا حصہ

بن کھنڈ : جنگل کا قطعہ
کھوڑ : برائی ، نقصان
کی : کیوں

گ

گت ہونا : معلوم ہونا
گھاٹ : طریقہ
گھٹ : دل ، جسم

ل

لاگا : لگا
لپت : لپٹا ہوا
لٹ پٹ : الجھا ہوا ، الجھن
لوڑنا : چاھنا ، پسند کرنا
لیوے سك : لے سکتا ھے
لیہ (لھے) : لے
لئی : بہت

م

مارگ : راستہ
مانڈنا : سجانا ، ملانا
ماؤ : خوشی

ماھیں : میں

مسکا جونکہ کارے مت : جیسے متھنے سے مسکا نکل آتا ھے

منیں : میں

موڑ : مولکا

موئے بعدز : مرنے کے بعد

ن

ناب : ناف

ناد : طرح ، آواز ، گیت

ناس جائے : برباد ھو

ناسك : ناك

ناند : رھو

نپچنا : نکلنا ، پیدا ھونا

نپید : ناپید

نتا : نہ تھا

نجھانا : دیکھنا

نرنجن : پاك ، منزہ

نروپ : بے شکل

نرگھٹ : غیر مجسم ، غیر مادی ،

نس : رات

نہائنا / نہاسنا : بھاگنا

نھنواد : بچپن

نیٹ : درست

نیئیچ : ھرگز نہیں

نیری : نزدیکی

نیرے : نزدیك

و

ور : برتر ، زیادہ طاقتور

ویچ : وھی

ہ

ھاك : بیکار

ھار : زھر

ھلکاؤ : زیادہ کام نہ لو

ھودے دار : عہدہ دار ، افسر

ی

یکس ماھی : ایك ھی میں

پرت نامہ

از

اُستادِ دبستانِ گولکنڈہ

قطب الدین قادری "فیروز" بیدری

مرتبہ

ڈاکٹر مسعود حسین خان

صدر شعبۂ اردو، عثمانیہ یونیورسٹی

۱۹۶۵

مقدمه

قطب الدین (''قطب دین'') قادری المتخلص به ''فیروز'' بیدر کا نامور شاعر اور دبستان گولکنڈہ کا مسلم الثبوت استاد تھا۔ وجہی اور ابن نشاطی جیسے اساتذہ سخن نے فیروز کو استاد تسلیم کیا ھے اور اپنی شاعری کی اس سے داد چاھی ھے۔ وجہی اپنی ابتدائی تصنیف ''قطب مشتری'' (سنہ ۱۶۰۹ء) میں دو جگہ فیروز کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ھے:

که فیروز محمود اَچتے جو آج
تو اس شعر کُوں بہوت ہوتا رواج
که نادر تھے دونوں بی اس کام میں
رکھیا نیں کنے بول اَجھوں نام میں

آگے چل کر اسی مثنوی میں اس کی شان نزول کا ذکر کرتے ہوئے فیروز کی زبانی اپنے شعر کی فضیلت یوں بیان کرتا ھے:

که فیروز آ خواب میں رات کوں
دعا دے کے چومے مرے ہات کوں
کہیا ھے توں یو شعر ایسا سَرس
که پڑنے کوں عالم کرے سب ہوس

توں یوں کر کہ خصلت یو تُج آئے نا
که توں خوش اچھے ہور کسے بھائے نا

توں ایسی طَرَز دل تے نپچا نوِی
که دُسرے کریں سب تری پیروی

وجیہی ترا ذہن جیوں برق ہے
تجے ہور بعضیاں میں لئی فرق ہے

قطب مشتری کے تقریبا چھیالیس برس کے بعد ایک دوسری اہم تصنیف ”پھول بن“ (سنہ ۱۶۵۵ ء) میں گولکنڈہ کے دوسرے نامور شاعر ابن نشاطی نے وجہی سے زیادہ فراخ دلی کے ساتھ فیروز کی استادی کو ان الفاظ میں تسلیم کیا ہے:

نہیں وہ کیا کروں فیروز استاد
جو دیتے شاعری کا کُچ مری داد

استاد فیروز کی اس ہمہ گیر شہرت اور مقبولیت کے باوجود کچھ عرصے قبل تک اس کا کوئی ادبی نقش دستیاب نہیں تھا۔ سب سے پہلے ڈاکٹر محی الدین قادری زور نے ادارۂ ادبیات اردو کے ”تذکرۂ اردو مخطوطات“ میں اسکی ایک مختصر مدحیہ مثنوی موسوم بہ ”توصیف نامہ میراں محی الدین“ کی نشان دہی کی۔ ادارہ ادبیات اردو کا یہ نسخہ ناقص الآخر ہے اور اس میں اشعار کی تعداد ۱۰۲ ہے

جن میں دو شعر نا مکمل ھیں، خود فیروز نے اپنی مثنوی کے آخری شعر میں ابیات کی کل تعداد ۱۲۱ بتائی ھے:

صدو بیست ویک جب کیا بیت میں

اس کے بعد انجمن ترقی اردو (ھند) کے سہ ماھی رسالہ "اردو ادب"[۱] میں ڈاکٹر نذیر احمد نے انجمن کے ذخیرہ مخطوطات سے تلاش کر کے فیروز کی مکمل مثنوی کا وہ نایاب نسخہ شائع کیا جسے "پرت نامہ" کے نام سے موسوم کیا گیا ھے۔ انجمن کے نسخے میں کل ۱۲۰ ابیات ھیں۔ ڈاکٹر نذیر احمد کو ادارہ کے ناقص الآخر نسخہ کا علم تھا لیکن جیسا کہ انھوں نے اپنے مضمون کے اختتام پر اعتذار کیا ھے کہ: "فی الحال وہ میری دسترس سے باھر ھے۔ اس لئے ذیل میں جو متن پیش کیا گیا ھے وہ بلا مقابلہ ھے۔لیکن حتی الامکان کوشش اس بات کی کی گئی ھے کہ جہاں تک ممکن ھو لفظ درست لکھا جائے۔ بہر حال اس متن میں بڑی خامیاں ھیں، لیکن اس کے چھپنے میں فائدہ یہ ھے کہ کسی کو دوسرے نسخے سے مقابلے کی صورت نکل آئے"۔

ایک طرح سے "پرت نامہ" کی موجودہ ترتیب و تہذیب ڈاکٹر نذیر احمد کے اسی ادھورے کام کا تکملہ ھے۔

---

(۱) شمارہ جون ۱۹۵۷ ء۔

ڈاکٹر نذیر احمد نے اکثر جگہ متن کو حل کیے بغیر
جوں کا توں نقل کر دیا ہے ۔ ادارہ کا نسخہ نہ صرف
ناقص الآخر ہے بلکہ کسی کم سواد کاتب کا لکھا ہوا
ہونے کے سبب سے اسکے اکثر اشعار خارج از وزن ہیں۔
متن میں بے شمار کھانچے ہیں اور جابجا الفاظ غلط لکھے
گئے ہین ۔ انجمن اور ادارہ دونوں کے نسخوں کا مقابلہ
کرنے سے متن کی ان خامیوں کا ازالہ ہو گیا ہے اور
اکثر اشکال دور ہو گئے ہیں ۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ
وہ ایك شعر (نمبر ٤٤) جو انجمن کے نسخہ میں غائب تھا
ادارہ کے نسخے میں مل گیا ہے اس طرح پرت نامہ کا ۱۲۱
ابیات پر مشتمل مکمل متن تیار ہو گیا ہے ۔ دونوں نسخوں
کا مقابلہ کرتے وقت انجمن کے نسخے کو بنیادی نسخہ تسلیم
کیا گیا ہے اور ادارہ کے نسخہ کے اختلافات فٹ نوٹ
میں درج کردے گئے ہیں ۔ جہاں یہ اختلافات صریحی
طور پر غلط ہیں ان پر ایك سوالیہ نشان قائم کر دیا گیا
ہے ۔ چوں کہ مرتب ترتیب و تہذیب کے اس طریق کار
کو بہتر سمجھتا ہے ، جسمیں صحیح متن کی تشکیل کی جائے،
اس لیے جہاں واضح طور پر ادارہ کے نسخے کا متن
صحیح معلوم ہوا ہے اس کو اصل متن مین شامل کر دیا
گیا ہے اور انجمن کے نسخے کے اختلافات حوالہ کے ساتھ

فٹ نوٹ میں درج کردے گئے ہیں۔

قطب الدین فیروز بیدر کا باشندہ تھا اور سلسلۂ قادریہ سے نسبت رکھتا تھا۔ ادارہ کا نسخہ چوں کہ ناقص الآخر ہے اس لیے ڈاکٹر زور نے فیروز کے وطن کے بارے میں قیاس آرائی سے کام لے کر اس کو گولکنڈہ بتایا ہے۔ اب انجمن کے نسخے کے اس شعر کی روشنی میں فیروز کے نام، سلسلہ اور توطن کے بارے میں تیقن ہو گیا ہے:

مُجے ناؤں ہے قطب دین قادری
تخلص سو فیروز ہے بیدری

وجہی اور ابن نشاطی کی شہادت کے علاوہ کوئی دوسری شہادت ایسی نہیں ملتی کہ فیروز کو گولکنڈہ سے وابستہ کیا جاسکے۔ ان شہادتوں کی روشنی میں یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ فیروز سلطنت بہمنیہ کا چراغ ٹمٹاتے دیکھ کر سولھویں صدی کے وسط میں بیدر کی سکونت ترک کر کے گولکنڈہ کے نئے علمی و ادبی مرکز میں آگیا ہو گا اور ابراہیم قطب شاہ کی سخن نوازی سے مستفید ہو کر بہت جلد دبستان گولکنڈہ کا استاد تسلیم کیا جانے لگا ہو گا۔ اس کا اصل وطن بیدر تھا لیکن آخری زمانے میں اس کا گولکنڈہ میں مقیم ہو جانا اور وہاں کے شعرا میں اہم مقام حاصل کر لینا یقینی امر ہے۔

فیروز کے پیر ''مخدوم جی'' جن کا اصل نام شیخ محمد ابراھیم تھا شیخ محمد ملتانی بیدر کے مشہور بزرگ کے صاحبزادے تھے۔ سلاطین گولکنڈہ کو اس خاندان سے بڑی عقیدت تھی۔ ان کا انتقال بیدر ھی میں سنہ ۹۷۳ ھ (سنہ ١٥٦٤ ء) میں ھوا۔ چوں کہ ''پرت نامہ'' میں ایسے داخلی شواھد موجود ھیں جن سے شیخ کا مثنوی لکھتے وقت حیات ھونا ثابت ھے اس لئے یہ یقین سے کہا جاسکتا ھے کہ اس مثنوی کا سنہ تصنیف سنہ ١٥٦٤ ء سے قبل ھوگا۔

محی الدین تیرا تو میرا میاں
تو میرے محی الدین کے درمیاں
کہیا توں کہ فیروز میرا مرید
بڑے بخت میرے جو تیرا مرید

''پرت نامہ'' کے بارے میں ھم ڈاکٹر نذیر احمد کے اس خیال سے متفق ھیں کہ یہ کوئی ایسا بڑا ادبی نقش نہیں جو استاد فیروز کی شہرت کے شایان شان ھو۔ یہ دراصل ایک مرید کا نذرانۂ عقیدت ھے جس میں اصل مدح حضرت عبدالقادر جیلانی کی ھے ضمناً اپنے پیر شیخ ابراھیم مخدوم جی (جنھیں وہ ''محی الدین دوجے'' کہتا ھے) کی توصیف بھی شامل کر دی ھے۔ کہیں کہیں عقیدت مندانہ اشعار میں

شاعرانہ لہک اور گداز آ گیا ہے۔ عقیدت اور ''پرت'' کی یہ لہک ان اشعار میں زیادہ ملتی ہے جن میں اپنے پیر ''مخدوم جی'' سے خطاب کیا گیا ہے۔

لسانیاتی نقطۂ نظر سے دکن میں اردوئے قدیم کے ارتقاء کے حسب ذیل مدارج متعین کیے جا سکتے ہیں۔

(۱) دور اول (سنہ ۱۳۰۰ء تا سنہ ۱۳۵۰): فتوحات علاء الدین خلجی و محمد تغلق اور خسرو کی ''زبان دھلوی'' کی ''ھندی'' اور ''ھندوی'' کے نام سے دکن میں آمد اور انتشار: مرھٹی کے اثرات اردوے قدیم پر:

(۲) دور گلبرگہ (سنہ ۱۳۵۰ء تا سنہ ۱۴۳۰ء): پایہ تخت کا دولت آباد (علاقہ مرھٹی) سے گلبرگہ (علاقہ کنڑ) میں منتقل ہونا۔ نیا لسانیاتی ماحول۔ سنہ ۱۳۹۸ء مین فیروز شاہ بہمنی کے زرین عہد میں خواجہ بندہ نواز ۸۰ برس کی عمر میں گلبرگہ تشریف لاتے ھیں۔ خواجہ بندہ نواز کی ''معراج العاشقین'' کے بارے میں ہم اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ یقیناً سنہ ۱۵۰۰ء سے قبل کی تصنیف ہے[1]۔ خواجہ بندہ نواز کی زبان کو گلبرگہ کی زبان ماننے میں

---

(۱) ڈاکٹر محمد قاسم کا مملوکہ نسخہ، جسے مولوی عبدالحق نے اپنے مرتب کردہ نسخہ کی بنیاد مانا ہے ایک ایسے نسخے کی نقل تھا جو سنہ ۱۵۰۰ء میں کتابت کیا گیا تھا۔

یوں تامل ہو سکتا ھے کہ وہ ۸۰ برس کی عمر میں ھجرت کر کے دھلی سے گلبرگہ پہونچتے ھیں - در اصل پندرھویں صدی کی "زبان دھلوی" اور دکنی میں مابہ الامتیاز فرق پیدا نہیں ھوا تھا - اس لئے خواجہ بندہ نواز کی زبان بیك وقت دھلوی اردو بھی کہی جا سکتی ھے اور دکنی اردو بھی - معراج العاشقین میں "چ" تاکیدی، جسے میں دکنی اردو کی کلید سمجھتا ھوں حیرت انگیز طریقے پر غائب ھے - البتہ مرھٹی کا لفظ "نکو" جو دکنی کی دوسری کلید ھے صرف ایك جگہ استعمال ھوا ھے -

(۳) دور بیدر: (سنہ ۱۴۳۰ تا سنہ ۱۵۲۷ ء): احمد شاہ ولی بھمنی نے سنہ ۱۴۳۰ ء میں گلبرگہ کی سکونت ترك کر کے سر زمین "شنجرف" یعنی بیدر کو سلطنت بھمنیہ کا پائے تخت قرار دیا - یہیں احمد شاہ کے نو جانشینوں نے سنہ ۱۵۲۷ ء تك قیام کیا، گو اس خاندان کے آخری پانچ سلاطین نام کے بادشاہ تھے اور بریدوں کے ھاتھوں میں کٹ پتلی تھے - بیدر، گلبرگہ کی طرح کنٹر زبان کے علاقے میں واقع ھے لیکن ایك سرحدی شھر ھونے کی وجہ سے مرھٹی کے لسانی اثرات کو قبول کرتا رھا ھے -

دبستان بیدر کے ادبی و لسانی کارنامے ابھی تك مکمل طور پر تحقیق کی روشنی میں نہیں آئے ھیں - دبستان بیدر

کا پہلا شاعر ''نظامی بیدری'' هے جس نے سلطان احمد شاہ ثالث المعروف بہ نظام شاہ بہمنی کے عہد (۱۴۶۰ تا ۱۴۶۲ ء) میں اپنی مثنوی «کدم راؤ اور پدم» تصنیف کی ۔ نظامی کی اس مثنوی کا مکمل متن (جو ۸۶۵ اشعار پر مشتمل هے[۱]) پیش نظر نہ ہونے کی صورت میں لسانیاتی تجزیہ بہت مشکل هے ۔ لیکن اس مثنوی کی جو بھی ابیات نمونوں کی شکل میں هم تک پہونچی هیں ان سے صاف ظاہر هے کہ ۱۴۶۰ء تک دکن میں اردو کے ڈیڑھ سو سالہ قیام کے باوجود معیاری زبان کا ڈول ابھی تک متعین نہیں هوسکا تھا ۔ سرزمین دکن میں نواح دهلی کی ایک سے زائد بولیاں آنکھ مچولی کھیل رهی تھیں ۔ فرهنگ کے اعتبار سے هند آریائی زبان کے تیسرے دور کے اثرات اب تک قائم تھے ۔ اس کی تصدیق اشرف بیابانی کی ''نوسرهار'' سے بھی هوتی هے جسکا سنہ تصنیف ۱۵۰۳ء هے ۔ زبان کا نام اب تک هندی تھا اور نواح دهلی کی تین بولیوں (کھڑی، هریانی اور پنجابی) کی لسانی شکلیں بیک وقت استعمال کی جاتی تھیں ۔ مثلا «وں» کی جمع «اں» کے ساتھ رائج تھی ۔

دبستان بیدر کا ایک اور مصنف قریشی بیدری هے جس نے محمود شاہ بہمنی کے عہد (۱۴۸۲ء تا ۱۵۲۰ء) میں دکھنی اردو

---

(۱) ڈاکٹر زور: دکنی ادب کی تاریخ ص ۱۴ ۔ کراچی ۔

کا پہلا منظوم ترجمہ "بھوگ بل"۱ کے نام سے پیش کیا جو "کوک شاستر" پر مبنی ہے۔ قریشی، فیروز کا ہم عصر ہوگا گو اس سے عمر میں یقیناً بڑا ہوگا۔ دبستان بیدر کی زبان کے جس قدر تفصیلی نمونے اس کتاب میں ملتے ہیں اور کہیں دستیاب نہیں۔ مورخین دکنی ادب نے اس تصنیف کو غالباً اس وجہ سے اب تک نظر انداز کیا ہے کہ اس کی کوئی ادبی حیثیت نہیں۔ تاہم لسانی تحقیق، اور بیدر کے دبستان میں دکنی اردو کا جو ارتقا ہوا ہے؛ اسکی تفصیلات کے لئے اس تصنیف کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ قریشی غالباً پہلا مصنف ہے جس نے اردوئے قدیم کو اس کے مقامی نام "دکھنی" کے نام سے یاد کیا ہے:

سو اس شاہ کے دور میں بیدر مقام
یو شاعر کیا نظم دکھنی تمام

فیروز اور قریشی کی زبان میں حیرت انگیز مماثلت ملتی ہے۔ ان کی تصانیف کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ دکھنی اردو اپنے ارتقاء کے تمام مدارج بیدر میں طے کر چکتی ہے، تاآنکہ فیروز ایک پختہ زبان اور

(۲) "بھوگ بل" کا ایک نسخہ سالار جنگ میوزیم لائبریری (حیدرآباد) اور دوسرا امپیریل لائبریری (کلکتہ) میں محفوظ ہے۔

اسلوب کے ساتھ گولکنڈہ پہونچتا ھے۔ میرا خیال ھے کہ فیروز کی دبستانِ گولکنڈہ میں وھی اھمیت تھی جو استاد ذوق کی دبستانِ دھلی یا شیخ ناسخ کی دبستانِ لکھنو میں تھی، یعنی بنیادی طور پر وہ استاد تھا اور استاد کی حیثیت سے زبان داں تھا۔ گولکنڈہ کی سلطنت چوں کہ اس وقت نوزائیدہ تھی اسلیئے سنہ ۱۵۱۸ء کے بعد بیدر سے علماء فصحا اور شعرا جوق درجوق اس نئے ادبی مرکز کا رخ کر رھے تھے۔ گولکنڈہ کی نئی ریاست میں ان کی حیثیت وھی تھی جو دھلی کے مہاجر شعرا کی بعد کو لکھنؤ میں ھوئی۔ اسلیئے دبستان بیدر کی زبان کا بہ نظر غائر مطالعہ ضروری ھے قبل اس کے ھم دبستان گولکنڈہ کے محاورے کو سمجھ سکیں۔ بیدر کی دکھنی اردو کی وہ خصوصیات جو قریشی اور فیروز کے یہاں مشترک طور پر پائی جاتی ھیں ذیل میں درج کی جاتی ھیں:

(۱) وہ افعال جو دبستان گولکنڈہ میں بعد کو مسلسل استعمال کیے گئے ھیں فیروز اور قریشی کے یہاں پائے جاتے ھیں مثلاً: دِسنا۔ سیونا۔ بِسلانا۔ آچھنا۔ اچانا۔ نِپجنا (پیدا ھونا) اھے۔ اتھے۔ دِیتا۔ کیتا۔ بَیسنا۔ پَیسنا (داخل ھونا)۔ ھِنڈنا (گھومنا)۔ آکھنا (کہنا)۔ گاجنا (بجنا)۔

(۲) افعال مستقبل میں «سی» کے مرکبات کا استعمال۔

(۳) افعال کا صیغۂ ماضی «ا» کی بجائے «یا» سے مرکب ہے:

پائیا ۔ بسلائیا ۔

(٤) صوتی اعتبار سے مصمتوں کی تخفیف (بہتر ۔ اواز) ۔

مصمتوں میں "ہ" کی تخفیف (کنا ۔ پیلا (پہلا) ۔

مصمتوں میں ہائے زائدہ (کہاندا ۔ اٹھا ۔ سہنسکرت (سنسکرت) ۔

مسموع اور غیر مسموع کی تقلیب صوت (تٹنا ۔ مدّت (مدد). اسماء حروف اور افعال کو انفیانے کا عمل کثرت سے ملتا ہے (دنیاں ۔ کوں ۔ توں ۔ تلیں ۔ پچھیں) ۔

(٥) مرہٹی کا حرف "نکو" اور "چ" تاکیدی دونوں نے استعمال کی ہے ۔

(٦) مخصوص حروف کا استعمال: ستی ۔ تے ۔ تھے ۔ منے ۔ سوں ۔ انگھے ۔

(۷) حروف کی جمع «کیاں» کا استعمال ۔

(۸) اسماء ضمائر میں (یہ ۔ ایہ ۔ یو ۔ اے) ۔ (او ۔ وہ، اوہ، وے) ۔ توں ۔ تُہیں ۔ تُج ۔ کُوَن ۔ مُنج ۔ مُج ۔ اُنے ۔ اُن ۔

دبستان بیدر کے مذکورہ بالا لسانیاتی مواد کے پیش نظر

کہا جا سکتا ہے کہ معیاری دکھنی دبستان بیدر میں جنم لے چکی تھی قبل اس کے کہ دبستان گولکنڈہ وجود میں آئے۔ دبستان بیجاپور کا ''گُجری برج'' اسلوب جس کے نمونے ھمیں شاہ میراں جی، ابراھیم عادل شاہ اور شاہ برھان الدین جانم کی تصانیف میں مل جاتے ھیں؛ دبستان بیدر کی زبان سے ایک بالکل علاحدہ لسانی رجحان کو پیش کرتا ہے۔ بیجاپور کے دبستان پر مرھٹی کا اثر ہونے کی وجہ سے پراکرتی فرھنگ کا کثرت سے استعمال نصرتی اور بعد کے شعرا تک کے یہاں قایم رھا، جب کہ دبستان گولکنڈہ میں ابتدا سے بیدری زبان کے تتبع میں پراکرتی الفاظ کا تناسب، فارسی عربی الفاظ کے ساتھ قایم ہو جاتا ہے اور اس میں زوال سلطنت گولکنڈہ تک کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اس لسانی میلان کے تعین اور بیدر سے گولکنڈہ منتقل کرنے میں اُستاد فیروز کا زبردست ھاتھ ہے اور اس لئے کوئی تعجب کی بات نہیں اگر اس کی استادی کا شہرہ گولکنڈہ میں اسکے انتقال کے ایک صدی بعد تک قایم رھا۔

آخر میں اس بات کا اظہار ضروری ہے کہ ''پرت نامہ'' کی ترتیب و تہذیب کرتے وقت مجھے اپنے

رفیق شعبہ ڈاکٹر غلام عمر خاں صاحب سے بعض مشکل مقامات حل کرنے میں مدد ملی ہے جس کے لیے میں ان کا بے حد ممنون ہوں۔ میں اپنے شاگرد سید بدیع حسینی صاحب کا بھی شکر گذار ہوں جنھوں نے ادارۂ ادبیات اردو کے نسخہ کی اصل کے مطابق نقل میرے لیے فراہم کی۔

۱۳ ستمبر ۱۹۶۵ — مسعود حسین خان

حیدرآباد — شعبۂ اردو، عثمانیہ یونیورسٹی

پِرَت نامه

۱ تُہیں قطبِ اقطاب، جگ پیر ہے
تُہیں غوثِ اعظم، جہاں گیر ہے

۲ تُہیں چاند، باقی ولی تاریئے
توں سلطان، سردار ہیں سارئیے

۳ ولایت سوں جب توں اُچایا عَلَم
عَلَم تُج[۱] تَلیں ہیں ولی سب حَشم

٤ محی الدین[۲] توں، دین تج تےِ[۳] جیا
توں اسلام کُوں زور یسرتے دیا

٥ تُہیں نور دیدہ نبی کا یقیں
تُہیں عین دستا، علی کا یقیں

٦ که باغِ علی کوں، توں گلشن کیا
چراغِ حسَن کُوں، تُوں روشن کیا

(۱) تجه تل (وزن کے لیے "تجّه تل" پڑھا جائے گا) (۲) وزن کے لیے تلفظ "محی الدّین" یا "محی دین" پڑھنا ہو گا۔ یہی دکنی اردو کے تلفظات تھے (۳) "تےِ" نسخۂ اداره میں ہر جگه "تھے" ہے۔

۷ دسیں تج منے سب سیادت کی سین
که دادا حسن تج، نانا حسین

۸ علی بعد بر حق امام ولی
نبی کا نواسا، حسن بن علی

۹ مناجات کیتا۱ حسن شہ سوار
که اے جگ رکھن ہار، پروردگار!

۱۰ حسینیاں۲ منے توں کیا نو امام
ہم اولاد میں فضل اکثر۳ تمام

۱۱ ندا آئیا حضرتِ غیب تے
که اے شاہ! توں پاک ہے عیب تے

۱۲ تج اولاد میں ایک ایسا رتن
نبی کا سو دو جگ کرے گا جتن

۱۳ بزرگی حسینی اماماں منے
جو کچھ۴ ہے سو سب جمع ہے اُس کنے

۱۴ جگ۵ اس نانو شاہ عبدالقادر۶ کہیں
اُسے سیو تے دوئی جگ جم رہیں

(۱) کیتی (۲) حسینیاں میں توں . . . . (۳) کبیر؟ (۴) سو کچ جمع ہے سب اَہے اس کنے (۵) ع جگ اس ناؤں عبدالقادر کہے (٦) "عبد قادر" پڑھئیے۔ نوٹ: ادارہ کے نسخے میں =

۱۵ منے شاہ حسن غیب کی بات جب
کئے شکر حق کا بہت دھات تب[۱]

۱۶ کہ اپنا محی الدین فرزند ہے
حسینی اماماں میں نو چند ہے

۱۷ سو توں چند جوں، سور تج نور تل
نہ روشن دِسے چند جوں سور تَل

۱۸ حسن کے سو[۱] دریا کا موتی تُہیں
حسینیاں منے جگ[۲] جوتی تُہیں

۱۹ نہ نِپتا جوتوں، کِس نِپاتا کریم
حسن[۳] کوں سو بھی کیوں مناتا کریم

۲۰ توں فرزند ہے کر[٤] حسن کی خوشی
سو دریا کوں تیرے رتَن کی خوشی

۲۱ اَمولک رتن توں[٥] کہ جگ مانیا
خدا کے خزینے[٦] تے تج آنیا

یہاں سے ترتیب اشعار بدل جاتی ہے۔ مثلاً یہ شعر اس نسخہ میں ۰۵ واں ہے۔ ترتیب کے اعتبار سے ادارہ کا نسخہ بہت غلط ہے۔ (۱) ن۔ انجمن، جب (۲) ندارد (۳) جگّ جوتی (٤) حسن کوں بزاں کیوں بناتا رحیم (٥) ن۔ انجمن، کر (٦) دوبئی۔ (۷) خزانے۔

۲۲ سو "فیروز" سہنے میں پایا رتن
رکھیا۱ سو رتن ڈھانپ جیوں سوجتن

۲۳ سُنے۲ سار دل گال کندن کیا
گَڑت صاف کندن جلا من۳ دیا

۱٤ کہ جب تج رتن جوت ھم دل پڑے
پدک دل منے لال میانے جڑے

۲۵ همن دل پدک میں سو توں لال ھے
پدک لال جویتی سو اُجال ھے

۲٦ رتن خاص "فیروز" حب پائیا
پدک دل منے لال بسلائیا

۲۷ کہو٤ کون ایسا دنیا دار ھے
کہ جس کا۵ پدک لال تج سار ھے

۲۸ ھنڈن٦ نکلیا خضر یک دن جنگل
جو سوتا اتھا مرد یک جھاڑ تل

۲۹ کہیا خضر من میں کہ اس مرد کوں
جگاؤں، جو سیوؤھو اس فرد۷ کوں

---

(۱) رکھیا سو رتن ڈھانک جو سوں جتن (۲) سُنبا (۳) مت -
(٤) ن - انجمن - کہوں (۵) کے (٦) ن - انجمن، ھند (۷) ن -
ادارہ - سیئوں ھو اسفرد کوں؟ ن - انجمن، سیو ھو اس فرد کوں -

۳۰ اٹھیا ناد از ہاتفِ غیب تب
که اے خضر! ہو دور! ارا کھیں ادب

۳۱ اچنبا ہوا خضر سن کر ندا
که ایسا کَوَن مرد ہے، اے خدا!

۳۲ جو[۲] اس کا یتا میں ادب راکھنا
چھپایا سو یکی، منج تھے[۳] آکھنا

۳۳ کَوَن ہے ولی جو نہ مَیں جانتا
کَوَن مرد ہے جو نہ مُنج مانتا

۳۴ ندا یوں ہوا بھی که اے سبز پوش!
اُن کوں نہ توں جانتا[٤]، اَچ خموش!

۳۵ ہمارے[٥] جو عاشق نه پہچان سی
جو معشوق میرے نہ توں جان سی

۳۶ کیا خضر بھی پر[٦] مناجات یہ
که توں جانہے منج جنا بات یہ

---

(۱) راکھینے (۲) ع جو اس کا ادب مَیں یَتا راکھنا (۳) یدھر۔
(٤) جان سے جا خموش (٥) ن۔ انجمن میں یہ شعر یوں ہے لیکن
خارج از وزن ہے:

ہمارے جو عاشق نتوں پہچان سی
جو معشوق میرے کوں نتوں جان سی

(٦) دھر۔

۳۷ جو معشوق تیرا اُن پر ۱ بڑا
کَوَن ۲ هے، کہیں، خضر بوچھن کھڑا

۳۸ مناجات پر خضر سُنیا اواز
که اے خضر! تیری ۳ قبولی نیاز

۳۹ بڑا عبدالقادر، محی الدین ولی
ڈھنڈیں جملہ ٤ معشوق اس کی گلی

٤۰ که عشقوں بسایا سو بازار راس ۰
بچا عبد القادر، خریدار خاص ٦

٤۱ جو اس کا سدا ۷ گرم بازار هے
که جس عبد القادر خریدار هے

٤۲ سو ۸ سلطان معشوق سبحان کا
که سبحان عاشق سو سلطان کا

٤۳ خدایا جو معشوق تیرا اهے
محی الدین سو پیر میرا اهے

---

(۱) میں (۲) ن ـ انجمن : کون بھی کہتے خضر بوجن کھڑا ـ (۳) تیرا قبولیا (٤) ن ـ انجمن، جمل (۵) اس (٦) اس (۷) اسی کا سدا (۸) ن ـ انجمن، میں مصرعے الٹ گئے هیں (۹) یه شعر نسخه انجمن میں نہیں هے جسکے کل ابیات ۱۲۱ کی بجائے ۱۲۰ هیں ـ

٤٤ نجسے راونے جگ راتا جنم
محی الدین سوں توں کماتا[1] جنم

٤٥ محی الدین معشوق، عاشق خدا
نہیں عشق، معشوق، عاشق جدا

٤٦ بندے عشق میراں سو دل میں دھرے[2]
سو بندا جو میراں کوں عاشق کرے[3]

٤٧ محی الدین میرا نگھدار منج
دنیا[4] سوں نکو کر گرفتار منج

٤٨ مجھے دین بھاتا نہ بھاتی دنیاں
انکھے دین آتا و جاتی دنیاں

٤٩ توں سلطاں، سلاطیں رعیت تُجے
توں حاکم کہ جگ پر حکومت تُجے

٥٠ ولی چاؤ کر پانو آپ سر لئے
قدم راکھنے تجّ کھاندے[5] دئے

٥١ مگر شیخ صنعا ھوا پار کھا
ھوا[6] دین کھو، کافراں سار کا

٥٢ بھولیا، دیکھ ترسا کی یک پوتنی
لگی[7] لنگ، پوجن لگیا بھوتنی

---

(۱) ن ۔ انجمن، مناتا (۲) دھریں (۳) کریں (٤) دنیاں .
(٥) کھاندا (٦) ع رھیا دین کھویا، کافر سار کا؟ (۷) کلی لنك =

۵۳ سُرا ا پیئو، قرآن لے جالیا
چڑا خوں کہ دوزخ اپس کھالیا

۵۴ فرشتے تج ازماونے آئے جب
پراں جل پڑے تھے، سزا پائے تب

۵۵ تُہیں عبد القادر؛ سو قادر دِسے
کہ قادر کی قدرت میں نادر دسے

۵۶ نظر توں کرے تُو، موا جیو اٹھے
وضو بن جو تج ناؤں لے سر کٹے

۵۷ رب اپنے سوں عاشق ولی سب سدا
توں معشوق، عاشق تو سوں رب سدا

۵۸ بزرگی تُجے سب ولیاں میں سُہے
ولی جس موہے، وہی تج مُہے؟

۵۹ ولی سب صفاتی، تجلی تُجے۲
تو افضل کہ ذاتی تجلّی تُجے

۶۰ مَدَت۳ ہوسکے توں نہ کوئی جس مَدَت
نہ توں جس مَدَت، کوئی ناتس مَدَت

= پوجن لکیا بھوتنی -

(۱) شراب (۲) ن - انجمن، تو جھے (۳) ن - ادارہ میں ہر جگہ «مدد» آیا ہے - لیکن صحیح تلفظ دکنی اردو کا «مَدَت» ہی ہے.

٦١ توں "فیروزِ" خستان۱ کوں مان دے
منگوں دان تج کَں ، منج ایمان دے
٦٢ توں جس رات سَینے۲ میں منج مانیا
مسلمان کر مَیں اپس جانیا
٦٣ ولے بھی منگوں دان ایمان کا
توں ایمان راکھے مسلمان کا
٦٤ سُتا تھا جو یک۳ رات وقتِ سحر
جو سَینے٤ میں دیکھیا کہ یک خوب گھر
٦٥ کہیا مَیں کہ یہ کون خانہ اھے
محی الدین کا آستانہ کہے
٦٦ مجھے آرزو تھی بِہتر۵ جاونے
اُنْ کا سو دیدار، چُک پاونے
٦٧ کھڑا تھا سو پردا اُڑیا دار کا
بِہتر پیس، محرم ھوا بار کا
٦٨ محی الدین میں دیکھ٦ سر بُھیں دھرا
کیتی ٹھار بھی سیس یوں ھیں رکھیا
٦٩ رُو پیش راکھ، ھت جوڑ، پاؤں پڑیا
جو مَیں ڈھونڈتا تھا سو منج انپڑیا

---

(۱) خستہ (۲) سَپنے میں مہی پائیا؟ "سپنا اور سینا" دونوں صحیح ھیں (۳) یکس (٤) سپنے (۵) ن - انجمن ، بِتر (٦) دیک -

٧٠ مُجسے بیسنے کی اشارت دیے۱
مرید هوونے کی بشارت دیے۲

٧١ دیے دست پنجہ محی الدین مجسے
کئے پیار سوں ذکر تلقیں مجسے

٧٢ بھوڑتے همن هات دیتے اُکال
سو نعمت جو پایا سو۳ مجذوب حال

٧٣ محی الدین٤ هم سونے میں آئیا
سو مَیں جاگ مخدوم جی پائیا

٧٤ محی الدین مخدوم جی جاگنا
همیں جیو اس پیو سوں لاگنا

٧٥ محی الدین ثانی سو مخدوم جیو
ارے٥ جیو اس هت پرم مد پیو

٧٦ براهیم مخدوم جی جیونا
که مے صرف وحدت سدا پیونا٦

٧٧ اُتم بیل٧ مخدوم جی جائیا
محی الدین دوجے، جنم آئیا٨

---

(۱)، (۲) کیئے (۳) هوں (٤) ع محی الدین همارے سونے میں آئیا (خارج از وزن) (٥) اری جیئو اسو هت پرم مد پیئو؟ - (٦) ن - انجمن، ع: مے صرف وحدت سدا پیونا (٧) اتھے بیر - (٨) یو جنم آلیا -

۷۸ بڑا پیر مخدوم جی جگ منے
منگیں نعمتاں معتقد۱ اس کنے

۷۹ کریں منج اپر پیار اے پیر جگ!
کہ تج پیارتے ہونے مندھیر جگ

۸۰ پیا! جیوتے توں ہمن پاس ہے
تو ہم جیو کے پھول کی۲ باس ہے

۸۱ وہی پھول، جس پھول کی باس توں
وہی جیو، جس جیو کے پاس توں

۸۲ سو توں روکھ ہے دین کا بار دار
جو تج چھانو تل جگ پکڑیا قرار

۸۳ تو تج چھانو تل ہے سدا سکھ اسے
نہ دنیا و دین کا کدھی دکھ اسے

۸۴ اچھو منج اپر چھانو تیرا جرم
کہ آدار میرا سو تیرا کرم

۸۵ کریماں کی مجلس، کرامت تجے
امیناں کی صف میں، امامت تجے

۸۶ تجے فقر، دمڑی نہ توں کچ دھرے
غنی۳ توں، دنو جگ تصرّف کرے

---

(۱) ندارد لفظ "معتقد" (۲) کا (۳) ع: غنی توں، جو دھوں جگ ترو کرے؟

۸۷ توں سلطان جگ کا و جگ میں فقیر
که سب بادشاهان کوں توں دستگیر ۱

۸۸ سدا مست توں، بادہ نوشی نہ تج
ولی توں، کرامت فروشی نہ تُج

۸۹ ۲ سچا توں طلب گار کرتار کا
که هے مست مدهوش دیدار کا

۹۰ توں نرمل دو پنکھ، نرملا گوت تُج
رهیا آرسی جیوں ۳ جگا جوت تج

۹۱ دسے تُج هیئے ٤ کیوں نہ دو جگ بسنت
که اس میں بسنہار هے ایک کَنت

۹۲ محبت کے دریا میں غوّاص توں
که سب موتیاں میں رتن خاص توں

۹۳ پرم مد بھریا سمنْد ٥ تج دل منے
پلا، مست مُنج کوں ٦ سکے تِل منے

---

(۱) ن ـ انجمن، که سب بادشاهان تونہیں دستگیر (۲) مصرعے الٹ گئے هیں اور "که هے" کی بجائے "سدا مست . . . ."۔
(۳) تھے (٤) ن ـ انجمن:

دسے تج منے کیئوں دو جگہ بسنت
که جگ میں بسنہار هے ایک کنت

(٥) سمندر (٦) کر ۔

۹۴ پیا چک[1] پیالا پلائے مجے
پیا توں جسوں مل، ملائے مجے
۹۵ ملے توں تو کرتار سوں مل رهوں
ملا منج رکھے جو جنم هل رهوں
۹۶ سمندر[2] پرم مد بھریا توں دھرے
کرے پیار توں، هم صراحی بھرے
۹۷ بھریا سمندر توں دم بدم نوش کو
مجے یک پیالا سوں مدهوش کر
۹۸ هر یک شیخ دنیاں میں جوں ڈولنا
تو نهیں دین کا دُکھ، نہ تج جُولنا
۹۹ توں ثابت قدم قطب کرتار کا
ستارا جگا جوت سینار کا[3]
۱۰۰ بہت شیخ بیکار مشغول توں
جو بیکار کانٹیاں، بھیا[5] پھول توں
۱۰۱ کرن هار توں کشف اسرار[4] کا
که بخشے گنہ منج گنہ گار کا

---

(۱) ن ۔ انجمن، منج (۲) ن ۔ انجمن ۔ ع: سمندر توں پرم مد بھریا دھرے (خارج از وزن) (۳) ستارا دو جگ کا، سنسار کا (٤) کرتار (٥) ن ۔ انجمن ۔ بخشن هار گنہ منج گنہگار کا۔

۱۰۲ مجے دان دے دین، دل شاد کر
دنیاں کے گناھاں تے آزاد کر

۱۰۳ نگہبان میرا توں منج رکھ نگاہ
مجے دیو، ۱ دشمن تے تیرا پناہ

۱۰٤ جسے پیر مخدوم جی پاك ھے
اُسے دین و دنیا میں کیا باك۲ ھے

۱۰۵ جسے پیر مخدوم جی سائیاں
دھرے۳ تخت جنت میں اُس تائیاں

۱۰٦ جسے پیر مخدوم جی کَنْت ھے
نبی پاس لگ پنت اُس پنت ھے

۱۰۷ جسے پیر ایسا جو سرتاج ھے
نہ کس پاس کَدھیں او سو محتاج ھے

۱۰۸ جسے پیر مخدوم جی عشق باز
وھی دوھی جگ میں ھوا کارساز

۱۰۹ جسے پیر ایسا کو سرا جئے
چین باس اس جیب از برا جئے (؟)

۱۱۰ جسے پیر مخدوم جی راجنا
طبل، ڈھول اس دار جَم گاجنا

---

(۱) دوئی (۲) ھاك (۳) یہاں سے اشعار ادارہ کے نسخے میں غائب ھیں۔

۱۱۱ سو مخدوم جی پیر "فیروز" کا
نگہبان فردا و امروز کا

۱۱۲ جو تیری نظر مُج پہ یکبار ہوئے
کہ سب خاک میری سو بنگار ہوئے

۱۱۳ محمد، علی کا تُہیں دوسدار
کہ تج پر محمد، علی کا پیار

۱۱٤ محب خاندان کا توں، اخلاص توں
کہ سادات کا دوست ہے خاص توں

۱۱۵ محی الدین سید سوں توں یکجہت
کہ سب جگ کوں بھائے تری رحمت

۱۱٦ تجے پیشوا عبدالقادر امام
اُسی تے ھوا تج اعلی مقام

۱۱۷ محی الدین تیرا، توں میرا میاں
توں میرے محی الدین کے درمیاں

۱۱۸ کہیا توں کہ "فیروز" میرا مرید
بڑے بخت میرے جو تیرا مرید

۱۱۹ مجے ناؤں ہے "قطب دیں قادری"
تخلص سو "فیروز" ہے بیدری

۱۲۰ صد و بیست و یک جب کیا بیت میں
دوجگ مدح کے ماریا سیت میں

فرہنگ؛

(پِرت نامہ فیروز بیدری)

(الف)

اُتَم (س: اُتّم): اعلیٰ، برتر۔

اتھا: تھا

آپ: اپنا

اُجّال (س: اُجول)، روشن

اُچانا: اونچا کرنا، بلند کرنا

آچنا (اچھنا): ہونا، رہنا

آدار (آدھار): سہارا

ازماونا: آزمانا

اُکالنا (اُکھالنا): نکالنا

آکھنا: کہنا (اس مفہوم میں پنجابی میں رائج)

انگھے: آگے

اُن: اُن (جمع یا تعظیماً)

آننا: لانا

اَھے: ہے

(ب)

بار: بارگاہ، در

بِسلانا: بٹھانا، بٹھلانا

بسنہار: رہنے والا

بِتر (بھتر): بھیتر، اندر

بُھوڑنا (بوڑنا): ڈوبنا

بنگار (بھنگار) (س: بھرنگار): سونا

بھئیں (بھوئیں) (س: بھوی)، زمین

بھی: بھر

بَیسنا: بیٹھنا

بِیل: نسل، سلسلہ

(پ)

پارکھا: پرکھنے والا، ناقد، معترض

پدک : گلے کا ایک زیور ، دکھنی میں سونے یا دوسری دھات کے پترے کو بھی کہتے ھیں

پرت : پریت ، محبت

پرم : پریم

پنت (پنتھ) : راستہ ، مذهب

پوتنی : بیٹی

پَیسنا (س : پروش) : داخل ہونا ، گھسنا

تائیاں (س : استھان) : تائیں ،

تیئں : لئے

ٹُٹنا : ٹوٹنا (دکنی اردو کی عام خصوصیت : دو کوز آوازیں ساتھ ساتھ آئیں تو پہلی دندانی ہوجاتی ھے)

تِل : لمحہ ، پَل

تَلیں : تلے ، نیچے

تُہیں (تو نہیں) : توھی

(ج)

جالنا : جلانا

جتن کرنا : حفاظت کرنا

جَرم : همیشه ، سدا

جَم : همیشه

جُمل : جمله ، کُل

جنانا : جتانا ـ بتانا

جنم کانا : جنم لینا

جوتی (س : جیوتی) : روشنی

جیو (س : جیو) : جی ، دل ، زندگی

جیونا : زندہ رهنا زندگی ، جیون

(چ)

چُک : ذرا

چند : چاند

(د)

دار (س : دوار) دروازہ ، در

دِسنا (س : درشن) ، دکھائی دینا

دُنو : دونوں

دنیاں : دنیا ، (مصوتوں کا انفیانا دکنی اردو کی عام خصوصیت)

دُوجانا : دوسرا

دھات : طرح

دیو : شیطان ، خبیث روح

(ر)

راس (س : راشی) : ڈھیر

راونا (رانا) : چاھنا ، محبت کرنا

روك (روکھ) (س : وِرِکش) ، درخت

(س)

سار : مانند

سائیاں (س : سوامی) مالك ، سائیں

سُرا (س) : شراب

سِرتے (تھے) : ازسرنو

سکنا : قدرت رکھنا ، کرسکنا

سمند (سمد) : سمندر

سور (س : سوریه) ، سورج

سَمِھنا (سَپنا) (س : سُوپْن) خواب

سیس : سر

سَین (س : سنگیاں) نشانی ، علامت

سی : علامت مستقبل (نه پہچان سی : نہیں پہچانے گا . اس کو بعض فرھنگ نویسوں نے غلط طور پر ''سکنا'' سے تعبیر کیا ھے)

سینسار : سنسار

سیونا : خدمت کرنا ، سیوا کرنا

سیت مارنا (م : شیت) (س : کشیتر ، اُر : کھیت) : میدان مارنا ـ جیتنا

(ش)

شیخ صنعا : تلمیح ، قصهٔ شیخ صنعا اور حضرت عبد القادر جیلانی

(ك)

کرتار : خدا ، مالك

کدھی (کدھیں) : کبھی
کَنت (س : کانت) : پیارا ، محبوب
کَوَن (برج بھاشا) : کون
کھاندا : کاندھا (دکنی اردو کی خصوصیت ھائے زائدہ کا استعمال)
کیتا : کیا
کی : کیوں

(گ)

گاجنا (س : گرَج) : بجنا ، گرجنا
گڑنا : گھڑنا ، بنانا
گوت (س : گوتر) : خاندان ، نسل
گھالنا (پ : گھلّ) : ڈالنا ، پھینکنا

(ل)

لنگ (س : لگن ۔ پ : لگّا) ، محبت : لگن : پیار ، دلی تعلق
ماننا : فعل «مان» کا ، عزت دینا
مَدَت : مدد (دکنی اردو کا تلفظ : دو مسموع معمتوں میں سے ایک کا غیر مسموع ھو جانا)
مُنج (مُج) : مجھے
مَندھیر (مندر) : بہشت ، سورگ
منے (منیں) : میں

(ن)

نپانا (س : نپاتیاتی) ، پیدا کرنا
نِپنا : پیدا ھونا
نرمل دو پنکھ : دونوں طرف سے خالص ، نجیب الطرفین
نکو (م) : نہیں ، نہ (یہ لفظ دکنی اردو کی کلید ھے ۔ قدیم ترین مصنفین کے یہاں ملتا ھے اور تا حال قائم ھے)

نو چند: نیاچاند

(ہ)

ہنڈنا (س: ہنڈتے): گھومنا،
پھرنا

ہیا (س: ہردیم - پ: ہی یم)،
دل: جان، زندگی

(ی)

یتا: اتنا (الفاظ کے شروع میں
"ا" کا "ی" میں تبدیل
ہو جانا ہے دراویدی زبانوں
کے زیر اثر دکنی اردو میں
آیا ہے).

تصحیح: - «پرت نامہ» کے مقدمہ میں یہ بیان غلط درج ہو گیا ہے کہ مثنوی کے کل اشعار (۱۲۱) دستیاب ہو گئے ہیں، شعر نمبر ٤٤ کا اس سلسلے میں حوالہ دیا گیا تھا - یہ صحیح نہیں - دستیاب ابیات کی کل تعداد (۱۲۰) ہی ہے -

ضمیمہ "پرت نامہ" فیروز بیدری

(پرت نامہ کی طباعت مکمل ہو چکی تھی کہ محمد اکبر الدین صدیقی صاحب سے یہ علم ہوا کہ فیروز کی اس مثنوی کا ایک ورق علاء الدین جنیدی صاحب (گلبرگہ) کے توسط سے انہیں حاصل ہوا ہے۔ جب اس کو مرتب شدہ متن سے ملا کو دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ اسمیں کل ۳۶ اشعار درج ہیں جو مرتب شدہ متن کے نمبر ٤٥ تا نمبر ۸۰ پر حاوی ہیں۔ افسوس اس بات کا ہے کہ اس نئے دستیاب شدہ مواد سے بھی پرت نامہ کے اس ایک گم شدہ شعر کا پتہ نہ چل سکا جسکی وجہ سے یہ مثنوی نا مکمل رہ گئی ہے۔ ذیل میں ان ۳۶ اشعار کے اختلاف نسخ، صدیقی صاحب کے شکریہ کے ساتھ درج کیے جاتے ہیں۔)

(٤٥) معشوق و عاشق .... معشوق و عاشق۔ (٤٦) بندا عشق میراں کوں۔ (٤٧) دوئی سوں نکو کر۔ (٤٨) نہ بھاتی دوئی .... و جاتی دوئی۔ (٥٠) پاؤ تجہ سرابے .... کہاندا دے۔ (٥١) اس شعر سے قبل ذیلی عنوان "حکایت" قایم کیا گیا ہے۔ (٥٢) گاے لنگ۔ (٥٣) چرا خوك ("چڑا خوان کہ" کا اختلاف کتابت ہے)۔ (٥٥) عبد قادر۔ (٥٦) ناٹو لیں سر تو تھے ("ناؤں لے سر نثے" کا اختلاف کتابت)۔ (٥٧) اپنے سو .... معشوق و عاشق۔ (٥٨) ولی جس بمو ہے

وھی تجه موںھے - (۵۹) ولی سب تجلی .. تجے - (٦٠) اس شعر میں ھر جگه "مَدَت" کی بجائے "مدد" آیا ھے - (٦١) تو فیروز نے خسته کوں مان دے - نوٹ :- اداره کے نسخه میں "فیروز خسته" آیا ھے جو خارج از وزن ھے - لیکن مذکوره بالا مصرع سے یه بات واضح ھو جاتی ھے که فیروز، فیروزی بھی تخلص کرتا تھا، جو دکنی شعرا کی روایات کے عین مطابق ھے، جہاں اکثر تخلص یائے زایده کے ساتھ بھی کہے جاتے ھیں - ایسی صورت میں وه رباعی (فیروزئ عاشق گوں ٹك یك چاکن دے)، جو احمد خاں درویش صاحب کو بیجاپور کے سفر میں ملی تھی اور جسے ڈاکٹر سیده جعفر نے اپنے مضمون "نادر دکنی رباعیاں" میں شامل کر لیا ھے، بہت ممکن ھے فیروز بیدری ھی کی ھو نه که فیروز شاه بہمنی کی، جیسا که اس مضمون میں استدلال کیا گیا ھے - فیروز شاه بہمنی عروجی اور فیروزی دونوں تخلص کرتا تھا، لیکن یه دونوں اسکے فارسی کلام سے تعلق رکھتے ھیں - (٦٢) سہنے میں .. راکھیں - (٦٤) ایکس .. جو سہنے منیں دیکھیا ایك گھر - (٦٥) اے کون - (٦٦) جو پردا - (٦٨) سر بھوئیں رکھا .. سکیں بھوئیں رکھ سکیا - (٦٩) روش راکھ .. پانواں پڑیا .. منج سنپڑیا - (٧٣) محی الدین ھم سو ھنے آئیا .. تو میں جاگ - (٧٤) ھمن جیو - (٧٥) سو مخدوم جی .. پرم مد پی - (٧٦) مئے صرف وحدت -

بِکٹ کہانی

(بارہ ماسہ)

شمالی ہند میں اردو شاعری کا پہلا مستند نمونہ

از

محمد افضل "افضل"

(متوفی سنہ ۱۰۳۵ ھ مطابق سنہ ۱۶۲۵ ء)

مرتبہ

ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی

صدر شعبۂ اردو و فارسی، لکھنؤ یونیورسٹی

اور

ڈاکٹر مسعود حسین خاں

صدر شعبۂ اردو، عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد

۱۹۶۵

مقدمه

حالات

شیخ محمد قیام الدین ''قایم'' پہلا تذکرہ نویس ہے جس نے اپنے تذکرہ ''مخزن نکات''۱ (۱۷۵۵ء) میں محمد افضل، افضل کی نشان دہی ان الفاظ میں کی ہے:

''محمد افضل مردے است از سکّانِ دیارِ مشرق اگرچہ ربطِ کلامش چنداں مضبوط و مربوط نیست، لیکن از آنجا کہ قبول بے سبب درو بے غضب خاصہ جناب ازلی است، تصنیفاتش بمرتبہ موثر دلہا است کہ از حیز تحریر و تقریر متجاوز است و مثنوی ''بکٹ کہانی'' بر صفحۂ روزگار ازوے یادگار است، رویہ اش از قدم ابیاتش باقیاس باید نمود این یک بیت از مثنوی مشہور ازوست:

پڑتا مل میں میرے پیم پھانسی؟
مرن اپنا ہے اور لوگوں کی ھانسی

قایم نے اپنے تذکرہ میں افضل کو طبقہ اول میں سعدی۲، امیر خسرو اور ملا نوری کے بعد جگہ دی ہے۔

---

(۱) مرتبۂ عبد الحق، انجمن ترقی اردو اورنگ آباد، ۱۹۲۹ء ص ۳۔

(۲) سعدی کو قایم ''سعدی شیرازی'' سمجھتا ہے اور ''سعدی دکنی''=

چونکہ شعرا کے ناموں کی ترتیب حروف تہجی کے عام مروجہ انداز کی بجائے زمانی طور پر کی گئی ھے اسلیے افضل کے ساتھ طبقہ اول کے دیگر شاعر حسب ذیل تسلیم کیے گئے ھیں:

سعدی شیرازی، امیر خسرو، ملاّ نوری محمد افضل، افضل، سلطان (عبداللہ قطب شاہ)، مرزا، فضلی، قادر، آزاد، احمد گجراتی، محمود، سراج، ولی (شاہ ولی اللہ)، مرزا عبدالقادر، موسوی خاں فطرت، جعفر (میر جعفر) و دیگر۔

میر کے تذکرہ نکات الشعراء (سنہ ۱۷۵۲ ء) میں جب کہ خسرو، میر جعفر، احمدی گجراتی، سعدی دکھنی، ولی اورنگ آبادی، سراج، محمود، فضلی کا ذکر مل جاتا ھے افضل کا نام غائب ھے۔ قایم کے بعد، اور غالبًا اسی کی معلومات پر مبنی میر حسن اپنے تذکرے ''تذکرۂ شعرائے اردو'' (سنہ ۱۷۷٤ ء تا سنہ ۱۷۷۸ ء) میں افضل کے بارے میں یوں رقم طراز ھیں:

= کی مشہور غزل جسکا مقطع یہ ھے ع

سعدی غزل انگیختہ شیر و شکر آمیختہ

در ریختہ در ریختہ ھم شعر ھے ھم گیت ھے

ان سے منسوب کرتا ھے۔ میر تقی میر نے نکات الشعرا میں پہلی بار اسکی تردید کی ھے اور سعدی کو ایک دکنی شاعر بتایا ھے۔

"محمد افضل، افضل، تخلص از قدیم ست - کدام هندو بچه، گوپال نامی بود که برو عاشق شده، حسب حال خود "بارہ ماسا" عرف "بکٹ کہانی" گفتہ کہ اکثر کھتریاں و گایناں مشتاق او می باشند - نصفے فارسی و نصفے هندی دارد، لیکن قبولیت داد الٰہی ست، بردل ها اثری کند"۔ "بارہ ماسہ" کے جو دو شعر میر حسن نے نقل کیے هیں حسب ذیل هیں:

پڑی ھے گل میں میرے پیم پھانسی
مرن اپنا ھے اور لوگوں کی هانسی
مسافر سے جنھوں نے دل لگایا
انھوں نے سب جنم روتے گنوایا[1]

---

(۱) یہ دلچسپ بات ھے کہ مذکورہ بالا دونوں شعر "بیان ماہ چیت" سے لیے گئے هیں اور ان دونوں کے درمیان مزید تین شعر آتے هیں - مختلف نسخوں میں ان کا مختلف متن ھے - مثلاً پہلے شعر کے اختلافات حسب ذیل هیں:

۱ مرے گل میں پڑی ھے پیم پھانسی
بھیا مرنا مجھے اور لوگ هانس
۲ مرے گر میں پھنسی ھے پیم پھانسی
بھیا مرنا مجھے اور لوگ هانسی
۳ مرے گل موں پڑی ھے پریم پھانسی
بھیا مرنا مجھے اور لوگ هانسی=

میر حسن نے قایم کے تذکرہ سے استفادہ کیا ہے، یہ دو باتوں سے ظاہر ہوتا ہے- پہلی بات یہ ہے کہ قایم کی طرح انہوں نے بھی "خاصہ جناب ازلی" کے حوالہ سے "بکٹ کہانی" کے پُر اثر ہونے کا ذکر "لیکن قبولیت، داد الہی ست" کے الفاظ میں کیا ہے- دوسری بات یہ ہے کہ میر حسن نے نمونے کے جو دو شعر دیے ہیں ان میں سے ایک وہی ہے جو قایم نے اپنے تذکرہ میں نقل کیا ہے اور غلط طور پر "پڑی ہے گَل میں میرے بیم پھانسی" کی بجائے "پڑتا مل میں میرے بیم پھانسی"؟ مخزن نکات میں درج ہے-

---

٤ = میرے گل میں پڑی ہے بیم پھانسی
بھیا مرنا مجھے اوروں کی ھانسی

٥ میرے گل میں پڑی ہے پیم پھانسی
بھیا مرنا مرا اور لوگ ھانسی

اس طرح شعر نمبر ۲ کے اختلافات یہ ہیں:

۱ جنھوں نے دل مسافر سوں لگایا
انھوں نے سب جنم رووت گنوایا

۲ جنھوں نے مل مسافر سے لگایا
انھوں نے سب جنم اپنا گنوایا

۳ جنھوں نے دل مسافر سے لگایا
انھوں نے سب جنم رو رو گنوایا

افضل کے متعلق اس ابتدائی معلومات پر اب تک جو غلط بیانیاں ہوتی رہی ہیں اُس کی تمام تر ذمہ داری اسپرنگر پر ہے جس نے شاہان اودھ کے کتب خانہ کی فہرست سنہ ۱۸۵٤ء میں شائع کی تھی اور جس میں قایم کے حوالے سے افضل کے بارے میں یہ بیان دیا ہے:[۱]

"افضل، محمد افضل، ساکن جھنجھانہ، جو میرٹھ سے دور نہیں ہے، یہ ایک غیر معروف شاعر نہیں تھے اور زیادہ تعلیم یافتہ بھی نہیں تھے۔ قایم نے لکھا ہے کہ یہ عبداللہ قطب شاہ سے پہلے گذرے ہیں جو سنہ ۱۰۲۰ھ میں تخت نشیں ہوے تھے۔ انھوں نے ایک نظم لکھی ہے جسکا نام بکٹ کہانی ہے۔ اس کا ایک نسخہ لندن کے انڈیا ہاؤس میں موجود ہے"۔

معلوم نہیں اسپرنگر کے پیش نظر قایم کے تذکرہ کا کون سا نسخہ تھا۔ آج مولوی عبدالحق کا مرتب کردہ جو نسخہ دستیاب ہے اسکی عبارت سے (اقتباس اوپر دیا جا چکا ہے) صاف ظاہر ہے کہ قایم نے یہ بیان کہیں نہیں دیا ہے کہ افضل "عبداللہ قطب شاہ سے پہلے گذرے ہیں"۔

---

(۱) اسپرنگر کی اس فہرست کا اردو ترجمہ "یادگار شعرا" کے نام سے طفیل احمد نے کیا ہے۔ یہ ۱۹٤۳ میں ہندوستانی اکیڈیمی، الہ باد سے شائع ہو چکا ہے۔

اسقدر ضرور ہے کہ طبقۂ اول کی زمانی ترتیب میں افضل کا نام عبداللہ قطب شاہ سے فوراً قبل درج کیا گیا ہے جو اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ قایم کے ذہن میں افضل کا تقدم زمانی موجود تھا۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ قایم عبداللہ قطب شاہ کی تخت نشینی کا سال اپنے تذکرہ میں کہیں درج نہیں کرتا، اسلیے اسپرنگر کا عبداللہ قطب شاہ کے بارے میں یہ اضافہ "جو سنہ ۱۰۲۰ھ میں تخت نشیں ہوے تھے" ایجادِ بندہ معلوم ہوتا ہے۔ "مخزن نکات" میں افضل کے فوراً بعد فن ریختہ اور عبداللہ قطب شاہ کے بارے میں حسب ذیل عبارت درج ہے:

"باید دانست کہ چوں فن ریختہ در آں وقت از محل اعتبار ساقط بود، بناءً علیہ ہیچکس بر توغل آں اقدام نمی نمود و ایں دو سہ چار بیت کذائے کہ بنام اساتذۂ معتبر مرقوم است، اغلب کہ منشاء نظمش ہزلے پیش نباشد۔ اما بعد ازیں بسمتِ بلادِ دکھن در عہد عبداللہ قطب شاہ کہ باسخنوران بمحبت و مواسا پیش می آید، ریختہ گفتن بزبان دکھنی بسیار رواج گرفت۔ بادشاہ مذکور نیز طبع موزوں داشت . . . "۔

اس اقتباس میں قایم نے نہ تو عبداللہ کے سال تخت نشینی کا ذکر کیا ہے اور نہ وہ افضل کو "ایک دکنی

بادشاہ کے عہد کے ساتھ مضاف کر رہا ہے" جیسا کہ بعد
کو "پنجاب میں اردو" میں محمود شیرانی نے خیال ظاہر
کیا ہے۔ در اصل محمود شیرانی کے پیش نظر "مخزن نکات"
کا کوئی نسخہ نہیں تھا۔ مولوی عبدالحق کی مرتب کردہ
"مخزن نکات" کے ایک سال قبل سنہ ۱۹۲۸ ء میں "پنجاب
میں اردو" تصنیف کی جا چکی تھی۔ ایسی صورت میں
شیرانی نے اسپرنگر کے بیان پر اعتبار کیا ہے اور قایم کی
(جو در اصل اسپرنگر کی ہے) اس غلطی کا شدومد کے ساتھ
چرچا کیا ہے کہ "قایم نے افضل کا جو زمانہ دیا ہے
اسمیں بظاہر ایک غلطی معلوم ہوتی ہے، وہ یہ ہے، کہ
عبد اللہ قطب شاہ در حقیقت سنہ ۱۰۲۵ ھ میں تخت نشین
ہوتا ہے، نہ سنہ ۱۰۲۰ ھ میں، جو محمد قطب شاہ کی تخت
نشینی کا سال ہے۔ اس کی یہی صورت ہو سکتی ہے کہ
یا تو قایم نے محمد قطب شاہ کے نام کے بجائے عبد اللہ قطب شاہ؛
یا سنہ ۱۰۲۵ ھ کی جگہ سنہ ۱۰۱۲ ھ لکھ دیا"۔ حالاں کہ
حقیقت حال یہ ہے کہ اس سارے فسانے میں عبد اللہ قطب شاہ
کی تخت نشینی کا ذکر ہی کہیں نہیں ملتا ۱

---

(۱) علی گڑھ تاریخ ادب اردو (پہلی جلد) ص ۴۹۰ پر
ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی اسپرنگر اور شیرانی کی دی ہوئی
معلومات کو مخزن نکات سے مقابلہ کئے بغیر ان الفاظ میں =

اسپرنگر نے افضل کے سلسلے میں یہ نئی معلومات بھی، معلوم نہیں، کہاں سے فراہم کی ہے، کہ وہ جھنجھانہ کا ساکن ہے "جو میرٹھ سے دور نہیں"۔ اگر قایم کے تذکرہ کا یہ جملہ اسپرنگر کے پیش نظر ہوتا کہ "محمد افضل مردے است از سکان دیار مشرق" تو وہ ضلع میرٹھ کے ایک قصبے سے افضل کو منسوب نہ کرتا۔ "دیار مشرق" میر کی زبان کا "پورب" ہے۔ یہ بتانا ذرا مشکل ہے کہ خود قایم نے افضل کے توطن کے بارے میں یہ معلومات کہاں سے فراہم کی ہے جب کہ میر حسن، جن کا تعلق "دیار مشرق" سے تھا، اس بارے میں بالکل خاموش ہیں۔

افضل کے بارے میں میر حسن کی فراہم کردہ معلومات کا اعادہ بعد کے تذکرہ نویس عرصے تک کرتے رہے ہیں۔ صاحب تذکرہ "گلزار ابراھیم" (مرقومہ سنہ ۱۷۸٤ ء) نے محمد افضل کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے، جو واضح طور پر میر حسن کے تذکرے سے ماخوذ ہے:

"افضل، محمد افضل، از قدماست، بر گوپال نامی عشق

= دھراتے ھیں: "قایم نے اپنے تذکرہ "مخزن نکات" میں افضل کو غالباً دکنی فرض کیا، اور لکھا ہے کہ افضل، عبداللہ قطب شاہ سے جو سنہ ۱۰۲۰ ھ میں تخت نشین ہوتا ہے پیشتر گذرا ہے"۔

ورزیدہ حسب حال خود بارہ ماسہ مشہور "بکٹ کہانی" منظوم نمودہ"۔

اسکے بعد نمونہ کا صرف ایك شعر نقل کیا ھے جو لفظی تحریف (کھوتے، بجائے روتے) کے ساتھ میر حسن کے تذکرے سے لیا گیا ھے:

مسافر سے جنھوں نے دل لگایا
انہوں نے سب جنم کھوتے گنوایا

افضل کے بارے میں میر حسن کی روایت فرانسیسی مستشرق گارساں دتاسی نے بھی اپنی فرانسیسی تصنیف "تاریخ ادب ہندوئی و ہندوستانی"[1] میں بیان کی ھے۔

---

(۱) گارساں دتاسی کی اس ضخیم تصنیف کا فرانسیسی نام "L' histoire de la litterature hindouie et hindoustanie" ھے۔ اسمیں تقریبا تین ہزار اردو و ہندی کے شعرا اور مصنفین کا تذکرہ ھے، جن میں سے دو ہزار آٹھ سو مصنفین و شعرا کا تعلق اردو سے ھے۔ اسکا پہلا ایڈیشن پیرس سے دو جلدوں پر مشتمل سنہ ۱۸۳۹ء تا سنہ ۱۸٤۷ء شائع ہوا تھا۔ ہندی کے مصنفین و شعرا پر مشتمل حصص کا ترجمہ کئی سال ہوئے ہندی میں شائع ہو چکا ھے۔ چند سال قبل ایك فرانسیسی خاتون للیان نذرو نے اس تاریخ کے اردو شعرا اور مصنفین پر مشتمل حصص کا ترجمہ حواشی اور تعلیقات کے ساتھ کراچی یونیورسٹی میں =

افضل کے بارے میں ایک اور نادر حوالہ گل کرسٹ کی تالیف ''ہندوستانی زبان کی قواعد'' (سنہ ۱۷۹۶ ء) میں ملتا ہے جسکے آخر میں مولف، اردو شعرا کے نام (بشمول افضل) اس ترتیب سے گناتا ہے:

امیر خسرو - ولی - حاتم - سودا - میر - قایم - جعفر زٹلی - محمد افضل، افضل وغیرہ -

اس سے ظاہر ہے کہ ۱۷۹۶ ء، یعنی اٹھارویں صدی کے اختتام تک، میر تقی میر کے اعجاز کے باوجود، افضل کی شاعرانہ شہرت قایم تھی -

انیسویں صدی کے آغاز میں افضل کے سلسلے میں ایک اہم حوالہ افضل کے ایک عقیدت مند اور ہم مشرب عبداللہ انصاری کے بارہ ماسہ میں ملتا ہے جو سنہ ۱۲۳۹ ھ مطابق سنہ ۱۸۲۳ ء کے آس پاس کی تصنیف ہے ۱ - آنے والی نسلیں ''شاہ افضل'' کا ذکر کس عقیدت سے کرتی

= پی - ایچ - ڈی کے لیے پیش کرکے ڈگری حاصل کی ہے - راقم کی نظر سے یہ ترجمہ گذر چکا ہے - یہ ابھی تک شائع نہیں ہوا ہے -

(۱) بارہ ماسہ عبداللہ انصاری کا قلمی نسخہ شعبہ مخطوطات مولانا آزاد لائبریری (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) میں محفوظ ہے - (بحوالۃ محمد ذکی الحق: ذکر و مطالعہ، ص، ۳۰۱ - پٹنہ) -

رهی هیں اور اسکی "بکٹ کہانی" کی کس قدر دھوم رہی ہے، اسکا اندازہ عبداللہ انصاری کے بارہ ماسہ کے ان ابتدائی اشعار سے ہوتا ہے جس میں انہوں نے افضل کو خراج تحسین پیش کیا ہے:

سراسر اہل عرفاں شاہ افضل
نہایت کامل و یکتا و اکمل
انہوں نے اک بکٹ لکھی کہانی
کیا جس میں بیاں سوز نہانی
بکٹ پیچیدہ رستہ ہے برادر
سمجھ لے رہ طریقت کو سراسر
زنانی بولی ہے اسکی پیاری
جسے سن کر ہو دل میں بیقراری

لیکن افضل کی سوانح اور سیرت کے بارے میں سب سے اہم انکشافات علی قلی خاں والہ داغستانی کے فارسی شعرا کے تذکرے "ریاض الشعرا"[1] میں ملتے ہیں جو سنہ ۱۷۴۷ء کی تصنیف ہے اور جسے قایم کے "مخزن نکات"

---

(۱) والہ داغستانی کے اس تذکرہ کا ایک نسخہ (فارسی نمبر ۱۲۰) اسٹیٹ لائبریری حیدرآباد میں محفوظ ہے۔ افضل کے سلسلے میں والہ کے تذکرہ سے استفادہ سب سے پہلے محمود شیرانی نے کیا تھا (دیکھیئے "پنجاب میں اردو" ۱۹۲۸ ایڈیشن)۔

(سنہ ۱۷۵۵ ء) پر بھی تقدم حاصل ہے۔ چوں کہ افضل فارسی شاعر کی حیثیت سے بھی معروف تھے۔ ''شعر ہندی و فارسی را بغایت خوب می گفت'' (والہ) اسلیے مصنف نے اپنے تذکرہ میں افضل کے حالات کے لیے تقریباً دو صفحے وقف کیے ہیں۔ والہ نے صاف طور پر انہیں ''پانی پتی'' لکھا ہے۔ اس کے قول کے مطابق وہ نہ صرف ہندی اور فارسی دونوں کے باکمال شاعر تھے بلکہ فارسی نثر لکھنے پر بھی یکساں قدرت رکھتے تھے۔ معلمی ان کا پیشہ تھا اور ان کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ ''جمع کثیر و جمّ غفیر'' ان کے حلقۂ درس میں شامل ہوتے تھے۔ چوں کہ ابتدا سے ''چاشنئ عشق اور مشرب فقر'' سے آشنا تھے اسلیے بڑی عمر میں ''ناگاہ عشق ہندوزنے'' میں مبتلا ہو گئے اور ''مجنوں صفت، متاع زہد و تقوی را'' خیر باد کہا۔ اور ''مانند ابر بہار'' طوف کوئے ملامت پر آمادہ ہو گئے۔ اسی وارفتگی کے عالم میں عاشقانہ غزلیں لکھتے جن میں سے ایک کا مطلع والہ کے قول کے مطابق یہ ہے:

عالم خرابِ حسنِ قیامت نشانِ کیست
دَورِ کدام فتنہ گر است و زمانِ کیست

مولانا کی یہ کیفیت دیکھ کر پہلے تو وہ عورت

روپوش ہوگئی لیکن عشق کا شور و فساد کم نہ ہوا اور بالآخر ایک رات نہایت خفیہ طور پر باحتیاطِ تمام اسکے رشتہ داروں نے اسے شہر متھرا پہونچا دیا۔ مولانا کچھ عرصے تک سر ٹکراتے رہے آخر پتہ حاصل کرکے "افتاں و خیزاں بدیار محبوب رسیدہ"۔ وہاں تجسس بسیار کے بعد ایک دن کیا دیکھتے ہیں کہ وہ چند لیلٰی عذاروں اور خورشید رخساروں کے ساتھ بہ نشاط و انبساط تمام ایک جگہ سیر کرتی پھر رہی ہے۔ بے اختیار اسکی جانب بڑھے اور حسب حال یہ شعر پڑھا:

خوشا رسوائی و حالِ تباہے

سر راہے و آہے و نگاہے

مولانا کی یہ بے موقع جسارت اس "لیلٰی وش جفاکار" کو ناگوار خاطر گذری اور نہایت تلخ و ترش لہجہ میں اس نے کہا کہ "ترا شرم از محاسن سفید نیست کہ سودائے عشقبازی چوں من جوانے در سَر داری؟" مولوی اس طعنہ کی تاب نہ لا سکا اور اس "وحشی غزال" کو رام کرنے کے لیے داڑھی مونڈھی، زنار پہنا اور "لباس برھمناں" اختیار کرکے ایک مندر کے پجاری کا چیلا بن بیٹھا۔ اس پنڈت کی شبانہ روز اسطرح خدمت کی اور "تحصیل علوم ہندوی نمودہ" کہ "جمیع فنون و کمال آں

مسلك آمد''۔ اس سے خوش ہو کر گرو نے اسے اپنا ''نایب مناب'' بنا دیا اور جب کچھ عرصے کے بعد وہ مرض موت میں گرفتار ہوا، وصیت کی کہ میرے بعد افضل کو گرو تسلیم کیا جائے۔ رفتہ رفتہ مولوی کی شہرت دور دور تک پھیل گئی اور اسکا حلقۂ ارادت وسیع ہوتا گیا۔ وہاں کی یہ رسم تھی کہ سال میں ایک بار عورتیں اس بت خانہ کی زیارت کو آتی تھیں اور کثرت سے نذر ونیاز پیش کرتی تھیں۔ اتفاق سے اُس روز جب رسم موعود کے مطابق عورتیں نذر ونیاز کے لیے آئیں اور یکے بعد دیگرے آ کر گرو کے قدموں میں قدمبوس ہوئیں، مولانا کی محبوبہ بھی اس جمّ غفیر میں شامل تھی۔ جوں ہی وہ قدمبوسی کے لیے آگے بڑھی ''مولانا دستِ اورا بہ شوق و شغفِ تمام بدست گرفتہ بچشم خود مالید'' اور کہا ''مرا می شناسی؟'' جب اس شوخ نے آنکھیں اٹھائیں اور شناخت کر لیا کہ یہ وہی ''مفتون'' ہے جو گرو کے روپ میں یہاں بیٹھا ہے تو کچھ عرصے کے لیے مبہوت اور ''ورطۂ حیرت'' میں رہ کر بالاخر اس نے اقرار کیا کہ ''برائے خاطرِ چوں منِ ناکس این ہمہ تصدیع و تعب کشیدہ اید؟ دیگر ہرچہ در آں رضائے شماست، رضائے ماست''۔ اس کے بعد وہ عورت مشرف بہ اسلام ہو جاتی ہے۔ دونوں

''بدیار خود'' مراجعت کرتے ہیں اور عرصے تک زندگی ساتھ بسر کرتے ہیں۔ افضل کی وفات کے بارے میں واله کا بیان ہے کہ ''در سنه ۱۰۳۰ ھ بریاض رضوان شتافت''۔ افضل کے ''چند بیت از اشعار عاشقانه'' جو واله نے نقل کیے ہیں، ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

جلوهٔ زلفِ شاهدے بُرد دلِ رمیده را
بے بکجا برد کسے طایرِ شب پریده را

واله

غمت هر دمِ بدلهائے شکسته
بود چون سنگ برپائے شکسته
بر شکم از شکستِ دل خبردار
تراود مے زمینائے شکسته

ان اشعار کے بعد واله نے افضل کی یه رباعی درج کی ہے اور بتایا ہے کہ یه رباعی ''در آشوب عشق و شور جنون گفته است'':

با زلفِ تو توده هائے عنبر چه کنم
با خالِ تو مشکهائے اذفر چه کنم
تو کافر و زلف کافر و دل کافر
من نیم مسلمان، به سه کافر چه کنم

اسی ''نیم مسلمان'' کا انداز کافری اردو تاریخ شعر کی سب سے رنگین داستان ہے۔

والہ کی فراہم کردہ معلومات سے افضل کی شخصیت اور حالات کی بہت سی گتھیاں کھل جاتی ہیں۔

اس بات کی بھی تصدیق ہو جاتی ہے کہ افضل نواح دھلی یعنی پانی پت کے رہنے والے تھے۔ ان کی بکٹ کہانی کی زبان اس بات کی غماز ہے کہ شاعر کا تعلق کھڑی بولی یا اس سے ملحقہ علاقے سے ہے۔ اس طرح قایم کا یہ قول کہ وہ ''از سکانِ دیار مشرق'' تھے با معنی طور پر غلط ہو جاتا ہے۔ با معنی طور پر اسلیے کہ اگر افضل، جو عہد اکبری اور عہد جہاں گیری میں موجود تھے، ''از سکان دیار مشرق'' ہوتے تو ملک محمد جائسی کی طرح وہ اپنا بارہ ماسہ اودھی میں لکھتے نہ کہ کھڑی بولی میں۔ افضل کی جھنجھانہ (ضلع میرٹھ) سے وابستگی کی روایت اسپرنگر سے چلی ہے۔ معلوم نہیں کہ اسپرنگر کا اس سلسلے میں ماخذ کیا تھا۔

والہ ھی کے بیانات سے یہ گتھی بھی حل ہو جاتی ہے کہ میر حسن کا یہ قول کہ افضل '' کدام ھندو بچہ، گوپال نامی بود، کہ برو عاشق شدہ حسب حال خود ''بارہ ماسا'' عرف ''بکٹ کہانی'' گفتہ'' غلط فہمی پر

مبنی ھے۔ گوپال، کسی ھندو بچے کا نام نہیں بلکہ خود افضل کا اختیار کردہ نام تھا جب وہ ”بہ لباس برھمناں“ متھرا کے مندر میں قیام پذیر تھا۔ ھر چند والہ نے اپنے تفصیلی بیان میں افضل کے گوپال نام کا کہیں ذکر نہیں کیا ھے لیکن ”بکٹ کہانی“ کے خاتمہ پر یہ شعر اس ”نیم مسلمان“ کے نئے نام کی نشان دھی کرتا ھے:

بیادِ دلربا خوشحال می باش
کہے افضل کہے گوپال می باش

یہاں یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ بکٹ کہانی کے مذکورہ بالا آخری شعر سے قبل جو شعر مختلف نسخوں میں پایا جاتا ھے اسکے پہلے مصرع کا اختلاف نسخ اسطرح ھے:

۱ ع خموش آخر ازیں مشکل کہانی (ن، ۱، ۲)
۲ ع خموش احقر ازیں مشکل کہانی (ن، ٤، ۱۰)
۳ ع خموش افضل ازیں مشکل کہانی[1] (ن، ۹، ۷، ۸)

ان میں مصرع نمبر ۳ جو سب سے قدیم اور اھم نسخے نمبر ۹ سے نقل ھے افضل تخلص کو پیش کرتا ھے۔

---

(۱) (نسخہ نمبر ۹، ادارۂ ادبیات سنہ کتابت سنہ ۱۲٤۰ ھ، قدیم ترین ھے)۔

گویا اصل بکٹ کہانی یہاں ختم ہو جاتی ہے۔ اسکے بعد فارسی کا یہ شعر:

بیادِ دلربا خوشحال می باش
کہے افضل کہے گوپال می باش

اس واردات کی جانب اشارہ کرتا ہے جب کہ افضل نے گوپال کا پارٹ ادا کیا ہے۔ یہاں گوپال محبوب نہیں بلکہ افضل ہی کا کرداری نام ہے۔

افضل کی بکٹ کہانی کے اس مصرع نے "خموش احقر ازیں مشکل کہانی" نے محمد ذکی الحق کو ایک زبردست مغالطہ میں ڈال دیا ہے اور انہوں نے اسے کسی شاعر کا تخلص تسلیم کرتے ہوئے اپنے مضمون "چند بارہ ماسہ"[1] میں احقر کے بارہ ماسہ کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ اس بارہ ماسہ کا ایک نسخہ شعبۂ مخطوطات پٹنہ یونیورسٹی میں محفوظ ہے اور دوسرا اسٹیٹ لائبریری (کتب خانہ آصفیہ) حیدرآباد میں۔ لیکن یہ دونوں نسخے، جیسا کہ ان کے نقل کردہ اقتباسات اور اسٹیٹ لائبریری کے نسخے کے مطالعہ سے ظاہر ہے، افضل ہی کی بکٹ کہانی ہے۔ اسٹیٹ لائبریری کے نسخے کو نمبر ۹ کے نام سے افضل کی

---

(۱) ذکر و مطالعہ: ۲۴۹ - پٹنہ۔

موجودہ بکٹ کہانی کی تہذیب و ترتیب میں استعمال بھی کیا گیا ہے۔

مرتب کردہ بکٹ کہانی میں اشعار کی کل تعداد ۳۲۰ ہے۔ گریہم بیلی نے بھی اپنی "تاریخ ادب اردو"۱ میں اس کے مصرعوں کی کل تعداد ۶۰۰ بتائی ہے۔ بیلی نے انگریزی کا لفظ (Lines) استعمال کیا ہے اور اسکی مراد مصرعوں سے ہے۔ ادارۂ ادبیات اردو کی جانب سے شائع کردہ، مختصر "تاریخ ادب اردو"۲ جسمیں بیلی سے بہت کافی استفادہ کیا گیا ہے، لفظ (Lines) سے مراد "اشعار" لی گئی ہے، جو صریحاً غلط ہے اسلیے کہ بکٹ کہانی کا اس ضخامت کا کوئی نسخہ تا حال دریافت نہیں ہوا ہے۔

صنف بارہ ماسہ

افضل کی "بکٹ کہانی" کو قایم نے "مثنوی" کہا ہے۔ میر حسن نے "بارہ ماسہ" عرف بکٹ کہانی" کے نام سے یاد کیا ہے۔ اسپرنگر نے "نظم... جسکا نام بکٹ کہانی ہے" لکھا ہے۔ محمد ابراهیم خان خلیل نے میر حسن کے متبع میں اپنے تذکرہ "گلزار ابراهیم" میں

---

(۱) اردو لٹریچر (دی ھیری ٹیج آف انڈیا سیریز) ۱۹۳۲ء۔ لندن، ص ۴۲۔ (۲) تاریخ ادب اردو (مرتبہ: ادارۂ ادبیات اردو) ص ۷۰۔

"بارہ ماسہ مشہور بیکٹھ کہانی" تحریر کیا ھے۔ عبداللہ انصاری نے انیسویں صدی کے آغاز میں اسے صرف "بکٹ کہانی" کے نام سے یاد کیا ھے۔ اسٹیٹ لائبریری (کتب خانہ آصفیہ) حیدرآباد کے نسخے (نسخہ نمبر ۱۰) میں گجراتی زبان کے انداز پر کاتب نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کے تحت اسکا نام "بارہ ماسی" درج کیا ھے۔

لیکن افضل کی نظم کا اصل نام "بکٹ کہانی" ھی ھے، جو مثنوی کے انداز میں بحر ھزج مسدس محذوف الآخر (مفاعیلن مفاعیلن فعولن) میں لکھی گئی ھے۔ بعض اشعار بحر ھزج مسدس مقصور الآخر میں بھی ھیں۔ گریہم بیلی کا یہ خیال غلط ھے کہ اسکی بحر ھندی شاعری کی ھے۱۔ تاھم یہ ھندی روایت شعر میں ڈوبی ھوئی ھے اور مثنوی کی طرز اور بحر میں ھونے کے باوجود ھیئت کے اعتبار سے جدید آریائی زبانوں کے ابتدائی اور درمیانی دور کی مقبول عام صنف سخن "بارہ ماسہ" میں ھے۔ یہ بارہ ماسہ کسی ایک زبان یا بولی تک محدود نہیں۔ راقم کی اطلاع کے مطابق یہ پنجابی، گجراتی، اودھی اور شمالی ھند کی دوسری بولیوں کی مشہور صنف رھی ھے۔

---

(۱) اردو لٹریچر (ھیری ٹیج آف انڈیا سیریز) لندن ۱۹۳۲ء۔ ص ۴۲۔

اسکا ارتقا سنسکرت اور اپ بھرنش کے "پربند کاویہ" (طویل نظموں) کے "رِتُ ورنن" سے ہوا ھے۔ اس "رِتُ ورنن" میں عام طور پر چھ موسموں کا ذکر ہوتا ھے۔ کالی داس کی "رِتُ سنگھار" اسکا اعلی نمونہ ھے جو بالذات ایک نظم ھے۔ ھندی ادب کے "ویر گاتھا کال" کے اکثر "راسو" میں "رِتُ ورنن" کا اھتمام ملتا ھے۔ یہی "رِتُ ورنن" اپنی ماہ بہ ماہ تفصیلات میں جاکر "بارہ ماسہ" بن جاتا ھے جس میں عام طور پر ایک فراق زدہ "پتنی" اپنے "پتی" کی یاد میں تڑپتی ھے اور اسکے جذبات میں اتار چڑھاؤ خارج کے بدلتے ھو موسموں کے زیر اثر پیدا ھوتا ھے، اسطرح کہ داخلیت خارجیت سے ایک شاعرانہ پیرایہ زبان میں مربوط ھو جاتی ھے۔

میرا ذاتی خیال ھے کہ "بارہ ماسہ" "رِتُ ورنن" کی ایک روبہ تنزل ھیئت ھے۔ روبہ تنزل اسلیے کہ ھندوستان کے موسم کی تفصیلات، چار یا چھ رتوں میں تو پیش کی جاسکتی ھیں لیکن انھیں بارہ کی تعداد میں تقسیم نہیں کیا جاسکتا۔ اسلیے بارہ ماسہ میں غیر ضروری تکرار آجاتی ھے اور وہ تنوع، خارج یا باطن میں، قایم نہیں رھتا جسکے ذریعہ کہ دونوں کو ھم آھنگ کیا جاسکے۔ مثلاً سردی کے تین مہینے، ماگھ پوس اور اگھن کو لیجیے

یہ موسم سرما کے اثرات میں، ان تینوں مہینوں میں اسقدر تفاوت نہیں پایا جاتا کہ علاحدہ کیفیات کے ترجمان بنائے جا سکیں۔ چنانچہ افضل کی برھنی کی جو کیفیات جسمانی و ذھنی پوس میں ھیں وھی اگھن میں ھیں۔ یعنی "دیہہ کی تھرتھری" میں وہ پیا کی دوئی کو ڈھونڈھتی ھے۔ چاروں طرف سردی ھے لیکن اسکا "من" برہ کے "غم سوں جلتا رھے گا"۔ جو کیفیت اگھن میں ھے وھی کم و بیش ماگھ میں ھے۔ بلکہ اس دقت کی وجہ سے افضل اکثر مہینوں میں خارجی عناصر کی مصوّری بالکل نہیں کرتا اور ان مہینوں کو برھنی کے نالہ و شیون یا داخلی واردات اور خود کلامی سے پُر کرتا ھے۔ لیکن جب وہ اصل مہینوں یعنی پھاگن، ساون بھادوں میں برھنی کے جذبات کی ترجمانی ان کو خارج سے ھم آھنگ کرکے کرتا ھے تو فطرت اپنی تمام رنگینیوں کے ساتھ اسکے کلام میں لہلا اٹھتی ھے، اور اسی نسبت سے برھنی کے دل کے زخم ھرے ھو جاتے ھیں۔

صنفِ بارہ ماسہ کی سب سے اچھی تعریف عبداللہ انصاری کے الفاظ میں یہ کی جا سکتی ھے کہ یہ "زنانی، پیاری" بولی میں "سوز نہانی" کا ایسا تذکرہ ھوتا ھے ع "جسے سن کر ھو دل میں بیقراری"۔ چوں کہ ھندی شاعری کی روایت کے مطابق تخاطب عورت کی جانب

سے ہوتا ہے اسلیے اسمیں صنف نازک کا دل اپنی تمام حرماں نصیبیوں، امنگوں، پیار، جلن اور جلاپے کے ساتھ دھڑکتا دکھائی دیتا ہے۔ اسمیں مرد کی مسلسل بے وفائی اور عورت کی ازلی وفا کا ذکر ہوتا ہے، وہ عورت جو ہندوستان کی مہکار اور پیار میں پلی ہے، جسکا پتی اس کا دیوتا ہے اور یہ اسکا پیدائشی حق ہے کہ وہ ہمیشہ دیوتا کے چرنوں میں سر سبز رہے۔

افضل کو بارہ ماسہ کی ایک قدیم و طویل روایت ملی تھی۔ لیکن اسکے قریب ترین ہندی کا سب سے مشہور، ملک محمد جائسی کا بارہ ماسہ تھا جو اس کی معرکۃ الارا تصنیف "پدماوت" کا ایک کھنڈ ہے۔ یہ بارہ ماسہ افضل سے سو برس پہلے تصنیف کیا گیا تھا۔ ناگ متی، چتور کے راجہ رتن سین کی رانی ہے۔ جب رتن سین پدماوتی کے عشق میں گرفتار ہو کر جوگی کا بھیس لے کر سنگل دیپ جاتا ہے تو ناگ متی اپنے پتی کے فراق میں تڑپتی ہے۔ اس کی اس فراق زدہ کیفیات کی ترجمانی ملک محمد جائسی[1] نے "ناگ متی وِیوگ کھنڈ" میں بارہ ماسہ کی شکل میں کی ہے۔ پدماوت کا یہ کھنڈ اسکی جان ہے اور اس لحاظ سے یہ ہر دور میں قبولیت عام رکھتا رہا ہے۔ جائسی اور افضل دونوں کے بارہ ماسوں میں ایک گہری

معنوی اور جذباتی مماثلت پائی جاتی ہے۔ دونوں صوفی ہیں اور دونوں "پریم مارگی" ہیں۔ پریم کی راہ بڑی بکٹ (مشکل، ٹیڑی) ہوتی ہے۔ پدماوت کا قصہ بیک وقت مجاز اور حقیقت کی دوہری سطحات پر چلتا ہے۔ افضل بھی صوفی تھے لیکن انہوں نے پریم کا کھیل مجاز کی سطح پر اس انداز سے کھیلا تھا کہ اردو شعر کی تاریخ میں اس سے زیادہ رنگین داستان اور کہیں نہیں ملتی۔ بارہ ماسہ کے آخری شعر:

بیاد دلربا خوشحال می باش

کہے افضل کہے کو بال می باش

سے یہ صاف ظاہر ہے کہ افضل نے اپنا بارہ ماسہ عشق کا یہ رنگین ناٹک کھیلنے کے بعد ہی لکھا ہے، جسکی یاد اب ان کی زندگی کا عزیز ترین سرمایہ بن چکی ہے۔ بارہ ماسہ میں وہ در حقیقت اپنی محبوبہ کا کردار ادا کر رہے ہیں، ہر چند والہ داغستانی کی شہادت کے مطابق " آن لیلی وش جفا کار" اس ناٹک کے انجام تک ہمیشہ تلخ گفتاری اور "جواب ترش" سے پیش آتی رہی تھی۔ افضل نے در اصل اپنی واردات کو "حدیث دیگراں" بلکہ "سر دلبراں" میں پیش کیا ہے۔ عبداللہ انصاری کی اس تعبیر و تشریح کے باوجود کہ "بکٹ" راہ معرفت کا ایک انداز ہے۔

افضل کی کہانی سر تا سر رام کہانی ہے اور اسمیں حضرت جامی کے اقتباسات سے قطع نظر کہیں بھی ''حقیقت'' کی سطح قایم نہیں ہونے پاتی - یہ ایک برھنی کی کہانی اسی کی زبانی ہے جس میں مجاز کی تڑپ اور ''جسم کی مایوس پکار'' مکمل طور پر نمایاں ہے - یہ آپ بیتی ہے، یہ جگ بیتی ہے، اسے کسی استعارہ یا تمثیلی حجاب کی ضرورت نہیں - یہ ''افضل'' کی داستان عشق ہے یہ ''گوپال'' کی پریم کہانی ہے -

اسلوب شعر کے نقطۂ نظر سے ''بکٹ کہانی'' اس عہد کی ریختہ گوئی کا مکمل نقش ہے - افضل نے اپنی نظم کی ہیئت ہندی ادبیات سے لی ہے لیکن اسکی زبان اور اسلوب کا ماخذ امیر خسرو کی قایم کردہ وہ روایت ریختہ گوئی تھی، جو بقول میر، کبھی ایک مصرع فارسی اور ایک مصرع ہندی کی شکل میں نمودار ہوتی تھی؛ اور کبھی آدھا مصرع فارسی اور آدھا مصرع ہندی سے آمیختہ ہوتی تھی - کبھی یہ لغات ہندی و فارسی کی پیوندکاری کی صورت اختیار کرلیتی تھی؛ یہ پیوندکاری صوتیات کی سطح سے لے کر صرف و نحو ہر جگہ پائی جاتی تھی - فارسی کے سابقوں اور لاحقوں کا ہندی الفاظ کے ساتھ بلا تکلف اختلاط، فارسی مصادر کا ہندی

قواعد کے سانچوں میں ڈھالنا، فقروں کے دروبست میں فارسی جملہ کی ترکیب نحوی کا استعمال، غرضکہ اسکی ایک سے زائد شکلیں ملتی ھیں۔ امیر خسرو کے بعد اس ریختہ گوئی کا مرکز ثقل دکن منتقل ھو جاتا ھے؛ چنانچہ میر کا یہ خیال کہ "ریختہ از دکن است" ایک لحاظ سے صحیح ھے۔ شمالی ھند میں افضل سے قبل، امیر خسرو سے منسوب ھندی کلام اور ریختوں کے علاوہ، کوئی دوسرا لائق اعتناء ادبی نقش نہیں ملتا۔ چوں کہ امیر خسرو کی ریختہ گوئی کے مستند نمونے ابھی تک دستیاب نہیں ھوئے ھیں، اسلیے و ثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ھے کہ شمالی ھند کا پہلا مستند اردو شاعر، افضل ھی ھے، جس نے اپنی "بکٹ کہانی" سنہ ۱۶۲۵ء سے قبل مکمل کرلی تھی۔ افضل، دکن کے شعرا محمد قلی قطب شاہ، وجہی، غواصی، ابراھیم عادل شاہ ثانی اور اسکے درباری شاعر عبدل کا ھم عصر تھا۔ اس لیے اس کا شمار اردو کے قدیم ترین شعرا کی صف میں کیا جائے گا۔

تاریخی نقطہ نظر سے یہ عام خیال بالکل غلط ھے کہ ولی کی آمد سے قبل شمالی ھند میں اردو شعر گوئی مفقود تھی۔ محمود شیرانی نے اپنی تحریروں میں شمال کے ایک سے

زائد ایسے شعرا کی نشان دھی کی ھے ۱ جنھوں نے ولی سے قبل اردو شعر گوئی کی جانب توجہ کی تھی۔ "افضل" ان میں بلا مبالغہ سب سے افضل ھے۔ شاھان مغلیہ کی کم توجہی کے باعث افضل اور اس کے ساتھی، تمام کے تمام درباری سرپرستی سے محروم رھے۔ فارسی اور برج بھاشا کو دربار مغلیہ کی تائید حاصل رھی، اس لیے ان کی موجودگی میں "ریختہ" کا چراغ شمال میں صرف ٹمٹماتا رھا، جب کہ دکن میں اس "ریختہ" نے بہت جلد ریختہ زبان کے مراحل طے کر کے اپنا ایک مخصوص لہجہ، فرھنگ اور رنگ و آھنگ پیدا کر لیا، جسکے بہترین نمونے قطب شاہ، وجہی، غواصی، ابن نشاطی، نصرتی وغیرہ کی تحریروں میں مل جاتے ھیں۔

جہاں تک افضل کی "بکٹ کہانی" کی شعریت کا تعلق ھے میر حسن کا یہ قول کہ "بر دل ھا اثر می کند" لفظ بلفظ صحیح ھے، والہ داغستانی کی یہ شہادت کہ "شعر ھندی و فارسی را بغایت خوب می گفت" افضل کے فارسی اور ھندی شاعرانہ قد و قامت کا تعین کرتی ھے۔ افضل کے کلام میں اسکا دل گداختہ ملتا ھے۔ عشق کا چٹیلاپن اور برہ کی چیٹک ملتی ھے۔ بکٹ کہانی کے بہترین حصوں میں (ماہ ساون،

---

(۱) دیکھیے پنجاب میں اردو اور "ھریانی میں تالیفات" اورینٹل کالج میگزین، لاھور (نومبر ۱۹۳۱ء اور فروری ۱۹۳۲ء)

بھادوں، پھاگن) خارجیت اور داخلیت کا وہ ربط و آہنگ ملتا ہے جو بارہ ماسہ کی جان ہوتا ہے۔ پریم کے بکٹ راستے کی تمام تر واردات کی تفصیلات ملتی ہیں۔ یہاں "نینوں کی برکھا" ہے فراق سے "سینہ جرتا" ہے، "کویل کی کوک" "تمامی تن بدن میں آگ" لگا دیتی ہے۔ سکھیوں کے آنند پر رشک آتا ہے۔ عورت کا اندیشہ دور دراز کسی اور کے "ٹونے چلانے" تک پہونچتا ہے۔ غرضکہ ساری واردات گھریلو لہجہ، ڈرامائی طرز اور ایک خود کلامی کے انداز میں پیش کی گئی ہے۔ یہ شاعری نہیں فنکارانہ چیخ ہے جس کے تیکھے بول تیر بن کر دل میں اتر جاتے ہیں۔ اردو شاعری میں یہ پرکار سادگی افضل کے بعد صرف حالی کی "مناجات بیوہ" یا عظمت اللہ خاں کے بعض گیتوں میں ملتی ہے۔

"بکٹ کہانی" میں فارسی اشعار کا جابجا چھینٹا نظم کی روانی میں بلاشبہ رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔ لیکن افضل کے عہد کی زبان اور مذاق شعری کو پیش نظر رکھ کر اسکا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ اسلوب ریختہ گوئی کا ایک ضروری جزو تھا۔ مزید برآں افضل فارسی کے بھی باکمال شاعر تھے(۱) اسلیے وہ دونوں زبانوں کے سروں کو

---

(۱) افضل کی فارسی گوئی کی شہادت محمد قدرت اللہ نے اپنے =

لے کر کامیابی کے ساتھ بیک وقت چل سکتے تھے۔ افضل کے فارسی اشعار میں بھی ایک روانی اور سوز ہے۔ زبان کا یہ آمیختہ اسلوب نہ صرف "گاینان" میں مقبول تھا بلکہ کھتریوں اور کائستھوں کی گھریلو اور ادبی زبان کا ایک عام انداز تھا۔

اردو تاریخ شعر میں افضل کی شاعرانہ حیثیت مسلم ہے۔ انیسوین صدی کے آغاز تک اہل دل میں اسکے کلام کی تاثیر کا چرچا رہا ہے۔ اسکی "بکٹ کہانی" شمالی ہند میں اردو شاعری کا پہلا مستند نمونہ ہے جسکی موجودگی میں تاریخ ادب اردو کا یہ مفروضہ غلط ثابت ہو جاتا ہے کہ شمال میں اردو کی شمع شعر ولی نے روشن کی تھی۔ وہ سلطان محمد قلی قطب شاہ، وجہی اور غواصی کا ہم عصر تھا اس لحاظ سے وہ شمال میں اردوئے قدیم کا چراغ عین اس وقت جلائے ہوئے تھا جب دکن میں یہ زبان ایک ادبی دور میں

= تذکرہ "نتائج الافکار" میں دی ہے جو سر تاسر والہ کی فراہم کردہ معلومات پر مبنی ہے۔ والہ کے تذکرہ کا ذکر قدرت اللہ نے دیباچہ میں کیا ہے۔ قدرت اللہ کے الفاظ یہ ہیں: "پیرایۂ بلند فکرتی افضل پانی پتی کہ شاعر یست فصاحت شعار و سخنوریست بلاغت آثار در اوسط ماتہ ثانی عشر (۱۲۰۰) جہان گذارن را گذاشتہ"۔ قدرت اللہ کا شعرائے فارسی پر مشتمل یہ تذکرہ "خاضع" نے بمبئی سے شایع کیا ہے۔

داخل ہو رہی تھی! - وہ دور اکبری کی پیداوار تھا اسلیے کیا زبان، کیا بیان، کیا عمل اور کیا خیال ہر اعتبار سے وہ ازمنۂ وسطیٰ کے ترکیبی تمدن اور "ہندلمانی" روح عصر کا ترجمان کہا جاسکتا ہے -

زبان

"بکٹ کہانی" کی زبان عہد اکبری کی کھڑی بولی کا وہ روپ ہے جو دھلی اور اسکے نواح سے نکل کر برج، اودھی اور ہریانی کے علاقوں میں رائج ہو چکا تھا - مولف "پنجاب میں اردو" نے لکھا ہے "اس کی زبان دکنی سے مختلف ہے اور صاف ہے"[1] لسانیاتی اعتبار سے افضل کی زبان کو جدید اردو سے قریب تر ہونا بھی چاہیئے - دکھنی اردو تیرھویں اور چودھویں صدی کی "زبان دھلوی" ہے جو ایک طرف اپ بھرنشی لسانی روایت سے لدی پھندی ہے اور دوسری جانب جسکی اساس کھڑی بولی کے مقابلے میں جمنا پار کی ہریانی اور میواتی (راجستھانی کی بولی) بولیوں پر قایم ہے - دھلی اور اسکے نواح میں زبان کا یہ کینڈا پندرھویں صدی کے وسط تک رھا - سنہ ۱۴۵۰ء کے قریب جب آگرہ دار السلطنت قرار پاتا ہے تو لسانی مرکز ثقل ہریانی اور کھڑی کے علاقے سے برج

(۱) ص: ۲۱۲ -

بھاشا کے علاقے میں منتقل ہو جاتا ہے۔ افضل کا تعلق واله کی شہادت کے مطابق پانی پت سے تھا جو ہریانی کے علاقے میں واقع ہے؛ لیکن افضل کی زبان ہریانی کے اسقدر بھی لسانی اثرات نہیں رکھتی جسقدر کہ اس عہد کے دکنی مصنفین کی زبان میں پائے جاتے ہیں۔ اسکا مطلب صاف ہے کہ کھڑی بولی عہد اکبری میں برج بھاشا کے زیر اثر ایک ایسی لسانی کروٹ لے چکی تھی جس نے اسے جدید بنا دیا تھا۔ افضل کی ''بکٹ کہانی'' اس جدید اردو کا پہلا ادبی و لسانی نقش ہے۔ مجموعی طور پر افضل کی زبان سور داس کی برج بھاشا اور کبیر داس کی سدھکڑی ملی جلی زبان کے بر عکس کھڑی بولی کی وہ ترقی یافتہ شکل ہے جو ایک طرف اپ بھرنشی لسانی اثرات کھو چکی تھی اور دوسری طرف جمنا پار کر کے موجودہ اتر پردیش کے دو آبہ کے بالائی حصے میں قدم رکھ چکی تھی۔ لیکن ''بکٹ کہانی'' کی زبان پر فارسی کے علاوہ برج بھاشا کے اثرات واضح ہیں، چونکہ برج بھاشا پندرھویں اور سولھویں صدی میں ادبی زبان کی حیثیت سے نمایاں مقام حاصل کر چکی تھی اور کرشن بھکتی کی زبان تھی۔ مزید یہ کہ افضل کو متھرا کے ہندو ماحول کا بھر پور تجربہ تھا اسلیے اسکے بعض اثرات کا آجانا

ناگزیر تھا۔ افضل کی زبان پر بارہ ماسہ کے اسلوب اور اس سے مختص زبان کے اثرات بھی نمایاں ھیں۔ شاید یہی وجہ ھے کہ افضل کے علاقہ کی هریانی بولی، بارہ ماسہ کی زبان پر اثر انداز نہیں ھو سکی۔ یہاں اس لسانیاتی حقیقت کا واضح کر دینا ضروری ھے کہ بولیوں کی کثرت کے درمیان ادبی زبان اور اسکے اسالیب کے چوکھٹے میں مصنفین کا گرفتار ھو جانا ایک ضروری امر ھے۔ جس طرح عہد جدید کا شاعر جب گیت لکھتا ھے تو ایک مخصوص زبان کا استعمال کرتا ھے اور غزل لکھتے وقت اسکا اسلوب اور فرھنگ دونوں بدل جاتے ھیں، اسی طرح چودھویں تا سولھویں صدی عیسوی تک برج آمیز زبان کا استعمال بعض اسالیب شعر کے لیے مخصوص ھو چکا تھا۔ قطع نظر اس کے کہ شاعر کس علاقے کا رھنے والا ھے، وھاں کی بولی کیا ھے، وہ بلا دریغ برج بھاشا اور اس کی روایت شعر کا پابند ھو کر لکھتا تھا۔ اسلیے افضل کے بارہ ماسہ کی زبان کا تعلق پانی پت سے نہیں ھے بلکہ اس اردو سے ھے جو آگرہ کے بازاروں میں بولی جاتی تھی اور جو شعر کا پیکر اختیار کرنے سے قبل برج بھاشا کے رنگ و آھنگ کو قدرے قبول کر لیتی تھی۔ افضل کی لسانیاتی روایت تا حال اردو کے

گیتوں میں قایم ہے۔ اسقدر ضرور ہے کہ ریختہ کا اسلوب اب متروک ہو گیا ہے۔

مذکورہ بالا تاریخی و لسانیاتی پس منظر میں اگر بارہ ماسہ کی زبان کا جائزہ لیا جائے اور اسکا مقابلہ اس عہد کی دوسری تصنیف ''خالق باری'' مصنفہ ضیاء الدین خسرو (سنہ تصنیف ۱۰۳۱ ھ مطابق سنہ ۱۶۲۱ ء) کی زبان سے کیا جائے تو حسب ذیل خصوصیات کا تعین ہوتا ہے:

(الف) صوتیاتی:

(۱) بعض الفاظ میں (ل) پر (ر) کو ترجیح، مثلاً گر (گل، گلا)، کاری (کالی)۔ سانورا (سانولا)۔ جرنا (جلنا)۔ ڈارنا (ڈالنا)۔

(۲) عربی فارسی اصوات کا ہندی تلفظ مثلاً، لرجا (لرزا) داگ (داغ)۔

(۳) طویل مصوتے (آ) کا اضافہ مثلاً، ہانسی (ہنسی) پاتی (پتر۔ خط)۔

(ب) صرفی:

(۱) اسمائے ضمیر: تیں (تو)۔ تُمری (تمہاری)۔ تُمن (تم)۔ ہوں (مَیں)۔ ہمن (ہم)۔ کنہیں (کسی)۔

(۲) ''ان'' کی جمع کی بعض مثالیں: دھوپاں (دھوپ) سیراں (سیر)۔

عام طور پر جمع ''ون'' سے بنائی گئی ہے۔
''ن'' کی جمع، جو برج بھاشا میں رائج ہے کہیں کہیں ملتی ہے مثلاً پگن (بجائے پگوں)۔

(۳) افعال کی بعض شکلوں میں برج بھاشا کے اثرات نمایاں: بھئی (ہوئی)۔ رووت۔ سُلگت۔ بھرت۔ مرت۔ دیکھن۔ ہنسن۔ کھیلن۔

(٤) کیتا (کیا)، کینا (کیا)، دینا (دیا)۔ کی شکلیں بھی مل جاتی ہیں۔ کیتا کی شکل دکنی اردو میں بھی رائج رہی ہے۔

(٥) افعال کے مصادر (و) کے اضافہ سے بنائے گئے ہیں:
آونا۔ بھاونا۔ شرماونا۔

(٦) حروف کی بعض قدیم شکلیں ملتی ہیں جن میں سے بیشتر برج بھاشا کی ہیں۔ سوں۔ سیں۔ سیتی۔ کوں۔ اجھوں۔ کت (کہاں)۔ موں (میں)۔ کہا (کیا)۔ کٹھولو (کب تک) کاں لگ (کہاں تک)۔ کہوں (کہیں)۔

(۷) پنجابی کا بھی ایک حرف دو بار استعمال کیا گیا ہے۔ نال (ساتھ)۔

ع پیا کے نال بیٹھیں ساریاں سب

ع بجاویں دف پیا کے نال ساری

(ج) نحوی:

(۱) ایک آدھ مثال ایسی بھی ملتی ھے کہ اگر اسم مونث جمع ھے تو صفت بھی جمع لائی گئی ھے:

بسایہ تخت اوپر ناریاں سب
پیا کے ذل بیٹھیں ساریاں سب

ع به عالم پھولیاں پھلواریاں سب

اسی عہد کی شمالی ھند کی تصنیف "خالق باری" کی زبان، افضل کے بارہ ماسہ کی زبان سے بعض لحاظ سے مختلف نظر آتی ھے مثلاً:

(۱) خالق باری میں "یا" سے مرکب ماضی کی مثالیں ملتی ھیں، (رھیا - کہیا) جو ھریانی، دکنی اور کھڑی کی خصوصیت ھے۔ بارہ ماسہ میں اسکی کوئی مثال نہیں ملتی۔

(۲) "اں" کی جمع دونوں کے یہاں قلّت کے ساتھ ملتی ھے۔

(۳) آھے (ھے)، خالق باری میں کثرت سے ملتا ھے۔ افضل کے یہاں مفقود ھے۔

مجموعی طور پر خالق باری اور بارہ ماسہ کی زبان میں زیادہ فرق نہیں۔ تاھم خالق باری کی زبان انفی آوازوں، تخفیف حروف علت اور ڈھنگ کے لحاظ سے

دکنی اردو سے قریب تر ہے۔ لیکن یہ فرق اس عہد کے ایک لغت نویس اور شاعر کی زبان کا فرق ہے۔ جیسا کہ اس سے قبل لکھا جا چکا ہے شاعر، روایت اور فرہنگ شعر کے تابع رہ کر الفاظ کا انتخاب کرتا ہے اس لیے اسکی زبان اپنے عہد کی بول چال کی زبان سے ہمیشہ مختلف ہوتی ہے۔

بکٹ کہانی کے نسخے

افضل کی بکٹ کہانی کا موجودہ متن دس قلمی نسخوں کی مدد سے تیار کیا گیا ہے۔ ان میں سے صرف تین نسخوں پر سنہ کتابت درج ہے ۔ اس اعتبار سے قدیم ترین نسخہ ادارۂ ادبیات اردو، حیدرآباد کا ہے جسکا سنہ کتابت سنہ ۱۲٤۰ء ہے اور جو موجودہ متن کے سلسلے میں نمبر ۹ قرار دیا گیا ہے۔ دوسرا نسخہ انڈیا آفس لائبریری (لندن) کی ملکیت ہے اسپر سنہ ۱۲٤۵ھ تاریخ کتابت درج ہے اور یہ موجودہ متن کے سلسلہ کا نمبر ۱ ہے۔ تیسرا نسخہ نمبر ٤ ہے جسکا سنہ کتابت سنہ ۱۲۷۹ھ ہے۔ باقی تمام نسخوں کے سنہ کتابت کے بارے میں علم نہ ہو سکا۔ اس لحاظ سے بکٹ کہانی کا قدیم ترین نسخہ افضل کی وفات (۱٦۲۵ء) کے ۹۹ برس بعد لکھا گیا ہے۔

نسخہ (نمبر ۱): ۔ انڈیا آفس لائبریری کا نسخہ نمبر U 45-IX ھے ۔ کاتب کم سواد ھے ۔ بد خط مگر صاف ھے ۔ ترقیمہ یہ ھے: ”دست خط عبد الکریم برائے پاس خاطر خود نوشتیم، ھر کس کہ دعوا کند باطل گردد ۔ ۱۲٤۰ ھجری ماہ سابان، تاریخ بیست و پنجم روز شنبہ“۔ کل اشعار کی تعداد ۲۰۱ ھے ۔ اسمیں کوئی ھندی دوھرہ نہیں ۔

نسخہ (نمبر ۲): ۔ انڈیا آفس لائبریری کا نسخہ نمبر B170 (P1243) ھے ۔ خط شفیعا، صاف ستھرا ۔ ترقیمہ میں صرف اتنا درج ھے کہ ”تمام شد قصہ بارہ مانسہ، بکٹ کہانی، روز چہار شنبہ“۔ کل اشعار کی تعداد ۲٦۷ ھے ۔ کوئی دوھرہ اس میں موجود نہیں ۔

نسخہ (نمبر ۳): ۔ انڈیا آفس لائبریری کا نسخہ نمبر B 189 (P 1244) صاف ستھرا لکھا ھے ۔ جابجا ھندی دو ھے کثیر تعداد میں درج ھیں ۔ ترقیمہ میں سوائے تمت تمام شد، کے اور کچھ نہیں لکھا ھے ۔ اشعار کی تعداد ۲۸۵ ھے جن میں سے ١٤ مکرر درج ھیں ۔ ان کے علاوہ متفرق دوھرے اور فارسی اور اردو کے اشعار کثرت سے ھیں ۔

نسخہ (نمبر ٤): ۔ یہ نسخہ پٹنہ یونیورسٹی میں ھے ۔ اسکا نمبر ۱۱۰ ھے، جسے ڈاکٹر سید محمد صدر الدین ”فضا“ نے اپنی تالیف ”حضرت شاہ آیت اللہ جوھری، ان کی حیات

اور شاعری" میں مکمل شائع کردیا ہے۔ یہ نسخہ دکن میں لکھا گیا ہے، جسے پٹنہ یونیورسٹی نے حاصل کرلیا ہے ترقیمہ میں یہ عبارت ہے، "تمت تمام شد، رور چہارشنبہ بوقت دوپہر۔ تمام شد، ماہ شوال ۲۰، سنہ ۱۲۷۹ ھ۔ کاتب الحروف میر قطب الدین عرف میر صدر الدین غفرلہ بن حیدر علی در مقام سکندر آباد"۔ اشعار کی تعداد ۲۷۹ ہے۔ ۵۶ اشعار (فردیات اور دوھرے) اسکے علاوہ ھیں۔

نسخہ (نمبر ۵):۔ یہ ایک بیاض کی شکل میں ہے، مملوکہ قاضی عبد الودود صاحب (پٹنہ)۔ اسے بھی ڈاکٹر صدر الدین فضا نے اپنی تالیف مذکورہ بالا میں شامل کردیا ہے۔ یہ نسخہ ناقص الطرفین ہے۔ اس مین کل ۱۸۹ اشعار ھیں۔ فردیات یا دوھرے وغیرہ نہیں ھیں۔ ترقیمہ کوئی نہیں۔ ڈاکٹر فضا کا خیال ہے کہ یہ نقل سو سال سے زائد کی نہیں (دیکھئے ص ۱۹۱، تالیف مذکور)۔

نسخہ (نمبر ٦):۔ یہ رضا لائبریری، رام پور (یو۔پی) کے نسخہ کی نقل ہے۔ جو سکریٹری انجمن ترقی اردو (ھند) کی وساطت سے حاصل ھوئی ہے۔ اسمیں ترقیمہ کوئی نہیں۔ ابتدا میں صرف اتنا لکھا ہے "بکٹ کہانی از محمد افضل کالپی"۔ اشعار کی تعداد ۲٦۷ ہے۔ دوھرے یا فردیات مطلق نہیں۔

نسخہ (نمبر ۷) :۔ سالار جنگ میوزیم لائبریری میں محفوظ ہے نمبر ۱۱ تصوف ۔ سائز ($۸\frac{۱}{۲}$ × ۵) صفحہ ۲۴ سطر ۱۳ خط نستعلیق ۔ خاتمہ کے چند اصل اوراق غیر موجود ہونے کی وجہ سے آغا حیدر حسن نے بروز چہار شنبہ ۱۴ جمادالثانی سنہ ۱۳۴۷ ھ میں کسی قدیم نسخے سے تکملہ کیا ہے ۔ نسخہ اکثر جگہ غلط ہے اور اکثر الفاظ دکنی تلفظ کے مطابق لکھے گئے ہیں جس سے اس کا دکن میں لکھا جانا ثابت ہے ۔ اشعار کی تعداد ۲۴۹ ۔ آغا حیدر حسن کے اضافہ کردہ اشعار کی تعداد ۵۴ ہے ۔ اسطرح کل تعداد ۳۰۳ ہو جاتی ہے ۔

نسخہ (نمبر ۸) :۔ یہ بھی سالار جنگ لائبریری کی ملکیت ہے نمبر ۱۰ تصوف ۔ سائز (۹ × ۵) صفحہ (۲۶) ۔ سطر (۱۱) خط نستعلیق ۔ تاریخ کتابت ندارد ۔ نسخہ نمبر ۷ سے خاصا مختلف ہے ۔ لیکن اسکی بہ نسبت زیادہ صحیح ہے ۔ اسمیں کل اشعار کی تعداد ۲۸۹ ہے ۔ آخر میں فارسی کے ۲۷ اشعار نسخہ نمبر ۷ سے زیادہ درج ہیں جو اور کسی نسخے میں بھی نہیں ملتے اسلیے اصل متن میں شامل نہیں کیے گئے ہیں ۔

نسخہ (نمبر ۹) :۔ ادارہ ادبیات اردو، حیدرآباد میں محفوظ ہے ۔ اسپر ”سنہ ۱۲۴۰ ھ یوم جمعہ“ (مطابق سنہ ۱۸۲۴ ع)

تاریخ کتابت پڑی ہے - چوں کہ اس کا کاتب کھڑی بولی کے علاقے ضلع میرٹھ میں کڈھ مکٹیشر کا متوطن ہے، اسلیے وہ اس بولی کے تلفظ کی صحت کا التزام رکھتا ہے - یہ نسخہ نہ صرف سب سے قدیم ہے بلکہ سب سے مستند بھی کہا جاسکتا ہے - اسمیں دوہرے وغیرہ مطلق نہیں ملتے - شاعر اپنے تخلص افضل کو دو جگہ استعمال کرتا ہے - آخری شعر اور اس سے پہلے شعر ہیں -

نسخہ (نمبر ۱۰) :- اسٹیٹ لائبریری حیدرآباد (کتب خانہ آصفیہ) میں محفوظ ہے - اس کا نمبر ۷۰۱ متفرقات ہے - نسخے کی کتابت نہایت معمولی نستعلیق ہے - جابجا کرم خوردہ ہونے کے باعث بعض اشعار نہیں پڑھے جاسکے - کل اشعار کی تعداد ۲۰۹ ہے - دوہرے اور فردیات سے پاک ہے - آغاز میں بسم اللہ الرحمن کے تحت نام "بارہ ماسی" سرخ روشنائی میں لکھا ہوا ہے - چوں کہ گجراتی زبان میں "بارہ ماسہ" کو "بارہ ماسی" کہا جاتا ہے اسلیے اسکا علاقہ گجرات میں لکھا جانا قرین قیاس ہے - اس نسخے میں ترقیمہ نہیں ہے -

نسخہ مطبوعہ (م) :- اگست سنہ ۱۸۹۷ء میں ایک کتاب "مجموعہ تصوف" کے نام سے نولکشور پریس کانپور سے شائع ہوتی تھی - اسکے مولف شیخ برھان تھے - اس میں

تصوف سے متعلق متفرق رسالے نظم و نثر کے ہیں۔ چنانچہ ان میں سے ایک بکٹ کہانی والا بارہ ماسہ بھی ہے۔ خاتمہ پر مولف نے لکھا ہے "یہ کتاب لاجواب پسند ہے پیر و شاب لاخوف الموسوم یہ مجموعہ تصوف بحر عرفان برائے افادہ رہرو سالکاں جو کہ انتخاب جمع کیا ہوا ذرہ بے مقدار خاکسار ہیچمداں خاکپائے مسلماناں و سالکاں بنام شیخ برھان باشندہ حال ملازم پلٹن پانچویں علاقہ حیدر آباد کنٹنجنٹ کا ہے۔ اس خاکسار کو نہایت شوق راہ طریقت کی ہے سو نہایت محنت و مشقت سے یہ چند رسالے جمع کیے.."

یہ نسخہ نہایت غلط چھپا ہے۔ اشعار کی تعداد ۲۳۲ ہے۔ بہت سے اشعار الحاق معلوم ہوتے ہیں۔ اس میں صرف ایک دوھرہ ہے۔

نسخہ مطبوعہ (ش):۔ یہ وہ منتخب اشعار ہیں جو محمود شیرانی نے اپنے قلمی نسخے سے انتخاب کر کے "پنجاب میں اردو" میں شامل کر دیے ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور کے شیرانی کلکشن میں راقم کی نظر سے ایک سے زائد مکمل و ناقص نسخے فروری سنہ ۱۹۶۵ ء کے سفر لاہور میں گذرے تھے۔ لیکن ان سے استفادہ نہیں کیا جا سکا۔ شیرانی کلکشن کا نسخہ (نمبر ۱۴۰۹) مکمل ہے اور "پنجاب میں اردو" میں شیرانی نے اسی نسخے کا

انتخاب دیا ھے۔ اسکے ساتھ "بارہ ماسہ، تصنیف کرپارام" بھی منسلک ھے جسکی زبان برج بھاشا ھے۔ دوسرا، بیاض ریختہ نمبر ۵۲۱ میں درج ھے۔ تیسرا نسخہ جو نہایت خراب خط میں ھے دیگر پانچ رسالوں کے ساتھ نمبر ۲۲٤٦ ھے۔

"بکٹ کہانی" کے متن کی تصحیح اور تعین کرتے وقت مرتبین کو بعض لسانی دقتوں کا سامنا کرنا پڑا ھے جن کا اظہار یہاں ضروری ھے۔ چوں کہ اس کے ایک سے زائد نسخے موجود ھیں اور یہ تمام شمال تا دکن مختلف علاقوں اور کاتبوں کے لکھے ھوئے ھیں اسلیے ایک ھی لفظ کی مختلف بولیوں (دکنی، برج بھاشا، کھڑی، ھریانی) کے زیر اثر مختلف شکلیں لکھی گئی ھیں۔ مثلاً نسخہ نمبر ۹ میں (جسکا کاتب ضلع میرٹھ کا رھنے والا ھے) (مُوں) کو (میں)، (سیں، سوں) کو (سے)، (چھانڈ، چھاڈ)، کو (چھاڑ)، (گرے) کو (گلے) وغیرہ لکھا گیا ھے۔ اسکے برعکس دکن میں لکھے ھوئے نسخے نمبر ۷ میں بعض تحریفات دکنی اردو کے تلفظ اور قواعد کے مطابق کر لی گئی ھیں۔ مثلاً (ون) کی جمع کے بجائے (ان) کی جمع بنا دی گئی ھے۔ (باتاں) بجائے (باتیں) وغیرہ۔ مختلف بولیوں کی اس آنکھ مچولی میں افضل کے صحیح متن کا تعین خاصا پریشان کن رھا ھے۔ خاص طور پر

اسلیے کہ افضل اپنے وطن پانی پت کی ہریانی بولی سے بہت کم متاثر نظر آتا ہے۔ لہذا بکٹ کہانی کے متن کا تعین کرتے وقت نہ صرف اختلاف نسخ بلکہ اس عہد کی بولیوں کے نازک اختلافات پر بھی نظر رکھی گئی ہے۔ مجموعی طور پر یہ حکم لگایا جا سکتا ہے کہ اسمائے ضمیر اور حروف کے تنوع کے باوجود بکٹ کہانی میں جدید اردو کے پہلے خط و خال نظر آتے ہیں۔

آخر میں ڈاکٹر عبادت بریلوی کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے جن کی وساطت سے مرتبین کو انڈیا آفس لائبریری کے نسخوں کی نقلیں حاصل ہوئیں۔ پروفیسر آل احمد سرور، اور سید بدیع حسینی صاحب بھی شکریہ کے مستحق ہیں؛ جنہوں نے علی الترتیب رام پور اور سالار جنگ میوزیم لائبریری کے نسخوں کی نقول فراہم کیں۔ ۱

حیدر آباد

۲۵ اکتوبر سنہ ۱۹۶۵ء مسعود حسین خاں

---

(۱) نسخہ جات نمبر ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، اور (م) کی تفصیلات ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی کی تحریر کردہ ہیں۔

بِکَٹ کہانی

۱ سنو سکھیو! بِکٹ میری کہانی
بھئی ہوں عشق کے غم سوں دِوانی

۲ نہ مجہ کون بھوک دن، نانیند راتا۱
بِرہ کے درد سوں سینہ پِراتا۲

۳ تمامی لوک۳ مجہ بوری۴ کہے ری
خرد گم کردہ، مجنوں ہو رہی ری

۴ نہیں اس درد کی دارو، کسی گَن
بھئے حیران، سبھی حکمائے ذوفن

۵ ارے جس شخص کوں، یہ دیو لاگا
سیانا۵ دیکھ اُس کوں، دور بھاگا

۶ ارے! یہ ناگ جس کے ڈنک لاوے۶
نہ پاوے گاڈرو۷، جیوڑا گنواوے

---

(۱) راتا: رات (۲) پِراتا: درد کرنا (۳) لوک: دنیا (۴) باوری: باؤلی (۵) سیانا: جھاڑ پھونک کرنے والا ـ عامل (۶) ڈنک لانا: ڈسنا، (''ڈس'' اور ''ڈنک'' دونوں سنسکرت کے ''دَنش'' مادہ سے نکلے ہیں اور پرانی اردو میں ہم معنی ہیں) (۷) گاڈرو: سانپ کے زہر کو اتارنے کا منتر یا اتارنے والا، سپیرا۔

۷ ارے! یہ عشق ہے یا کیا بلا ہے
کہ جس کی آگ سے، سب جگ جلا ہے

۸ کہ جس کے اندرون آتش پڑے ری
ارے دن رین سُلگت وہ مرے ری

۹ وہی جانے کہ جس کے تن لگی ہے
برہ کی آگ، تن من موں[۸] دگی[۹] ہے

۱۰ بوائی[۳] کی نہیں جس شخص کوں پیر[٤]
چہ داند درد دیگر را ارے بیر[٥]!

۱۱ بھئی بوری برہ بیراگ سیتی[٦]
جرے[۷] جیورا[۸] مرا نت آگ سیتی

۱۲ کہیں گھر کے سبھی لوگ اور لُگائی[۹]
تمامی[۱۰] شرم عالم کی گنوائی

۱۳ چہ سازم، چوں کنم، کس کن[۱۱] پکاروں
جتن کیا عشق کے غم کا بچاروں[۱۲]

---

(۱) موں (برج): میں (۲) دگی (دگدگانا): جلنا، دھکنا۔
(۳) بوائی: ایڑھی کا پھٹ جانا، ایڑھی کا زخم (٤) پیر: درد۔
(٥) بیر: بھائی (٦) سیتی: سے (۷) جرے (جرنا): جلنا (۸) جیورا،
(جیوڑا): جی (۹) لُگائی: عورت (۱۰) تمامی: تمام، ساری۔
(۱۱) کن (کنے): پاس (۱۲) بچاروں (بچارنا): سوچنا۔

۱٤ به جانم بی دوا آزارِ عشق است
همون داند که او بیمار عشق است
۱۵ اگر شاه است هم سر گشتهٔ اوست
و گر باشد گدا پابستهٔ اوست
۱٦ کسے را می کند رسوائے بازار
کسے را می نماید بر سر دار
۱۷ غلامے را کند شاهِ جوان بخت
شهے را می نماید بنده بر تخت
۱۸ به مسجد، کعبهٔ وادیار ۱، عشق است
به دار و کوچه و بازار عشق است
۱۹ به عالم هر چه بینی کارِ عشق است
کنون قالو بلیٰ آثار عشق است
۲۰ زلیخا را نمود از خانه بیرون
نموده قیس را، دیوانه، مجنون
۲۱ چنیں، چندیں کسان در قیدِ او بند
هزاران شیر، شرزه صیدِ او بند
۲۲ مرا از خانمان آواره او ساخت
فقیر و مفلس و بے چاره او ساخت
۲۳ نمود از آشنا بیگانه مارا
چو مجنون کرد در ویرانه مارا

---

(۱) ادیار: جمع دیر۔

۲٤ شکیب و صبر از جانم ربوده
در خواری! بروے من کشیدہ
۲۵ کہے دیوانہ کہ ہشیار سازد
کہے از زندگی بیزار سازد
۲٦ نہ دے یک دم مجھے دن رین میں چین
اندھیرے ہو چلے رووت مرے نین
۲۷ پڑا جب عشق کا شہ مجھ اُپر دھائے۱
گریزاں گشت ٹھاکر ۲ عقل کا ھائے!
۲۸ جنوں در ملک جاں جھنڈا گڑایا
سمجھ اور بوجھ کا تھانا۳ اٹھایا
۲۹ بہ تختِ دل چو شہ مذکور آیا
شگن کو آہ کا دھونسا٤ بجایا
۳۰ خرد کے گھر میں جا دُھمس مچائی٤۔
متاع صبرو تسکین سب لٹائی٥

(۱) دھائے (دھانا) : حملہ آور ھونا (۲) ٹھاکر : سائیں، مالک ۔ (۳) تھانا : چوکی، پہرہ (٤) دھونسا : نقارہ، ڈنکا (٥) دُھمس مچانا : کوٹنا، ٹھونکنا، ھنگامہ کرنا ۔ (محمود شیرانی نے اس لفظ کو ”دھومش“ پڑھا ھے اور پھر اسکی تشریح یہ کی ھے ”لفظ دھوم ھندی ھے اس پر باقاعدہ فارسی شین اضافہ کرکے حاصل بالمصدر دھومش بنا لیا ھے“) ؟؟

۳۱ هزاراں درد و غم کی آگ لا کر۳
تمامی ٹھاٹ عشرت کا جلا کر

۳۲ کیا مجھ دستگیر آں شاہ بیداد
چه سازم، چوں کنم، فریاد! فریاد!!

۳۳ پیالہ عشق کی مے کا پلایا
کیا بے خود مجھے، مجھ سوں بھلایا

۳٤ بہ زنجیرِ دو زلفِ ماہ رخسار
نمودہ دست و پایم را گرفتار

۳٥ بہ طوقِ حلقہ ہائے گوش دلدار
نمودہ گردنِ مارا گراں بار

۳٦ زمژگاں تیر واز ابرو کماں دار
دو نرگس مست چشم شوخ عیار

۳۷ نگہبانم نمودہ، وائے، صد وائے!
زظلمِ آں دو ظالم ہائے، صدہائے!

۳۸ کیا محبوس در زندانِ ہجراں
لگا تب آن کر درد و غمِ جاں

۳۹ پیالہ بے قراری کا دیا سنگ
حسب رفت و نسب، ہم نام وہم ننگ

(۳) آگ لانا: آگ لگانا.

٤٠ گدا ہو کر پھروں رسوائے بازار
شود گاھے کہ یابم بھیکِ دیدار

٤١ بہت مدت گئی کرتے گدائی
پیا کے وصل کی تب بھیک پائی

٤٢ نمود از قید ہجر آزاد شاہم
نمودہ سوئے باغ وصل راہم

٤٣ بہ تختِ عقل و ہوش آورد بازم
مہیا کرد جملہ عیش و سازم

٤٤ خدا کی سوں۱ نہ دیدم شوخ عیار
چو عشق اندر جہاں گشتیم بسیار

٤٥ خرد گم کردہ را فرزانہ سازد
بہ دم فرزانہ را دیوانہ سازد

٤٦ جو بیتا مجھ اُپر زیں قصۂ تام
یقیں تر گشت قولِ ''مولوی جام'' ۲

٤٧ ''بیا اے عشق پر افسوں و نیرنگ
کہ باشد کارِ تو گہہ صلح گہہ جنگ

٤٨ گہے فرزانہ را دیوانہ سازی
گہے دیوانہ را فرزانہ سازی

---

(۱) سوں : قسم (۲) حضرت جامی .

۴۹ چو بر زلف پری رویاں نہی بند
به زنجیرِ جنوں افتد خردمند
۵۰ اگر زاں زلف بندے بر کشائی
چراغِ عقل یابد روشنائی"
۵۱ پیانے کر۱ پکڑ جب گر۲ لگائی
تمامی۳ آگ تن من کی بجھائی
۵۲ چو شد مدت پیا کے ساتھ رہتے
سخن بایک دگر کہتے و سنتے
۵۳ جو حیله عشق نے دے کر اٹھایا
فلک دشمن مرے پیچھے لگایا
۵۴ مرا سکھ دیکھ اس کوں حسرت آئی
نہاده بر دلم داغ جدائی
۵۵ بکٹ قصه، نپٹ۴ مشکل کہانی
دِوانی کی سنو سکھیو! کہانی
۵۶ ملن پاچھے بچھڑنا یو کٹھن ہے
کہو اب زندگی کا کیا جتن ہے
۵۷ چه می سازم که پھر دلدار پاؤں
به خلوت گاهِ جاناں بار پاؤں

---

(۱) کر: هاتھ (۲) گر (گل): گلا (۳) تمامی: تمام، ساری۔
(۴) نپٹ: بہت، بے حد۔

۵۸ رسیدہ بر سرم ھنگام برسات
سجن پردیس ھیں ھیہات! ھیہات!!

۵۹ چڑھا ساون، بجا مارو نقارا
سجن بن کون ھے، ساتھی ھمارا

۶۰ گھٹا کاری۱ چہاروں اُور۲ چھائی
برہ کی فوج نے کینی۳ چڑھائی

۶۱ پپیہا پیو پیو نس۴ دن پکارے
پکارے داُدر۵ وجھینگر جھنگارے

۶۲ ارے جب کوک کویل نے سنائی
تمامی تن بدن میں آگ لائی

۶۳ اندھیری رات جگنو جگمگاتا
اری جلتی کے اوپر پھوس لاتا

۶۴ سنی جب مور کی آواز بن سوں
شکیب از دل گیا، آرام تن سوں

۶۵ بھرے جل تھل، بھیا سر سبز عالم
رھا جل، وصل کا، سوکھا نہالم

(۱) کاری : کالی (۲) چہاروں اُور : چاروں طرف (۳) کینی : کی (۴) نس : رات (۵) داُدر : مینڈك ۔

۶۶ ہنڈولے چڑھ رہیں سب نار پیو سنگ
حسد کی آگ نے جارا[1] مرا انگ

۶۷ چلا ساون مگر ساجن نہ آئے
اری کن دُتیوں[2] نے ٹونے چلائے[3]

در بیان ماہ دوم : بھادوں

۶۸ سکھی! بھادوں نپٹ تپتی پڑے ری
تمامی تن بدن میرا جرے ری

۶۹ سیہ بادر[4] چہاروں اُور چھائے
لیا مجھ گھیر، پیو اجہوں[5] نہ آئے

۷۰ جھڑی پڑنے لگی اور رعد گرجا
تمامی تن بدن جیو جان، لرجا[6]

۷۱ اکیلی دیکھ، نس کاری ڈراوے
تمامی رین دن، برھا ستاوے

۷۲ گھٹا کاری کے اندر بیج[7] چمکے
ڈرے جیوڑا کڑک سن دیہہ[8] دھمکے[9]

(۱) جارا (جرانا) : جلانا (۲) دُتی : لگانے بجھانے والی، خراب عورت (۳) ٹونا چلانا : سحر کرنا (٤) بادر : بادل (٥) اجہوں (اجھوں) : ابھی تک (٦) لرجا (لرزا) : لرزنا (۷) بیج : بجلی۔ (۸) دیہہ : جسم (۹) دھمکنا : دھلنا۔

۷۳ پیا بن سیجری ۱ ناگن بھئی رے
هنسن کھیلن کی سگری ۲ سدھ گئی رے

۷٤ سبھی سکھیاں پیا سنگ سکھ کرت هیں
همن سی پا پیاں نت دکھ بھرت هیں

۷٥ پیا پردیس جا هم کوں بسارا
نه جانوں کیا گنه دیکھا همارا

۷٦ گھٹا غم کی اُمڈ چھاتی سوں آئی
اری دو نین نے برکھا لگائی

۷۷ اری نس دن بٹاؤ ۳ پوچھ هاری
خبر پیو کی نه پائی، هائے ماری

۷۸ جری پوتھی، بمن ٤ سب مر گئے ری
بھیا کِت ٥ کاگ ٦، اُودھو ۷ کت رهے ری

۷۹ خدا را، اے صبا بیں حال مرا
پیا کوں کہہ، کرے ٹک آئے پھیرا

---

(۱) سیجری : سیج (۲) سگری : ساری (۳) بٹاؤ : راہ گیر، مسافر (٤) بمن : برهمن، جو پوتھی دیکھ کر قسمت کا حال بتاتا هے (٥) کت : کہاں (٦) کاگ : کوّا، جسکے بولنے سے کسی آنے والے کی خبر ملتی هے۔ اور جو پیامی کا کام بھی دیتا هے (۷) اُودھو (س : اُدّھو) : کرشن کا ایک سکھا (ساتھی)، جسے پیامی بنا کر کرشن نے گوپیوں کے پاس بھیجا تھا . قاصد ـ

۸۰ کہو پیو کی خبر پوچھوں کسے جائے
لکھوں پتیاں۱ کسے دیوں ، ھائے رے ھائے!

۸۱ کوئی ایسا نہیں اس جا کہے ری
کہ میرا حال آ دیکھے رہے ری

۸۲ دھل رحلت کا بھادوں نے بجایا
اجھوں لگ سانورا پردیس چھایا۲

دربیان ماہ سوم : کنوار

۸۳ سنو سکھیو ! کہ رت آسوج۳ آئی
پیارے کی خبر اب لگ۴ نہ پائی

۸۴ کہو کیسے جیویں پیو باج۵ ناری
جنھیں رووت گئی ھے عمر ساری

۸۵ لکھوں پتیاں ارے اے کاگ ! لے جا
سلونے، سانورے، سندر پیا پا۶

۸۶ کلیجہ کاڑ۷ کر تجھ کوں کھلاؤں
ترے دو پنکھ پر بلہار جاؤں

(۱) پتیاں (پتر) : خط (۲) چھایا (چھانا) : بس جانا، تاخیر کرنا ، رکنا (۳) آسوج : آشون (کنوار) کا مہینہ (٤) لگ : تک (۵) باج : بغیر (٦) پا : تک ، کو (۷) کاڑ (کاڑنا) : نکالنا ۰

۸۷ سندیسہ پیو کا مجھ کوں سناؤ
پیا کا مکھ بچن مجھ کوں لے آؤ

۸۸ کنا گت[۱] نیورتی[۲] جب پی جماوے[۳]
مہر کر کے تجھے دیکھے بلاوے

۸۹ سلام از طرف ایں غم خوار کیجو
پگن[۴] کوں پرس[۵]. پاتی[۶] ھات دیجو

۹۰ ارے یہ کاگ پاپی ٹك نہ مانے
مرم[۷] دل درد مندوں کا نہ جانے

۹۱ ھمارے کنتھ[۸] کے جو دیس جاوے
کناگت، نیورتی ھر دو جو آوے

۹۲ سکھی گر کام جو، باشم چہ باشم
بدست تند خو باشم چہ باشم

۹۳ کناگت، نیورتی ھر دو گئے ری
نہ آیا کنت، کس گھر رم[۹] رھے ری

---

(۱) کنا گت: آشوِن (کنوار) مہینے کا اندھیرا پاکھ جو بعض مذھبی رسومات اور ضیافتوں کے لیے مبارك خیال کیا جاتا ھے (۲) نیورتی (س: نَو راتْر): آشوِن کی پہلی نو راتیں، جس میں درگا کی پوجا ھوتی ھے (۳) جماوے (جِمانا): کھانا کھلانا (٤) پگن (برج): پاؤں (٥) پرس (س: اِسپرش): چھونا (٦) پاتی (پتر): خط (۷) مَرَم: بھید، رمز (۸) کنتھ (کنت): پیارا، محبوب (۹) رم رھنا (رمنا): بس جانا، بیٹھ جانا۔

٩٤ دسہرہ پوجتی گھر گھر سکھی رہے
کرم میرے نہ جانو کیا لکھی رے

٩٥ ارے سبزک ١، پیا کے باغ جا کر
اپن کو بے وفا سیتی لکا٢ کر

٩٦ کہو، اے سنگ دل، تب منہ دکھاؤں
ترے مکھ سیں اگر یک قول پاؤں

٩٧ کہ گھر جا برھنی کو کر، لگاؤ
پکڑ بہیاں ٣ پلنگ اوپر سلاؤ

٩٨ کہ تیرے ہجر سوں دین رین روتی
بہ غم سب جوبنا تجھ باج کھوتی

٩٩ بہ اغیار اے صنم! تو سکھ کرت ہے
تمن بن برھنی، نت دکھ بھرت ہے

١٠٠ دیا پردیس میں تیں٤ غیر کوں راج
بھلایا گھر، نہیں تجھ نین موں٥ لاج

١٠١ تجھے اے سنگ دل! کیسے پڑی چین
گئے ہیں تجھ بنا رووت مرے نین

١٠٢ ارے ظالم! نہ داری خوف رب کا
قیامت نزد ہے کر فکر تب کا

---

(١) سبزک: نیل کنٹھ جسکا بولنا نیک شگون سمجھا جاتا اور جسے پیای بھی سمجھتے ہیں (٢) لُکانا: چھپانا (٣) بَہیاں: بانہیں (٤) تَیں: تو (٥) موں: میں۔

۱۰۳ ڈرا کر از درون درد منداں
که می سوزد ز آتش سنگ سنداں ۱

۱۰۴ سکھی اس سوچ غم میں عمر جاتی
سبھوں سے غم پیارے کا سناتی

۱۰۵ که شایه جا کہے کوئی سجن کوں
سنے پھر آن کر دیکھے همن کوں

۱۰۶ سکھی! آسوج رت چلتی رهی رے
سجن بن ، برهنی جلتی رهی رے

در بیان ماه چهارم: کاتك

۱۰۷ گیا آسوج کاتك مانس ۲ آیا
سلونے شیام کوں پردیس بھایا

۱۰۸ گئی برسات رت، نکھرا فلك سب
نمی دانم که ساجن گھر پھریں کب

۱۰۹ بھئی مجھ سیج ، بن پیو ناگنی رے
ستاوے دوسرے، نت چاندنی رے

۱۱۰ بھئی چاندن ۳ پیا سنگ ناریوں کوں
بھئی بپتا همن سی خواریوں کوں

---

(۱) سنگ سنداں: سخت پتھر (۲) مانس (ماس): مهینه (۳) چاندن: چاندنی -

١١١ دِواری١ جاوے ہے گھر گھر و بازار
بھیا گلزار، راکھے دیوری٢ بار٣

١١٢ کنارے لگ رہی پیو بن اکیلی
بھئی ہے زندگی مجھ پر کُھیلی٤

١١٣ سکھی! یہ درد و غم کا٥ سوں کہوں جائے
نہ نکست٦ جیو، مروں بس کھائے رے ہائے!

١١٤ اری اس درد سوں پیلی بھئی رے
تمامی دیہہ برہا نے دھی٧ رے

١١٥ بھئی بوری، گئی سُدھ بُدھ نہیں چین
ہوئے اندھے مرے رووت دؤو٨ نین

١١٦ پیا بن ایکلی٩ کیسے رہوں ری
ستم اوپر ستم کیسے سہوں ری

١١٧ ارے اے جوشیو١٠! تم سانچ بولو
ملے مو١١ سوں بدیسی شیام کَئولو١٢

---

(١) داوری: دوالی (٢) دیوری (دیولی): دیا، چھوٹا چراغ۔
(٣) بار (ف): دروازہ (٤) کُھیلی: مشکل (٥) کا: کس۔
(٦) نکست (نکسنا): نکلنا (٧) دھی (دھنا): جلانا، پھونک
دینا (٨) دؤو (برج بھاشا): دونوں (٩) ایکلی: اکیلی (١٠) جوشی:
جوتشی (١١) مُوسوں: مجھ سے (١٢) کَئولو: کب تک۔

۱۱۸ برھمن پوچھ ھماری کچھ نہ پایا
اری میں بوچھ دونا دکھ بڑھایا
۱۱۹ بھئی چپکی نہ بوچھوں اب کسی کوں
نہیں دستا ۱ کوئی مجھ غم رسی کوں
۱۲۰ کہا ۲ کریئے کہو، کت جائے رھئیے
لکھا اپنے کرم ۳ کا پائے رھئیے
۱۲۱ نجانوں پیو جدا کب لگ رھے گا
نکس ٤ جیو کب تلک یہ دکھ سہے گا
۱۲۲ چلی کاتک کی رت کیا کیجئے ری
سلونے بن نہیں اب جیو رھے ری

در بیان ماہ پنجم : اگہن

۱۲۳ سکھی ! اگہن سیہ رو مانس آیا
سجن آئے نہ کاگد ٥ لکھ پٹھایا ٦
۱۲٤ بھیا موسم خنک، سردی بھئی رے
اجھوں لگ غم اگن تن موں رھی رے
۱۲٥ پھروں بیاکل ۷ ندارم چین یک دم
اٹھوں، بیٹھوں، چڑھوں بربام، ھردم

(۱) دستا (دسنا) : دکھائی دینا (۲) کہا (برج) : کیا (۳) کرم : نصیبہ، قسمت (٤) نکس (نکسنا) : نکلنا (٥) کاگد : کاغذ۔ (٦) پٹھانا : بھیجنا (۷) بیاکل (ویاکل) : بے چین، بے کل۔

۱۲۶ براهش منتظر باشم شب و روز
بہر کس گویم این افسانہ دل سوز

۱۲۷ پیا کی باٹ نس دن دیکھ ہاری
گئیں انکھیاں مری در انتظاری

۱۲۸ عنان دل زدستم چھٹ گئی رے
تمامی ہوش و عقلم لٹ گئی رے

۱۲۹ نصیحت کب تلک مجھ کو کرو ری
مرے پیچھے اناحق ۱ مت پڑو ری

۱۳۰ اری مجھ چھانڈ ۲ اپنے کام لاگو
دوانی جان، مجھ سیں دور بھاگو

۱۳۱ نہ میں تُمری ۳، نہ تم میری کہاؤ
اری سکھ اپنے کوں، تم آگے لاؤ

۱۳۲ نصیحت کر مجھے کاھے جلاؤ
کرو کچھ فکر پیارے سوں ملاؤ

۱۳۳ والّا در دلم یوں آوتا ھے
یہی سب عاشقوں کو بھاوتا ھے

---

(۱) اناحق: ناحق (اسمیں ھندی کا "آ" نفی زائد لگا دیا گیا ھے)۔
(۲) چھانڈ (چھانڈنا): چھوڑنا (۳) تمری: تمھاری (٤) کہاؤ (کہانا): کہلانا۔

۱۳٤ کروں کنٹھا ۱ اری! سب چیر ۲ پھاڑوں
تمامی بھیس جوگن کا سنواروں
۱۳ دھونی ڈاروں ۳ پیا کے دیس جا کر
ھزاراں ناد نالے کے بجا کر
۱۳٦ الکھ ٤ جا دل ربا کا در جُگاؤں
پیا کے درْس ٥ کی تب بھیک پاؤں
۱۳۷ مجھے امید تھی پیو کے ملن کی
نہیں اب آس جیورا کے رھن کی
۱۳۸ اگھن دکھ دے چلا اب کیا کروں ری
پیا بن تر بھتی ٦ ھی اب رھوں ری
۱۳۹ سکھی! یہ مانس تو لک ۷ مانس بیتا
بدیسی شیام نے پھیرا نہ کیتا ۸

در بیان ماہ ششم: پوس

۱٤۰ اگھن دکھ دے گیا اب پوس آیا
پیا کی چاہ نے غلبہ اٹھایا ۹

---

(۱) کنٹھا کرنا: گلے میں مالا پہننا (جوگی بننے کے لیے)۔
(۲) چیر: کپڑا، لباس، دوپٹہ (۳) دھونی ڈارنا: دھونی رمانا۔
(۳) الکھ: چھپ کر (٤) در جُگانا: نگہبانی کرنا (٥) درس: درشن، دیدار (٦) تر بھتی: تڑپتی (۷) لک: لاکھ (۸) کیتا: کیا۔
(۹) غلبہ اٹھانا: شورش کرنا۔

١٤١ پڑے پالا کرے تھر تھر مری دیہہ
سکھی! کسی بد گھڑی لاگا مرا نیہ۱

١٤٢ کریں عشرت پیا سنگ ناریاں سب
میں ھی کانپوں اکیلی، ھائے یارب!

١٤٣ بھیا تن کوئیلا جل جل پیا بن
بھیا یہ مانس مجھ پر سال نس دن

١٤٤ نہیں اس مانس موں مجھ جیو کی آس
کہو! پیو کوں پکاروں جائے کس پاس

١٤٥ سکھی! کچھ نہیں پیا بن زندگی رے
کہے کوی جائے پیا سوں بندگی۲ رے

١٤٦ نہ دیکھا ٹک ھمن مکھڑا سجن کا
پڑا سانسا۳ مجھے جیو کے رھن کا

١٤٧ برہ نے آئے چاروں اُور گھیری
مجھے کاھے جنی تھی مائے۴ میری

١٤٨ کیا غم نے بجانم آئے ڈیرا
کتھا میری کہو پیو سوں سویرا۵

١٤٩ وگرنہ جان زتن چلتا رھے گا
اگن غم موں جگر جلتا رھے گا

---

(۱) نیہ (س : سنیہ) : محبت (۲) بندگی کہنا : سلام عرض کرنا۔
(۳) سانسا : ڈر، خوف (٤) مائے : ماں (۵) سویرا : جلد۔

۱۵۰ اجی مُلّاں۱! مرا ٹُک حال دیکھو
پیارے کے ملن کی فال دیکھو

۱۵۱ لکھو تعویذ پی آوے ھمارا
وگرنہ جائے ھے جیوڑا بچارا

۱۵۲ تمھارا مجھ اُپر احسان ھو گا
گویا مردے کے تئیں جیودان ھو گا

۱۵۳ ارے سیانو! تمھیں ٹونا کرو رے
پیا کے وصل کی دعوت پڑھو۲ رے

۱۵٤ سکھی! میں پوچھ دیکھی سب سیانے
بھئے اس فکر سوں مجنون، دوانے

۱۵۵ ارے لوگو! میں کانورو۳ دیس جاؤں
سلونے شیام کو ٹونا چلاؤں

۱۵٦ کوئی امید میری بر نہ لایا
دیا مجھ کوں سبھوں نے دکھ سوایا

۱۵۷ کہے گا سو کروں گی آؤ رے، ھائے
مکھ اپنا ٹُک ھمیں دکھلاؤ رے، ھائے!

---

(۱) ملاں: ملا (انفی) (۲) دعوت پڑھنا: بلانے کے لیے وظیفہ پڑھنا، دعا کرنا (۳) کانورو دیس (س: کام روپ): نام ھے مغربی آسام کا جہاں کا جادو مشہور ھے۔

۱۵۸ ارے گھر آ، اگن میری بجھاوے
کتھا میری سنے اپنی سناوے

۱۵۹ اری سکھیو! کہاں لگ دکھ کہوں ری
بھئی حیران دکھ کب تک سہوں ری

۱۶۰ تمہیں ٹک کو پکڑ سمجھائے کہیو
پگن پر سیں[1] دھر کے لائے کہیو

۱۶۱ کہ بے جان ہو رہی جا کر خبر لے
کہ ٹک ہو جا، دوانی کو صَبَر دے

۱۶۲ سکھی! اودھو کوں سگرا دکھ سنایا
نپٹ سمجھائے کر دکھڑا جتایا

۱۶۳ نہ مانا ان، کہو، کیا جَتن کیجیے
ارے اپنے کرم کو دوس دیجے[2]

۱۶۴ چلا پوس اے سکھی! آیا نہ کچھ ھاتھ
نہ سوئی سیج پر دلدار کے ساتھ

۱۶۵ ظُلَم مجھ پر سکھی! بھوت ھی کیا ھے
جدائی کا ھمن کو غم دیا ھے

۱۶۶ ھزاراں درد دکھ دے پوس بیتا
کروں کیا اب مکانش[3] ماہ لیتا

---

(۱) سیں: سر (۲) دوس دینا: الزام دینا (۳) مکانش (مکان + ش): اسکی جگہ۔

۱٦۷ نمی دانم که بامن کیا کرے گا
نہیں ایسا که سائیں۱ سوں ڈرے گا

در بیان ماه هفتم : ماگھ

۱٦۸ گیا پوس اے سکھی اب ماه۲ آیا
پیا نے جائے کر پردیس چھایا
۱٦۹ فراق اب ماه نے مجھ کوں دیا ھے
پیا نے نئیں اجھوں پھیرا کیا ھے
۱۷۰ ارے نُس۳ ماه اپنا موڑیا ری
مجھے غم کی اگن از نو دیا ری
۱۷۱ به هر خانه بسنت گانویں سکھی ری
زیاده آگ تن میں اب لگی ری
۱۷۲ سکھی! مجھ سی نہیں بوری دوانی
سنو دن رین کی موری کہانی
۱۷۳ پھروں بوری به روز از درد دلدار
میان کوچه و صحرا و بازار
۱۷٤ چو شب شد چنگ قامت کا بناؤں
ارے، میں آنسوؤں کے تار لاؤں

(۱) سائیں : آقا، مالك (۲) ماه : ماگھ مہینه (۳) نُس (ف) : منه، رخ۔

١٧٥ خیال او نشانم پیش دیده
سراپم درد جانم غم کشیده

١٧٦ که دلدارا! بحال ما نظر کن
سلیمان وار بر مورے گذر کن

١٧٧ ایسا پردیس جا دل سنگ نه کیجئے
بجز برهن کسی کوں دل نه دیجئے

١٧٨ ارے ظالم تجھے بھایا بدیسا[١]
مجھے دن رین ھے تیرا اندیسا[٢]

١٧٩ تمن بن ایك دن سو برس بیتے
نه یك ساعت ترا اندوه چیتے[٣]

١٨٠ نه بھولے مجھ کو اك ساعت تری یاد
نہیں تو نے کیا مجکوں کبھے شاد

١٨١ بہت مدت گئی آون نه کینو[٤]
ویا کاگد کسی کوں لکھ نه دینو[٥]

١٨٢ اتی[٦] سختی کھو جی کن[٧] سکھائی
ارے کچھ لاج دنیا کی نه آئی

---

(١) بدیسا: بدیس (٢) اندیسا (اندیشه): فکر (٣) چیتے (س: چیوت): گرنا، ھٹنا، دور ھونا (٤) کینو (کینا): کیا (٥) دینو (دینا): دیا (٦) اتی: اتنی (٧) کن: کس نے۔

۱۸۳ عہد کر کر گئے اجھوں نہ آئے
اری کن سوت نے ٹونے چلائے

۱۸٤ دغا بازی مسافر سوں نہ کیجے
اپنا دکھڑا غریبوں کو نہ دیجے

۱۸۵ گیا سب جوبنا ھیہات، ھیہات!
نہ بوجھی یک زرا ٹک آنے کے بات

۱۸٦ جو جانے تھا کروں گا بے وفائی
کرے تھا کیوں ھمن سوں آشنائی

۱۸۷ جو ایسا جانیے تو من نہ لیجے
کپٹ کی پیت پیچھے سوں نہ کیجے

۱۸۸ گئی سو جانے دے، اب آؤ گھر رے
ارے ظالم! خدا کا خوف کر رے

۱۸۹ نمانی۱ کو ارے ٹک دَرْس دیجو
بِرْھنی کا صَبَر سر پر نہ لیجو

۱۹۰ ترے غم سوں بہ لب جاں آرھا ھے
ملو تو واہ، وا، نا تو دغا ھے

۱۹۱ سکھی! دن یوں گیا نس یوں بِھانی
ھماری پیر تم نے کچھ نہ جانی

---

(۱) نمانی: غریب، مسکین، شرمگیں (۲) بِھانی (بھانا): گذارنا، کاٹنا۔

۱۹۲ تم اپنے لال[1] سوں سب سکھ کرت ہو
ھمن کے کام میں دھیرج دھرت[2] ہو

۱۹۳ سکھی! دھن بھاگ[3] ہیں دھن بھاگ تہارے[4]
سدا تم پاس ہیں ساجن تمہارے

۱۹٤ اری تم کون نہیں کچھ فکر میرا
مجھے چھانڈو کرت ہو کیوں بکھیڑا

۱۹۵ جہاں ساجن بسے اس دیس جاؤں
ارے یہ آگ تن من کی بجھاؤں

۱۹٦ اگر غم ہے تمہیں میری اگن کا
کرو کچھ فکر پیارے کے ملن کا

۱۹۷ سکھی! پھٹ[5] ہے پیا بن زندگی رے
کہے کوئی جا پیا سوں بندگی رے

۱۹۸ نہ دیکھا ما کہ میں مکھڑا سجن کا
ہوا پھاگن مگر رٹ ہے ملن کا

۱۹۹ گیا جب ما کہ دکھ دونا بھیا ری
سجن بن دیس مجھ سونا بھیا ری

---

(۱) لال : پیارا (۲) دھیرج دھرنا : ہمت رکھنا (۳) دھن بھاگ (دھنیہ بھاگ) : خوش قسمت (٤) تہارے : تمہارے (۵) پھٹ : پھٹکار ، لعنت ۔

در بیان ماہ ہشتم : پھاگن

۲۰۰ کیا جب ماکھ پھاگن مانس آیا
سکھی ! ہے ہے پیا اس رت نہ آیا

۲۰۱ جو آیا ماہ پھاگن کیا کروں ری
سجن پردیس ، میں نت دکھ بھروں ری

۲۰۲ ارے اُدھو سنو یہ دکھ ہمن سوں
کہو ٹک جائے پردیسی سجن سوں

۲۰۳ کہے برہن کہ پھاگن مانس آیا
سبھوں نے روپ رنگا رنگ بنایا

۲۰۴ چلیں بن ٹھن سبھی اپنے مَندر۱ سوں
کہ کھیلیں پھاگ جا اپنے سُندر۲ سوں

۲۰۵ معصفر۳ چونریاں سب پہر٤ آئیں
سبھوں نے کھوڑ٥ سوں مانگاں بھرائیں

۲۰٦ بہ چشم سیاہ، سرمہ سیاہ ڈاریں٦
تبسم کر لب و دنداں اُگھاریں۷

---

(۱) مندر : مکان ، محل (۲) سندر : پیارا (۳) معصفر (ع): زعفرانی (٤) پہر (پہرنا): پہننا (٥) کھوڑ : مانگ کا چندن ـ (٦) ڈاریں (ڈارنا): ڈالنا ، لگانا (۷) اگھاریں (اُگھارنا) : نمایاں کرنا ، دکھانا ـ

۲۰۷ بہ دنداں ہر یکے مسّی جمائی
کہوں کیا کچھ نہیں ہوتی بڑائی

۲۰۸ مژہ چوں تیر، ابرو چوں کماں کج
ستادہ ہر یکے باشان و باسج

۲۰۹ عجائب بن رہے مکھ پر سیہ خال
گرے بدّھی پڑھی، درپائے خلخال

۲۱۰ نگہباں گنج خوبی کی دو ناگن
لٹکتی مکھ اپر مُرکائیں ۱ ساجن

۲۱۱ اگر وہ ٹک کسی کے ڈنک لاوے
لہر ۲ اس کی قیامت لک نہ جاوے

۲۱۲ اگر زاہد رود در کوئے ایشاں
نماید یک نگاہے سوئے ایشاں

۲۱۳ سنے ہر طرف سوں بچھوؤں کی جھنکار
دیکھے ابرن برن ۳۔ اور سات سنگار ۴

۲۱۴ رود ہوشش زسر، ہو مست سرشار
توڑے تسبیح رکھے بر کتف زنار

---

(۱) مُرکائیں (مرکانا) : بل کھانا، یا دینا (۲) لہر : اثرِ زہر کا دور۔
(۳) ابرن برن : زیور و ملبوس (٤) سات سنگار : مکمل آرائش
(سرمہ، مہندی، پان، مسی، چوٹی، زیور، افشاں یا چوڑیاں)
سولہ سنگار بھی ہوتے ہیں۔

۲۱۵ سلونی، سانوری اور سبز۱ گوری
سبھی کھیلیں پیا اپنے سیں ہوری

۲۱۶ بھرے رنگوں کے مٹکے ساتھ سب کے
اچھی پچکاریاں ہیں ہاتھ سب کے

۲۱۷ کلالی اندر بھئیں ہیں لال ساری
بجاویں دف پیا کے نال۲ ساری

۲۱۸ کہوں۳ ڈھولک، کہوں مردنگ باجے
کہوں سر منڈلا۴ اور طنبور گاجے

۲۱۹ بھریں چنگل عبیروں کے اڑاویں
کریں خوشحالیاں۵ چھیڑیں، چھڑاویں

۲۲۰ اپس میں دُوھَرے، غزلیں سناویں
عجائب ہوریاں۶، گاویں، گنواویں

۲۲۱ پڑی ہے دھوم کہنے میں نہ آوے
حسد کی آگ، تن میرا جراوے

۲۲۲ دھمالاں۷ کرتیاں گھر گھر بھرت ہیں
پیا سنگ ناریاں سب سکھ کرت ہیں

---

(۱) سبز: سانولا، سیاہ (۲) نال (پنجابی): ساتھ (۳) کہوں: کہیں (٤) سرمنڈلا (سرمنڈل): ڈھول، طبلہ (٥) خوشحالیاں کرنا: خوش فعلیاں کرنا (٦) ہوریاں (ہوری): ہولی کے گیت (۷) دھمالاں (دھمال): دھما چوکڑی، اودھم۔

۲۲۳ ولے میں ہو رہی مرجھائی تم بن

ہزاراں برس بیتے مجھ اُپر چھن[1]

۲۲۴ نہیں تم کوں ارے کچھ غم ہمارا

کہ مطلق یاد سیں ہم کوں بسارا[2]

۲۲۵ نمی دانم چہ شہ از من خطائے

کہ اب تک تم پیا گھر کوں نہ آئے

۲۲۶ اگر باشد خطایم بخش دیجو

خبر میری سویرے آئے لیجو

۲۲۷ وگرنہ جان زتن باہر پڑے گا

عبث توں آئے کے پھر کیا کرے گا

۲۲۸ خدا کو مان زودی زود[3] آؤ

کرم کر کو گرے سوں گر[4] لگاؤ

۲۲۹ ارے ظالم! ترے پیاں[5] پڑوں رے

دل و جان تجھ اُپر قرباں کروں رے

۲۳۰ تری باندی کی باندی ہو رہوں گی

جو کچھ مجھ کوں کہے گا سو کروں گی

---

(۱) چھن: لمحہ، پل (۲) بسارا (بسارنا): بھولنا (۳) زودی زود: بہت جلد (٤) گرےسوں گر: گلے سے گلا (٥) پیاں (برج): پاؤں۔

۲۳۱ کہے گا سو کروں گی آؤ رے ھائے!
مکھ اپنا ٹک مجھے دکھلاؤ رے ھائے!

۲۳۲ پیا تجھ بن نمانی۱ ہو رہی ہوں
نمانی کیا، دوانی ھو رہی ھوں

۲۳۳ ارے گھز آ جلن میری بجھاؤ
کتھا میری سنو، اپنی سناؤ

۲۳٤ ارے اُودھو! کہاں لگ دکھ کہوں رے
ایسے مورکھ سیتی کاں لگ بکوں رے

۲۳۵ کہ بے جاں ہو رہی ھے جا خبر لے
مت اپنے سر نمانی کا صبر لے

۲۳٦ سکھی، اُودھو کو سگرا۲ دکھ سنایا
نپٹ سمجھانے کر دکھڑا جتایا

۲۳۷ نہ مانے وہ کہو کیا جتن کیجے
ارے اپنے کرم کو دوس دیجے

۲۳۸ نقل مشہور ھے جب بخت پھوٹے
بھئے سب خویش واخواں۳، میت٤ کھوٹے

۲۳۹ نہیں اس جگ میں کوئی میت میرا
کہ میرا دکھ کہے پیو سوں سویرا

---

(۱) نمانی: مسکین، بے کس، شرمگیں (۲) سگرا: سارا (۳) خویش و اخواں: اپنے، سگے (٤) میت (متر) دوست۔

۲۴۰ زنار ھجر سب دیہی برے[1] ری
نہ آئے کنتھ، گھر ھوری جرے ری

۲۴۱ چلا پھاگن مجھے دکھ دیا گیا ری
سجن کا دیکھنا مشکل بھیا ری

در بیان ماہ نہم: چیت

۲۴۲ سکھی ری، چیت رت آئی سو آئی
اجھوں امید میری بر نہ آئی

۲۴۳ بہ عالم پھولیاں پھلواریاں سب
کریں سیراں پیا سنگ ناریاں سب

۲۴۴ رھے ھیں پھول پھولوں کے گلے لاگ
مرے سینے جدائی کا لگا داگ[2]

۲۴۵ نہایت درد، دکھ ھم نے سہے ری
غم ہجراں مجھے ہر دم رھے ری

۲۴۶ سکھی! یہ رت مجھے ناگن ڈست ھے
پھروں بوری تمامی جگ ھنست ھے

۲۴۷ مرے گل[3] میں پڑی ھے پیم پھانسی
بھیا مرنا مجھے اور لوک ھانسی

---

(۱) برے (برنا): جلنا (۲) داگ: داغ (۳) گل (گر): گلا۔

۲۴۸ اری میں عشق سوں ڈرتی پھروں ری
نصیحت نیں اپنے کوں کروں ری

۲۴۹ کہ پنچھی سوں لگن ہر گز نہ کیجے
اری دل دے ہزاراں غم نہ لیجے

۲۵۰ جنھوں نے دل مسافر سوں لگایا
انھوں نے سب جنم رووت گنوایا

۲۵۱ اری یہ نین برجینارا[1] ہیں ری
مجھے سنگ لے پرائے بس کریں ری

۲۵۲ اگر میں جانتی یہ بے وفائی
خدا کی سوں نہ کرتی آشنائی

۲۵۳ پیا دل سنگ لے چلتے رہے ری
دیا باتی سدا جلتے رہے ری

۲۵۴ اری اس لاگ نے رسوا کیا ری
پیا کے عشق میں یہ جیو دیا ری

۲۵۵ یہ بیں حالم صبا بھر خدا ری
پیا کوں جا سنا باتیں ہماری

۲۵۶ کہ تجھ کوں لاج جگ کی کچھ نہ آئی
کری تم نے ہمن سوں بے وفائی

---

(۱) برجینار (برجنھار): دغا باز، بے وفا۔

۲۵۷ اری انجان مین کھائی دگا۱ ری
که تجھ سیں سنگدل کوں دل دیا ری

۲۵۸ سجن اب گھر کیئے کی لاج کر رے
مروں ہوں در غمت ٹک آؤ گھر رے

۲۵۹ اری بل بدھ۲ تن موں۳ نا رھی رے
تمامی دیہہ خاکستر بھئی رے

۲۶۰ مرے جیو کا بھروسا دم نه کیجو
شتابی آئے کر دیدار دیجو

۲۶۱ اری یہ چیت رت چلتی رھی ری
تمن بن برھنی جلتی رھی ری

۲۶۲ ارے بھادوں کہاں ساون کہاں رے
ملو ٹک آئے کر فانی جہاں رے

در بیان ماہ دھم : بیساکھ

۲۶۳ سنو سکھیو! که اب بیساکھ آیا
کوئیل نے ابنہ پر چڑھ شور لایا۴

۲۶۴ سنی آواز کوئیل اور پپیہا
رھے دن رین کیوں کر میرا جیا۵

(۱) دگا : دغا (۲) بل بدھ : طاقت (۳) موں (برج) : میں (۴) شور لانا : شور مچانا (۵) جیا : جی ، مشدد تلفظ ۔

۲۶۵ ارے سر پاؤں لگ میں ہوں اکیلی
ہجر کی آگ ہے مجھ پر دوھیلی ۱

۲۶۶ ہمارے پیو! جہوں گھر نا پھرے ری
اری کن دوتیوں نے بس کرے ری

۲۶۷ اری اس مانس سب عشرت کرت ہیں
ہمن سی پاپنی نت دکھ بھرت ہیں

۲۶۸ بھیا آنند سکھ در جملہ عالم
پیا بن بر خدا معلوم عالم

۲۶۹ مرا سکھڑا ۲ پیا کے سنگ گیا ری
تنم بے خواب و خور میرا بھیا ری

۲۷۰ سکھی میں رین دن کیسے بھروں ری
نہیں کچھ فکر، میں بس کہا مروں ری

۲۷۱ کہے کوئی جا کنہا میرے سجن سوں
ملے آکر چھٹے جانم جلن سوں

دربیان ماہ یازدھم: جیٹھ

۲۷۲ لگا یہ جیٹھ اب دھوپاں ۳ پڑس ری
ہمن حیران و سر گرداں بھریں ری

---

(۱) دوھیلا: مشکل (۲) سکھڑا (سکھ + ڑا): سکھ (۳) دھوپاں: دھوپ، (اں) کی جمع افضل نے قلت کے ساتھ استعمال کی ہے۔

۲۷۳ همن اک آگ غم کی میں جلت هیں
علاوه دوسرے لوواں چلت هیں

۲۷٤ بسایا تخت اوپر ناریاں ری
پیا کے نال بیٹھیں ساریاں ری

۲۷٥ علاوه دوسرے چھڑکاؤ کیجے
فراشی باد کش سوں باوا لیجے

۲۷٦ جنھوں کے هیں سکھی! اس رت پیا گھر
انھوں کو سرد خانه هے میسر

۲۷۷ همارے پاؤں ننگے، دھوپ سر پر
پھروں هو دوڑتی پیو باج گھر گھر

۲۷۸ دوپہری ٹھیک موں کیا دکھ بھرت هوں
پیا کی جستجو، بن بن کرت هوں

۲۷۹ بھپھولے سر اُپر، چھالے پگن میں
بہے لوهو چلے سارے بدن میں

۲۸۰ اٹھن بیٹھن کی طاقت نا رهے ری
نه جانوں جان کب لگ یه سہے ری

۲۸۱ اری اے مرگ! تیری لیوں بلیّاں۲
بہر جاں از تنم بہر گُسیّاں۳

---

(۱) باؤ: هوا (۲) بلیّاں: بلائیں (۳) گُسیّاں (گسائیں): مالک، آقا، خدا۔

۲۸۲ سکھی ری! کو(۱) کہے جا دلربا سوں
ستم گر، پر جفا و بے وفا سوں

۲۸۳ کہ گیارہ ماس مَیں رووت گنوائے
ارے ظالم کہو تم کیوں نہ آئے

۲۸۴ ترے غم نے نپٹ مجکوں دھا رے
نکستا ا جیو لبوں پر آ رھا ہے

۲۸۵ جو اپنی عاقبت کی خیر چاھو
رخ جاں بخش کوں اپنے دکھاؤں

۲۸۶ والّا اختیار تست، تودان
بگیرم دامنت را پیش یزدان

۲۸۷ گیا جب جیٹھ تو میں کیا کروں ری
پیا کے درد سے بس کھا مروں ری

در بیان ماہ دوازدھم: اساڑھ

۲۸۸ سنو آساڑھ ماس آیا سکھی ری
کرم میرے نہ جانوں کیا لکھی ری

۲۸۹ سنو دن رین کی میری کہانی
کمر کو توڑ کر بیٹھی نمانی

---

(۱) کو: کون۔

۲۹۰ پیا کی چاہ نے غلبہ کیا ری
نئے سر سیں ہمن کوں دکھ دیا ری

۲۹۱ ز دیدہ اشک افشاندن گرفتم
حدیث دوست را خواندن گرفتم

۲۹۲ نہ دیدم ہیچ کس را یار غم خوار
بجز حق، خواستم زو وصلِ دلدار

۲۹۳ علاجے کن خدایا درد مارا
بکن گلرنگ روئے زردِ مارا

۲۹۴ بجز درگاہِ تو دیگر پناہم
نبود است و نبودہ، پادشاہم

۲۹۵ بمقصودم رساں باجاں سلامت
برونم آر زاندوہ و ملامت

۲۹۶ خیال رحمت خود کن بہ رحمت
خلاصم کن ازین اندوہ و علت

۲۹۷ سکھی! میں سو گئی اندر مناجات
کشادہ گشت برمن باب حاجات

۲۹۸ چہ می بینم کہ منگل گاوتی[۱] ہیں
مرے گھر ناریاں سب آوتی ہیں

---

(۱) منگل گاونا: خوشی کے گیت گانا۔

۲۹۹ مرے ایوان میں ہے اك شمع روشن
بھئی ہے روشنی، گھر، بار، آنگن

۳۰۰ یکایك آنکھ میری کُھل گئی رے
نہ دیکھا کچھ اری حیران بھئی رے

۳۰۱ سکھی ری! آج میں سپنے میں دیکھا
بھئی ہے دل منے شادی، بریکھا[1]

۳۰۲ کنھیں تعبیر اس کی یوں بتائی
کہ آخر گشت ایّام جدائی

۳۰۳ سکھی! یہ بات سن، شادی بھئی رے
پیا کی باٹ دیکھن کھوں[2] گئی رے

۳۰٤ چہ می بینم لٹکتا آوتا ہے
بہ حُسنش ماہ را شرماوتا ہے

۳۰۵ کیا ہے اُن لباسِ زعفرانی
(بھئی ہوں) دیکھ کر اس کو دوانی

۳۰٦ اری میں دوڑ کے پاؤں پڑی جانے
پیا نے کر پکڑ لینی گلے لائے[3]

۳۰۷ بحمداللہ رہا جیو، یار پایا
تمامی عمر کا دکھڑا بُھلایا

---

(۱) بریکھا: غم، دکھ (۲) ھوں (برج): مَیں (۳) لانا: لگانا۔

۳۰۸ تمامی لال گون شد رنگ رویم
بہ ہر دم گفتہ "جامی" بگویم

۳۰۹ "چہ خوشوقتے و خرم روزگارے
کہ یارے بر خورد از وصل یارے

۳۱۰ بر افروزد چراغ آشنائی
رہائی یابد از داغِ جدائی"

۳۱۱ دیکھا! ان عشق نے کیا کیا، کیا ری
چہ غم دے کر مجھے سکھڑا دیا ری

۳۱۲ اری اے بوالہوس! یو عشق بازی
نہ جانو چوپڑ و شطرنج بازی

۳۱۳ اری آسان نہ جانو عشق کرنا
تمن اس آگ موں ہر گز نہ پڑنا

۳۱٤ ہماری بات کوں ہانسی نہ جانو
محبت خانۂ ماسی ۱ نہ جانو

۳۱۵ اری سب عیش و عشرت کوں تجو ۲ ری
پیا کا نام تن من سوں بھجو ۳ ری

---

(۱) ماسی (موسی): خالہ . خانہ ماسی نہ جانو: محاورہ ہے خالہ کا گھر نہیں، یعنی آسان بات نہیں (۲) تجو (تجنا): چھوڑنا۔ (۳) بھجو (بھجنا): ورد زبان کرنا، رٹنا۔

۳۱۶ دریں رہ یک قدم بہبودگی نیست
بجز اندوہ پا آسودگی نیست

۳۱۷ والّا کیوں اناحق[۱] دکھ بھرت ہو
عبث بِن مرگ کیوں غم میں مرت ہو

۳۱۸ ارے یہ عشق کا پھندا بکٹ ہے
نپٹ مشکل نپٹ مشکل نپٹ ہے

۳۱۹ اری میں اولاً جانا سہیلا[۲]
بھیا تھا ایک دم جینا دُھیلا

۳۲۰ چو بگذشتم ز جاں دلدار پایا
چو ورزیدم غمش، غم خوار پایا

۳۲۱ بہ آہِ روز و شب چوں سر دُکھایا
عجائب صندلی رنگ یار پایا

۳۲۲ اگر بردار باشی ہمچو منصور
نباشی از در دلدار مہجور

۳۲۳ بکویش گر زجاں دادن بہ ترسی
یقیں دانم کہ اس کے در نہ برسی[۳]

---

(۱) اناحق: ناحق (۲) سہیلا: سہل، آسان (۳) نہ برسی: نہیں پہونچے گا۔

۳۲٤ خموش ''افضل'' ازیں مشکل کہانی
کسو نے حدّ ۱ اس دکھ کی کہانی

۳۲۵ بہ یاد دلربا خوش حال می باش
کہے ''افضل'' کہے ''گوپال''۲ می باش

---

(۱) حد (حد) : حدّ کا مشدد تلفظ (۲) گوپال : افضل کا وہ نام ھے جو اس نے متھرا کے دوران قیام میں اختیار کیا تھا ۔ حسن و عشق کے اس ناٹک میں افضل کا گوپال نام اختیار کرنا اس لحاظ سے بھی با معنی یہ ھے کہ '' گوپال '' کرشن کا ایک نام تھا ۔

اختلافِ نسخ، بکٹ کہانی

(محمد افضل "افضل")

(۱) - سکھیاں، ۲ - موری، ۱، ۳، ٤، ٥، ٦، - عشق کے مارے، ۲ - ہوئی ہوں، ٤ - غم سے، ۸، ۹ - نمانی، ش -

(۲) - دن نیند راتا (؟)، ۱، م - نہ مجھکو بھوکہ ھی دن نیند راتا ۸ - نے نیند، ۹ - نہ نیند، ۳، ٤، ٥، ۱۰ -سوں سینہ بھر آتا، ۱، ٤، ۷ - براتا، ۲، ۸، درد سے، ۹ -

(۳) - کہیں ری ۷، ۸، ۹، ۱۰، ش - مجنوں بھئی ری، ۱ - کردہ و مجنوں، ۲، ش - خرد گم کردۂ مجنوں بھئی ری، ۷، ۸، ۱۰ - خرد گم کردۂ مجنوں کہیں ری، ۹ -

(٥) - ارے یہ دیو جس کے تن کو لاگا، ۱ - لاگے، سیانا دور سوں اس دیکھ بھاگے، ۲، ۱۰ - اے دیو، ۷ - دیو بھاگا (؟)، ۷ - اوس سے دور، ۸ -

نوٹ: - یہ شعر ن ا میں نمبر ۷ ھے - ن ۹، میں یہ نمبر ٦ ھے -

(٦) - اے ناگ، ۷ - ڈس کے جاوے، ۳، ٤، ٥، ٦ - نہ پاوے گاڑوری، ۷، ۱۰ - نہ پاوے کانودو، ۲ - نہ پاوے کارو، ۸ - جیورا چھپاوے، ۱ - جورا، ۷ - زھر اس کا قیامت تک نہ جاوے، ٤ -

نوٹ :- ن ا میں شعر نمبر ۷ ہے اور ن ٤ میں نمبر ١٤ ہے -
ن ۹ میں نمبر ۱۰ ہے - ن ۱۰ میں نمبر ۵ ہے -

(۷) - عشق ھی ہے کیا بلا ہے ، ۲ ، ٤ ، ۸ - ارے اے عشق ھی ہے کیا بلا ہے ، ۷ - تن من جلا ہے ، ۲ - آگ سوں ۳ ، ۱۰ - نت جگ جلا ہے ، ٤ - آگ میں ، ش -

نوٹ :- یہ شعر ن ا میں نمبر ۵ ہے -

(۸) - کسی کے اندروں ، ۱ ، ۲ ، ۳ ، ٤ ، ۵ ، ٦ ، ۸ - بیچ یہ ، ش - کسی سوں اندروں ، ۱۰ - وھی جانے کہ جسکے تن لگی ری ۷ - اندر این ، م - سلگت ھی رھے ری ، ۱ - سلگت ھی مرے ری ، ۳ ، ۹ - وھی دن رین سلگت ھی مرے ری ، ۷ - وہ سلگت ، ۸ - ھوں رھے ری ، ۱۰ -

(۹) - لگی رے ، ۱ - سنی اندریں آتش پری رے (؟) ، ۷ - آگ میں دکھیا رھی ہے ، ۱ - سوں دگی ، ۲ - میں دگی ہے ، ۳ - دھکی ری ، ۷ - سب تن سوں دھکی ہے ، ۱۰ - برھوں کی آگ ، ش -

نوٹ :- ن ۷ میں پہلا مصرع بالکل مختلف اور غیر واضع ہے -

(۱۰) - × ، ۲ ، ۷ - ارے پیر ، ٤ -

(۱۱) - بیراگ سیتیں ، ۸ - آگ سیتیں ، ۸ - برھوں ، ش - جرے سینہ ، ۱ ، ۲ ، ۳ ، ٤ ، ۵ ، ٦ ، ۷ ، ۸ - جلے جیورا ، ش -

(۱۲) - تجھے گھر کے، ۱، ۳، ٤، ۸، ۹، ۱۰ - تجھے گھر
بار کے لوگ، ۲ - عالم سوں، ٤ -
نوٹ:- ن ۷ میں پہلا مصرع غیر واضح ہے -
(۱۳) - ن ۱ اور ۸ میں اس سے پہلے یہ شعر ہے:
تمامی نحو و صرفم شد فراموش
شدم از گفتگوئے خلق خاموش
یہی شعر ن ٤ میں نمبر ۱٤ ہے -
کسی کوں، ۹ - بتھا کیا عشق کے، ۷ -
(۱٤) - بجانم پندایں، ۱ - بجاتا بیداز (؟)، ۷ - بجانا میدھم
آزار، ۸ - ندانند بنداو، ۹ - نہ جانا پنداو، م - بجانے
بیدوا، ۳ - نجانے بیدھم، ٤ - دوسرا مصرع:- کنوں
قالو بلی آثار عشق است، ٤ - (موجودہ متن میں
یہ مصرع نمبر ۱۹ پر آتا ہے)- ھموں داند کہ
و ۵، ۱۰ -
(۱) - سر گشتہ او ..... بابستہ او، ۷، ۸ -
(۱٦) - ×، ۲ - یکے را (ھر دو مصرع)، ۱، ٤، ۵،
٦، می نشاند، ۳ - کسے را می گزارد سوئے
بازار، ٤ -
(۱۷) - ×، ۲ - می نشاند بندہ بر تخت، ۳ -

(۱۸) - × ، ۹ ، ۱۰ - نہ مسجد کعبہ دیار ، ۱ ، نہ مسجد کعبہ و دیار ، ۷ - کعبہ و ازیار (؟) ، م -

ن ٤ میں پہلا مصرع یہ ہے: بہ عالم ہر چہ پرسی کار عشق است -

ن ۷ میں دوسرا مصرع یہ ہے: کنوں قالو بلی آثار عشق است -

ن ۸ میں بالکل نیا شعر اس انداز کا ہے :-

بہ مسجد کعبہ شکرانہ کردیم
کنوں قالو بلی اظہار کردیم

(۱۹) - × ، ۲ ، ۹ - پہلا مصرع :- بہ دار و کوچہ وبازار عشق است ، ۱ -

بہ عالم گرچہ ، ۷ - ن ۷ میں دوسرا مصرع یوں ہے: بدارو کوچہ و بازار عشق است - بدور کوچہ بازار ، ۸ -

ن ٤ میں اسکی جگہ یہ شعر ہے :-

بہ مسجد کعبہ و بت خانہ کردیم
کنوں قالو بلی اظہار کردیم

نوٹ : - اختلاف لفظ کے ساتھ یہ وہی شعر ہے جو نمبر ۱۸ پر ن ۸ کے اندر درج ہے -

(۲۰) - × ، ۲ ، - ن ۹ میں یہ شعر نمبر ۱۸ ہے -

(۲۱) - × ، ۲ -

(۲۲) - × ، ۲ - هزاران خانماں ، ۹ - فقیر و بیکس ، ۱ -

(۲۳) - بیگان ، ۷ - ویران ، ۷ - که چون مجنون که در
ویرانه مارا (؟) ، ۱۰ -

(۲٤) - از دل من ربوده (؟) ، ۱ - در دلت ، ۳ - در دوست
(؟) ، ۱۰ -

(۲۵) - × ، ۲ - کہم دیوانه کہه هشیار دارد
کہم از زندگی بیزار دارد ، ۱ ، ۳ -
دیوانه را ، ۷ ، ۹ - کہه دیوانه کہه هشیار دارد ،
۸ ، ۱۰ - کہم از زندگی بیزار دارد ، ۸ ، ۱۰ -

(۲٦) - نہیں یك دم ، ۱ ، ٤ ، ۸ ، ش - دن رین موں ، ۲ ،
۳ ، ۸ - دن رین نہی چین ، ۷ - روتے مرے نین ، ۲ -
هو چکے ، ۹ -

(۲۷) - پڑا جب عشق کا لب مجھ اوپر دهاك (؟) ۷ - تھانا
عقل کا ، ٤ ، ٥ ، ٦ - کشته فوج عقل ، ۲ - ٹھاکر
عقل کا کہاٹ (؟) ، ۷ -

(۲۸) - در ملك دل جهنڈا اٹھایا ، ۲ - در ملك دل جهنڈا
گڑایا ، ۱۰ -
نوٹ :- ن ۹ میں یه شعر نمبر ۳۰ هے -

(۲۹) - عجب دل چه شد (؟) ، ۷ - شگن نے ، ۲ - شگن
کی ، ۳ ، ٤ ، ۷ -
ن ۱۰ میں یه شعر نمبر ۳۰ هے -

(۳۰) - × ، ٥ - دھومش مچائی ، ۱ ، ۲ ، ٤ - شورش مچائی
۶ - دھومیں مچائیں ، ۸ - خرد کے گھر موں آ ، ۱۰ ،
دھومش مچسایا ، م - دھونسی بجائی ، ٥ - دھومش
مچاھی ، ش - متاع صبر دل کی ، ۷ - سب لٹائیں ،
۸ - لوٹاھی ، ش

نوٹ :- ن ۱۰ میں یہ شعر نمبر ۳۹ ھے

(۳۱) - × ، ٥ - تمامی چھات ، ۲ ، ۸ ، ۹ - چھات عشرت
کے ، ۳ ، ٤ - تمام اسباب عشرت کا ، م

(۳۳) - حسن کی مے ، ۲ ، ۳ ، ۸ ، ش - مجھ سیں ، ۲ ، ۳
مجھ سے ، ۱ ، ٤ ، ۷ ، ۸ ، ۹ - حسن کی مے کا پلا
کر ، ۱۰ - بھلا کر ، ۱۰ -

(۳٤) - × ، ۲ - یہاں ن ۲ میں شعر نمبر ۲۲ ھے - دو زلف
کرد عیار ، ٤ - نمودی دست پاھم از گرفتار (؟) ، ۷
- ۱۰

(۳٥) - × ، ۱ ، ۲ - ن ۲ میں یہاں شعر نمبر ۳٤ ھے - حلقہ
گیسوئے دلدار ، ۹ - گردن مارا گرفتار ، ۳ ، ٤ ، ۸
نمودی گردن ، ۷ - جانم گرفتار ، ۹ -

(۳۶) - × ، ۲ - تیر ابرو از کماندار ، ۷ - تیر او ابرو کماندار
۸ - شوخ و عیار ، ۱ -

نوٹ :- ن ۱۰ میں یہ شعر نمبر ۳۷ کے بعد درج ہے -

(۳۷) - × ، ۲ - نمودی ، ۷ - ز ظلمان چو ظالم آہ صدھائے ، ۷ -

نوٹ :- ن ۱۰ میں یہ شعر ۳۵ کے بعد درج ہے -

(۳۸) - در ھجران زنداں ، ۸ -

دوسرے مصرع کا اختلاف حسب ذیل ہے :-

ع یکایك آن کر ایں درد و غم جاں ، ۱

ع ز قالب شد گریزاں درد غم جاں ، ۲

ع لگا تب آن کردیں درد و غم جاں ، ۳

ع لکھا تھا یہ کرم میں درد غم جاں ، ٤

ع لبالب او گریزد درد غم جاں ، ۷

ع یکایك آن کر از درد غم جاں ، ۸

ع یکایك لا لگائی آگ در جاں ، ۹

ع یکایك لا لگائی درد و غم جاں ، ۱۰

(۳۹) - × ، ٥ - پیادہ ، ۲ ، ۳ ، ۷ ، ۸ ، ۹ ، ۱۰ - (غالباً یہ "پیارا" ہے جو پیالہ کا برجی تلفظ ہے جسمیں (ل) تبدیل ہو جاتا ہے (ر) سے -

(٤۱) - مدت سوں میں کر کر گدائی ، ۲ - مدت ہوئی
۸ - بھیکو نہ پائی ، ٤ - جب بھیك پائی ، ۷ ، ۹ -

(٤۲) - از قید خود ، ۳ - خرد از قید ھجر ، ٤ - باب وصل ، ۲ -

(٤٣) - به تخت هوش عقل، ۷- عقل هوش، ۸، ۱۰-
عیش سازم، ۷، ۱۰، م-

(٤٤) - شوخ و عیار، ۲- چواسکندر جهاں، ۷-

(٤٥) - فرزانه سازم .... دیوانه سازم ۱۰- بدم دیوانه را
افسانه سازد، ۷- کہے فرزانه را، ۸-

(٤٦) - ×، ۲- یو بیتا، ۷- یه قصه، ۸- جو بٹھا (؟)
م- یه قصه اتمام، ۹- یقیں ترك قول (؟)، ۸-
نوٹ :- میں اس شعر کے بعد سرخ روشنائی میں
یه ذیلی عنوان قایم کیا ھے ''کلام حضرت مولوی جام''-

(٤٧) - ×، ۲، ۷-

(٤٨) - ×، ۲- ۱۰- ن ۷ میں یه شعر یوں ربع ھے :-
کہے دیوانه را فرزانه سازد
کہے دیوانه را افسانه سازد
نوٹ :- ن ۹ میں مصرع الٹ گئے ھیں-

(٤٩) - ×، ۲- ن ٤ اور ۸ میں اس کے بعد یه دو شعر ھیں:
ارے جیو کیا تجھے لالچ لگا ھے
که جا کر عشق کی آگ سوں جلا ھے
نه جانے تھا که یه جلتی اگن ھے
که اس سیتی نکلنا بھی کٹھن ھے

(٥٠) - ×، ۲- و گرزاں، ۳، ۸-

ن ۱۰ میں اس شعر کے بعد ذیلی عنوان "عرض احوال" قایم کیا گیا ھے۔

(۵۱) - پیا بے دست کر (؟)، ۱ - پیارے کو پکڑ، ٤ - کل لگانی، ۷، ۸، ۹، ۱۰ - کت پکڑ، م -

(۵۲) - چو چند، ۱، ۲، ۳، ٤، ۵، ٦، ۷، ۹ - مرم بایکد گر، ۲، ۳، ۷، ۸ - سنتے و کہتے، ۷، ۹ -

(۵۳) - چوحیله، ۳ - اب حیله، ۹ - چه حیله، ۱۰ - عشق کے، ۳ - عشق نے دیگر، ٤ - پیچھو، ۳ - پاچھے، ۷ -

(٥٤) - وس کو، ۲ - حرص آئی، ۱۰ - حیرت، م - در دلم، ۷، ۸ - نهاد ایں، ۹ -

(۵۵) - ن ۷، ۸ میں اس نمبر پر شعر نمبر ۵٦ ھے -

(۵٦) - کیا کٹھن، ۱، ۷، ۸، ۹ - بس کٹھن، ۲ - اب کٹھن، ۳ - یه کٹھن، ٤ - جو کٹھن، ۵ - پیچھے، ۹ - کیا بچن ھے، ۷، ۹ -

(۵۷) - ن ۱ میں اس نمبر پر یه شعر ھے:

چه سازم، چوں کنم، کس کن پکاروں
جتن کیا عشق کے غم کا بچاروں

چها سازم، ۲ - چه من سازم، ۳، ۵، ٦ - دیدار پاؤں، ۷، ۸، ۹، م - جانی بار پاؤں، ۷ - بخلوت گاه گاھے، ۱۰ -

(٥٨) - رسیدہ بر سر، ۷، ۸- پردیس ھے، ۱، ۷، ۸-
ن ۹ میں یہ شعر ماہ اول (ساون) سے قبل کے
بیان میں درج ھے-

(٥٩) - بجا ماروں، ۱، ۷- نکارا، ۹، ش- کوئی نیں، ۷-

(٦٠) - جو چاروں اور، ٤، ٥، ٦- نے چاروں اور، ۷-
کہ چاروں اور چھائیں، ۸- امڈ چھاتی سوں آھی،
ش- کیتی چڑھائی، ۱، ۳، ٥، ٦، ١٠- مکھی
چڑائی (؟)، ۷- کشتی چڑھائیں، ۸- کنی
چڑھانی (؟)، ۲-

(٦١) - پکاریں، ۲- پیہ پیہ، ۸، ١٠، ش، پوکارا، ش-
جھنکاریں، ۲- جھنکارا، ش- پوکارت، ش-

(٦٢) - کوکھ، م- نیں سناھی، ش- بدن موں، ۲، ۷،
۸: ١٠- لاھی، ش-

(٦٣) - اندھیری رین، ۷، ۸، ١٠- جگنا، ۷- گویا جلتی،
۱- ن ۲ میں یہ شعر اس طرح ھے:

اندھیری رات جگنو جگمگاوے
جلے تن کو مرے دونا جلاوے

ن ش میں دوسرا مصرع یوں ھے ع
ارے جلتے اپر تیں کیا جلاتا

ن ٤ میں اسکے بعد یہ شعر ھیں:-

پوپیھا نے اٹھائی رین کو کوک
اری میں سلگتی یکبلر دی پھونک

مبادا کس به زندان هجر مانند

خوشا عشاق را با اهل پیوند

ز غمگین گریه هائے ما در افلاك

ز دل چاکم گریباں بر شده چاك

(٦٤) - بن سے، ١ - بن سیں، ٩ - شکیب از جاں ربود، ٥، ٦ - شکیب از دل ربود، ١، ٧، ٨ - شکیب از دل شده، ٤، ش - دوسرا مصرع ع یکایك جیونکس جاتا ھے تن سوں، ٢ -

ن ٧ میں اسکے بعد یہ دو شعر ھیں:

جو آئی بادراں چوکی کردبا

جھڑی پڑنے لگی اور رعد گرجا

ترے دیدار کو اِے نین ترساں

کہاں کے تہاٹ اِے شب روز برساں

ن م میں یہ شعر اس طرح ھے:

ترے دیدار کو یہ نین ترسا

گھٹا کی بھانت ھو شب روز برسا

(٦٥) - بھرا جل تہل، ٢ - بھریا، ٧ - ھوا سرسبز، ٨ - نہیں جل وصل کا سوکھا نہالم، ١، ٢، ٣، ٩، ١٠ - دوسرا مصرع ع پیا بن بر خدا معلوم حالم، ٤ - نہین جز، ش -

(٦٦) - ناریں پیا سنگ، ۸ - هنڈولے جھولتی، ش - برہ
کی آگ، ۱، ۲، ۸ -

نوٹ :- ن ٤ میں اس شعر کے بعد یہ اشعار هیں :

لگی هے بوند ساون کی گھٹاری
کہو کیوں کر جیوے برهن بچاری
سبھی سکھیاں پیا سنگ سکھ کرت هیں
همن سی پاپیاں نت دکھ بھرت هیں
چمك بجلی کی چمکی جوں تبسم
جھڑی بادر لگی جوں اشك شبنم

ن ۸ میں اس کے بعد یہ شعر هے :

سبھی سکھیاں پیا سنگ سکھ کرت هیں
همن سی پاپیاں نت دکھ بھرت هیں

(٦٧) - و گر ساجن، ۱، ۳، ٥، ۷، ۸، ش - و گھر، ٤ - ساجن نہ آیا، ٤ - کن سوت نے، ۱، ۸، ۱۰ - کن دوتی پاپن نے بھلائے، ۲ - کن برهنی باتوں لگائے، ۳ - کس سوت نے ٹونا چلایا، ٤ - کن دوتیاں ٹونے چلائے، ۷ - نہ آهے، ش - کن سوکنی ٹونے چلاهے، ش -

(٦٨) - بپت ات گت، ۱ - نپٹ سہتی پڑے، ۲، ۳ - نپٹ بپتا پڑے، ٤، ۸، نپٹ بوندیں پڑے، ٥ - نپت

بھوتی ، ٦ ، ش - نپٹ بھوتی ، ٧ - نپٹ دھوپاں
پڑے دی ، م - میری جرے ، ١ - جلیے دی ، ٧ ، ٨ -

(٦٩) - جو چاروں اور ، ٢ - نے چاروں ، ٧ - بادل کہ
چارو اور ، ٨ - یہ چاروں اور ، م - چھائیں ، ش -
لیا مجھ گھیر کے ساجن نہ آئے ، ٧ - پیہ ، ١٠ ، ش -
نہ آئیں ، ش -

(٧٠) - بھروں پرے گگن ، ١ - بھرن پڑنے لگی ، ٣ ،
٤ ، ٨ - بھرن پڑنے لگا ، ٥ - بوندی پڑنے لگی ،
٢ - بھورن ، ش - جی جان ، ٨ - تمامی جسم سب
جیو جان ، م -

(٧١) - اندھیری دیکھ ، ١ - (بعض نسخوں میں یہ شعر
نمبر ٧٢ کے بعد آیا ھے) -
بیج جھمکے ، ١ - بجلی چمکے ، ٩ - ڈرے سینہ ،
٥ ، جرے سینہ ، ٤ - جرے جیورا کڑک اس
دیکھ دھمکے ، ٢ - جرے سینہ مرا نت آگ دمکے
٨ - جرے جیوڑا مرا اور ، ٩ - جرے جیوڑا ،
١٠ - جرے جیھورا اگن سوں دیھ لرجے ، ش -

(٧٣) - × ، ش ، م - سیج مجھ ، ٥ - سیج سب ، ٢ ، ٦ -
سیج اب ، ٨ - سدبد سب ، ٧ -
نوٹ :- ن ٧ میں یہ شعر نمبر ٧٨ پر ھے -

(۷٤) - × ، ۱ ، ۲ ، ۳ ، ٥ ، ٦ ، م ، ش - ن ٤ میں یہ شعر نمبر ٦٦ کے بعد آیا ھے - ن ۸ میں بھی یہ نمبر ٦٦ کے بعد آیا ھے - ن ۹ میں یہ شعر نمبر ۷٥ کے بعد ھے -

(۷٥) - مجھ کو بسارا ، ٤ - کیا گنہ دکھڑا ، ۱ -

نوٹ :- ن ٤ میں اس شعر کے بعد یہ زائد شعر ھے :

تماشا لوک جن کوں کا دیکھیں سب

تمامی ہو رھے ھیں ھائے یارب !

(۷٦) - امنگ ، ۲ ، ۸ - امنگ ، ۳ ، ۹ ، ۱۰ - امنڈ ، ۷ - آئیں ، ۷ - سے آئی ، ۹ - آھی ، ش - دونین نے ٹونے ، ۲ - لگائیں ، ۷ - لگاھی ، ش -

(۷۷) - پیا کو بوجھ ، ۱ - میں میں بھمن بوجھائی ، ۲ - بٹوھی پوچھ ھاری ، ٥ - بڈؤں ، ٤ - نہ پائی ھائے ری ھائے ، ۱ - آہ ماری ، ۷ -

(۷۸) - جریں پوتھیں برھمن مر گئے ، ۱ - برھمن مر گئے سب ، ۲ - بمھن ، ۸ - برھمن مر گئے ری ، ۹ - یہی کٹ کاگ اڑتے تھک رھے ری ، ۱ - بھی کت کاگ اودھو رم رھے سب ، ۲ - ھوئی کٹ کاگ اودھو تھک گئے ری ، ٤ - ن ٥ میں یہ شعر یوں ھے :

خبر پیو کی نہ پائی ھائے ماری
بھیا کٹ کاگ اودھو تھک رھے ری
اودھو کت گئے ری، ۷ - موئے کت کاگ اودھو تھک رھے ری - اودھو تھک رھے ری، ۳، ٦، ش -
نوٹ: ن ٥ میں اس شعر کا دوسرا مصرع شعر نمبر ۷۷ کا پہلا مصرع ھے اور شعر نمبر ۷۷ کا دوسرا مصرع نمبر ۷۸ کا پہلا مصرع ھے -
(۷۹) - ×، ٥ - توں حال میرا، ۲، ۹ - بیں صبا تیں حال میرا، ۳ - اے فلک بیں حال مارا، ٤ - ن ۸ میں مصرع الٹ گئے ھیں - پیا کو کہو، ۷، ۸، ۱۰ ش - نوٹ: ن ۹، ۱۰، اور ش میں یہ شعر نمبر ۸۰ کے بعد آتا ھے - کرے ٹک ایک پھیرا، ش -
(۸۰) - کسے دوں ھاتھ ری ھائے، ٤ - نہ نکسے جی مروں بس کھائے ری ھائے، ٥ - کسے رے ھائے رے ھائے، ۱۰ - ن ۸ میں مصرع الٹ گئے ھیں اور پہلے مصرع میں دوسرا "ھائے" غائب ھے -
(۸۱) - یہ شعر صرف ن ۸ میں درج ھے -
(۸۲) - کس دیس چھایا، ۲، ٥، ۷، ۸، ۱۰ -
(۸۳) - سکھیوں، ۱، ۲، رُت اب کنوار، م - آھی، ش - اب تک، ۱، ۹ - کی خبر سن اب لگ نہ آئی (؟)، ۱ - نباھی، ش -

(۸٤) - کیسے جیوے، ٤، ۷، ۹- جیئس، ۲- کیوں کر
جیویں، م - ناریں، ۸- پیہ، ۱۰، ش - اری روتی،
۲- روتے کٹی ھے، ٥، ش - سب عمر ساری، ٤، ۱۰-
جنم روتے، ۷- جنھوں روتے، ۱۰-

(۸٥) - ارے توں کاگ، ٥- سانورے کے پاس لے جا،
۱۰ - ن، ۸ مین یہ شعر نہیں ھے -

(۸٦) - یہ شعر صرف نسخہ ۷ اور ۹ میں ھے -

(۸۷) - گر مجھ سناوے، ۹- پیا کا مجھ بچن مکھ کا سناوے،
۹ - نوٹ: یہ شعر بھی صرف نسخہ ۷ اور ۹ میں ھے-

(۸۸) - ×، ۳، ٥- کنا گت جب پیارا پیو آوے، ۱- کنا گت
جب پیارا پیو جو آوے، ٤، ۹، ۱۰- کنا گت جب
پیارا پو جن آوے، ۸- کنا گت جب پیارا پیہ آوے،
ش - تجھے دیکھے مہر کر کر بلاوے، ۱، ۲، ٦،
۸ - تجھے دیکھے کرم کرکے بلاوے ۱۰-

(۸۹) - پگوں کوں، ۷- پگن پر سیس، م -

(۹۰) - ×، ٤- ارے اے کاگ، ۲، ۳، ٥، ٦، ۷- کاگ
پاتی، ۱، ۲، ٥، ٦، ۷، ۸- سکھ نہ مانے، ۱،
۲، ۳، ٥، ٦، ۷، ش - سکھ نہ جانے ۸- درد
منداں، ۲، ۷، ۱۰-

(۹۱) - × ، ۷ ، ۸ ، ۹ ، ۱۰ - ہمارے پیو کوں جا کہ
کے آوے ، ۱ - ہمارے دیس کو جا کہہ کے آوے ،
۳ - ہمارے یار کو جا کہہ کے آوے ، ٤ - کنا گت
نیورتے دونوں جد آوے ، ٤ -

(۹۲) - × ، ۷ ، ۹ - گر کاك من باشم ، ۱ - کاه جو ۳ ،
۱۰ - کا ك خود باشه ، ۸ -

(۹۳) - × ، ۳ ، ۱۰ - کنا گت سیں بہت یہ دکھ کہے
ری ، ۲ - نو رتے ، ۷ - نتوترے (؟) ، ۸ - نہ آئے ،
۱ ، ۲ - کس جا ، ۱ - کت رہے ری ، ۹ -

(۹٤) - × ، ۳ ، ۷ ، ۸ - بوجھنے ، ٤ - بوجھے ، ۱ - بوجئے
۲ ، ۹ - کرم میرے سدا بپتا لکھی رہے ، ۱ -
سدا بپتاں ۲ -

(۹۵) - دیس جا کر ، ۲ ، ۱۰ - ملا کر ، ۲ ، ۸ - چھپا کر ، ٤ ،
۹ ، ۱۰ - اپس کوں ، ۲ ، ش - دوسرا مصرع :
رنگیلی سیج پہ کلی بچھا کر ، ۱ -

(۹٦) - کہو کاے ، ۹ - کے ، ۱۰ - مکھ دیکھاوے ، ۷ -
مکھ دکھاؤں ، ۸ ، ۹ ، ۱۰ - رہو اس باغ میں
منہ بت دکھاؤ ، م - جو تجھ سیتی اگر اك قول ،
٤ - مکھ سوں ، ۷ - جو تجھ سو سانچ کر یك
قول ، ۸ - نك قول ، ۹ -

(۹۷) - کل لگاؤ ، ۸ ، ۱۰ ، ش - کل لگاوے ۷ ، ۹ -

پکڑ هاتاں ، ۷ - پکڑ هتھیاں ، ۸ - سلاوے ، ۷ ،
۹ - پلنگ اوپر بٹھاؤ ، ش - پلنگ اوپر بساؤ ، م -

(۹۸) - × ، ۳ - کہ تیرے دکھ ستی ، ۲ - تیرے فکر سے
۱ ، ٤ ، ٥ ، ٦ ، ۱۰ - فکر سوں ، ۷ ، ۸ - کہ تیری
برھوں سوں ، ش - دن رات ، ۷ - روے ....
کھوے ، ۹ ، ۱۰ ، ش - بہ غم شب جوبنا ، ۱ -
بہ بینم سب ھی تجھ بن باج ، ٤ - بہ غم سب
خوبیاں ، ٥ - دریفا جوبنا ، ۷ - بہ نیم شب ، ۸ -

(۹۹) - × ، ٤ ، ٥ - سبھی ناری پیاسنگ سکھ ، ۲ - بہ
اغیاراں صنم تو ، ۳ - باغیار صنم جو (خارج وزن) ،
۷ - باغیارے ، ۸ ، ۱۰ - بعیاری ، ۹ - سو دکھ ، ۳ ،
٦ - کرت هیں .... بھرت هیں ، ۲ - یو دکھ ،
۷ - تم اوراں سیں پیاری سکھ کرت هیں
همن سی برھنی سو دکھ بھرت هیں ، ش -

(۱۰۰) - پیا پردیس جاهیں اور کے راج ، ۲ - دیا پردیس
موں تم ، ۷ - دیا پردیس جا سوکن کے تئیں راج ،
ش - بھلایا مجھ نہیں تجھ نین میں لاج ، ۱ ، ۲ - بھولایا
کن تمھیں تج میں نہیں لاج ، ۲ - نین میں ، ۳ ، ۸ ، ش -

(۱۰۱) - کیوں کر پڑی ، ۹ - گئیں هیں تجھ بنا ، ۱ - گئے
بیٹھ تجھ بنا روتے ، ۲ - بھئی هیں تجھ بنا خلوت

مرے نین ، ۷ - ہوئے ہیں تجھ بنا اندھے مرے
نین ، ۹ - رووت دواُو نین ، ۱۰ - جرے چت آہ
سوں جل تھل دواُو نین ، ش -

(۱۰۲) - X ، ۱ ، ٤ ، ٥ - ارے ظالم ندارد ، ۱۰ - قیامت
ھے قریں ، م - قیامت ھے کھڑی ، ش -

(۱۰۳) - X ، ۱ ، ٤ ، ٥ - جلا کر از ، ۱۰ - ز آھن (؟) ،
۷ - ز آہ سنگ سندان (؟) ، ۸ - دروں چوں
سنگ سندان ، ۱۰ - تو ز آہ در مندان ، ش -
ز آھش ، ۳ ، ٦ ، ش -

(۱۰٤) - X ، ۱ ، ٤ ، ٥ - سوز غم میں ، ۷ - غم موں ،
۱۰ - عمر جاوے ... کا سناوے ، ۹ - غم سے ،
م - سب عمر ، ش - سبھن کو دیکھ پیارے کے
سنگاتی ، م - سبو کوں ، ۷ - سبھوسیں ، ش -

(۱۰٥) - X ، م - کوئی اس سجن کوں ، ۷ - پیاسوں ،
۸ - سجن سوں ، ۱۰ - کوئی اس سجن سوں ، ش -
پھر آے کر ، ۷ ، ۱۰ - سنے پھیرا کرے ، ۸ - سنے
دل سوں سبھی دیکھے ، ش -

(۱۰٦) - رھے گی ، ۳ - سجن بن ، ۷ - تمھیں بن ، ۸ - جلتی
رھے گی ، ۳ -

(۱۰۷) - ماہ‌س ، ۷ - ماس ، ۸ ، م - شام ، ۷ - سام ، ۸ -

سیام، ۹، ۱۰ - نوٹ :- ن ۷ اور ۸ میں یہ شعر ماہ سوم کا آخری شعر ھے، جب کہ دوسرے نسخوں میں ماہ چہارم کا پہلا شعر -

(۱۰۸) - نکھرے فلک، ۱، ۲، ۳، ۶، ۱۰ - برسانت، ۷ - گھر بھرے، ۸، م -

(۱۰۹) - یہ سیج، ۴، ۸ - پیہ بن، ۱۰ -

(۱۱۰) - ×، ۴ - بھلی چاندن، ۱ - بھئی چندنی، ۳ - بھیا چاندن، ۲ - بھلی چندنا، ۷ - ھوئی چاندن، ۹ - بھئی چاندنی، ۱۰ - ناریاں کوں، ۸، م - ھوا پھندا ھمن سی، ۲ - بھئی پھندا، ۳ - پڑی بپتا، ۸ - خواریاں کوں، ۸، م -

(۱۱۱) - دیوالی، ۱ - جاؤ ھے، ۴، ۷، ۸، ۹ - آئی ھے، ۵ - راکھی دیوالے یار (؟)، ۱ - راکھی دیری بازار، ۴ - راکھا دیوالے یار (؟)، ۵ - گھر اپنے دیورا یار (؟)، ۶ - بھئی گلزار، ۹ -

(۱۱۲) - پیہ بن، ۱۰ - یہ زندگی، ۸ - دوھیری، ۷ - زندگی یہ مجھ پہ ڈھیلی، ۵ -

(۱۱۳) - کس کن کہوں، ۱ - کاسے، ۲، ۳، ۶ - یو درد غم، ۷ - نہ یو بد جیئوں (؟)، ۷ - یہ آوی جی منے بس کہا مروں ھائے، ۹ - کہا مروں ھائے، ۱۰ -

کہوں جا .... کہا مروں جا ، م-

(۱۱٤) - × ، ۳ - بیری بھئی رے ، ۱ ، ٤ ، ٥ ، ۹ - بوری بھئی رے، ۲ ، ۷ ، ۸ - درد سے ، ۹ - برھانے لئی رے ، ۱ ، ٤ ، ۸ - ڈھی رے، ٥ - پیری بھئی ہوں... رھی ہوں ، ۱۰ -

(۱۱٥) - یہ شعر صرف ن ۲ ، ۷ ، ۸ اور ۹ میں موجود ہے - دکھا سر آہ سوں رووت گئے نین ، ۲ - دوکھے سر آہ سوں ، ۷ - ڈرا کر آہ سو ، ۸ - نوٹ: ن ۱ میں یہ شعر نمبر ۱۱٤ کے بعد آیا ہے -

(۱۱٦) - × ، ۱۰ - اکیلی بن پیا ، ۱ - پیا بن ایك پل ، ٤ - پیا بن اکیلی ، ۷ - (خارج از وزن) - کب لگ سہوں گی ، ۲ - مین اکیلی کیسیں رھوں ری ، ٥ - پیا بن میں اکیلی کیوں رھوں ری ، م - غم اوپر غم کہو ، ۱ ، ۲ ، ۳ ، ٤ ، ٥ ، ٦ ، م - نوٹ: ۱ ، ۲ ، ۳ ، ٤ ، ٥ ، ٦ ، ۱۰ ، م میں یہ شعر ماہ اکہن مین شعر نمبر ۱۳٦ کے بعد درج ہے -

(۱۱۷) - ارے اے تم کبھو جو سانچ بولو ، ۲ - ارے اب ، ۸ - ملیں کب الك بدیسی سیام کہو لو ، ۷ - ملن مجھ سوں بدیسی سیام کہو لو ، ۸ - ملیں مجھ سیں ، ۲ - ملے مجھ سیں بدیسی سیام لولو ، ۱۰ -

نوٹ: یہ شعر ن، ۱، ٤، ٥، ۷، ۸، ۹، اور ۱۰ میں درج ہے - نوٹ: ن ۱ میں یہ شعر نمبر ۱۱٤ کے بعد آیا ہے -

(۱۱۸) - × ، ۱ ، ۸ - برھمن پوتھی دیکھی کچھ نہ پایا، ٤، ٥ - سبھی پوتھی تھکی پھر کچھ، ۲ - بھمن پوتھی دکھی، ۳ - برھمن دیکھ پوتھی کچھ، ۷ - دکھی پوتھی برھمن، ٦ - بھمن پوتھی دکھی پر، ۱۰ - سکھی میں پوچھ، ۷ -

(۱۱۹) - بھیء چپ میں نہ اب پوچھوں کسی کوں، ٤، ٦ - کسی سوں، ۳ - نہ بولوں اب، ۸ - نہیں کوئی ہے میری غم ری سوں، ۲ - غم رھی کوں، ۱، ٥ - غم زدی کوں، ٤ - نہیں دستا ہے کوئی، ۷ - نوٹ: ن ۸ میں یہ شعر اختلاف مصرع کے ساتھ اسطرح ہے:

بھئی چپکی نہ پوچھوں اب کرم کوں
که لے جا آئے کر مجھ بے شرم کوں

(۱۲۰) - کہاں جائے، ۱ - جہا کرای کہوکت مرائے (؟)، ۳ - کا آپ بھرے، ۲ - سکھی کت، ۷ - ن ٥ میں یہ شعر یوں ہے:

کہاں گھر پیو کے اٹ جائیے جی
لکھا اپنے کرم کا پائیے جی

(۱۲۱) - نہ جانو، ۱ - ۷ ، ۸ - کہیں جیو کب تلک اے دکھ
سہے گا، ۷ - نکل جیو، ۸ - نکس سی جیو مرا
یہ دکھ سہے گا، ۱۰ -

(۱۲۲) - یہ شعر صرف ن ۷ میں ہے -

(۱۲۳) - سکھی منکر سیارو (؟)، ۱، ۰ ۹ - کاتک گیا اب
اگہن، ۲ - بجھ پر سیہ رو، ٤ - سنو سکھیو کہ
اگہن ماس، ۵ - سکھی ممکن شیہ رو ماس، ۷ -
سکھی مجھ بر سمارو، ۸ - گیا اگہن سکھی اب
پوس، م - کاگدھی، ۱ - کاگت، ۲ - کاغذ، ٤،
۵، ٦، ۱۰ - سجن اپنی نگہ کدھیں نہ پایا، ۷ -
سجن آیا نہ پاتی، ۸ -

(۱۲٤) - سردی پڑی رے، ۲، ۸، ۹ - غم اگن میں میں،
۱ - دھی رے، ۳ - تن میں، ٦، ۷ -

(۱۲۵) - بربام یکدم، ۱ - اٹھوں نت یوں چڑوں، ۷ -

(۱۲٦) - بہ ھر یك، ۱، ٤، ٦ - ھر یك گویم اپن، ۸ -

(۱۲۷) - ×، ۲ - گئیں بورائے انکھیاں انتظاری، ۳ - گئی
مرجھائے انکھیاں انتظاری، ۵ - گئیں پتھرائے انکھیاں
انتظاری، ٦ - گئیں اندھرائے انکھیاں انتظاری، ۹ -
گئیں بورائے انکھیاں ز انتظاری، ۱۰ - نوٹ: ن ۷
میں مصرع ثانی مصرع اول ہے اس طرح ع گئی

چندسی انکھاں کی انتظاری۔ ن ۸ میں مصرع ثانی
یوں ہے ع غم اوپر غم کہو کیسے سہوں ری۔
یہ مصرع تھوڑے اختلاف کے ساتھ شعر نمبر ۱۱۶
کا مصرع ثانی ہے۔

(۱۲۸)۔ ×، ۸۔ پہلا مصرع، ع تمامی ہوش و عقلم سب
گئی رے، ۱، ٤۔ تمامی ہوش عقلم لٹ گئی رے،
٦۔ تمامی ہوش عقلم گم گئی رے، ۷۔ دوسرا
مصرع، ع عنان دل ز دستم چھٹ گئی رے، ۱، ۳،
٤، ٦، ۷۔ تمامی عقل و ہو شم، ۹۔ چھٹ گئی
ہے.... لٹ گئی ہے، ۲، ۱۰۔

(۱۲۹)۔ ×، ۸۔ مرے پاچھیں، ۱۔ مرے پیچھو، ۳۔
پاچھیں بھی، ٥۔ پاچھے، ۷، ۹۔ مرے پیچھے
بھی ناحق، ۲، ٤، ٦۔ نیاحق، ۱۰۔

(۱۳۰)۔ ×، ۸، م۔ مجھ چھوڑ، ۱۔ مجھ چھاڑ، ۲، ۳، ٤،
٥، ٦۔ اپنے کاج لاگو، ٥۔ مجھ سے دور، ۱۔
مجکوں دور، ۷۔ مجھ سے، ۹۔

(۱۳۱)۔ ×، م۔ نہ تم ھمرے، ۱، ۱۰۔ نہ ھم تمرے
نہ تم ھمرے، ۳۔ ارے سکھ اپنے کوں آگ
لاؤ، ۱، ۳، ٤، ۷، ۱۰۔ اب دھاؤ، ۱۔

(۱۳۲)۔ ×، م۔ کاھے بلاؤ، ٤۔ کاھے جراؤ، ۳، ۱۰۔

نصیحت کر ، ٤، ٥ - کاھے خبر دیو ... کون ملادیو ،
٧ - پیارے کو ، ٩ - پیارے کون ، ١٠ -

(١٣٣) - X ، ٨ - یوں آوتا ھے ، ١٠ - عاشقاں کوں ، ٧ -
نوٹ : ن ١٠ میں اسکے بعد شعر نمبر ١٧٨ اور ١٧٩
درج ھیں -

(١٣٤) - X ، ٨ -کروں کنٹھا گلے ، ٢ - سب چیز پھاڑوں ،
٤ ، ٥ - جوگن کے ، ٢ ، ٥ - ارے میں بھیس ، ٧ -
بھیکھ ، ٩ - بھیك ، ١٠ - ن ، ١٠ میں یہ شعر ، نمبر
١٣٣ سے قبل آیا ھے -

(١٣٥) - X ، ٨ - ١٠ میں دھون ، ١ - پی کے دیس ، ١ -
دھویں ، ٣ - دھونیں ، ٩ - ھزاراں ناله غمگیں
سنا کر ، ٤ - ھزاراں آہ ناله کے ، ٥ - ھزاراں آہ کے
نعرے بجا کر ، ٧ -

(١٣٦) - X ، ٨ ، ١٠ - دلربا کے ، ١ ، ٧ ، ٩ - گھر پکاروں ،
٢ - گھر جگاؤں ، ٣ ، ٤ - پیا کے وصل ، ٩ -

(١٣٧) - X ، ١ ، ٢ ، ٣ ، ٤ ، ٥ ، ٦ ، ٨ ، ١٠ ، م - نہیں ھے
آس اب جیو کے ، ٧ -

(١٣٨) X ، ٢ ، ٣ ، ٤ ، ٥ ، ٦ ، ٨ ، ١٠ ، م - اگھن دکھ
دے گیا ، ٧ - پیا بن نین ترسی ھومروں ری ، ٧ -
ن ٧ میں یہ شعر ١٤٠ کے بعد آیا ھے -

(۱۳۹) × ، ۱۰ ، م - ٹك لك ، ۲ - مجھ پر لاکھ ، ٤ - مجھ پر سال ، ٥ - اے ماس ، ۷ - مجھ پر اك بتیا (؟) ، ۸ - سیام ، ۷ ، ۸ - نوٹ : ن ۷ اور ۸ میں یہ شعر نمبر ۱۳۷ سے قبل آیا ھے -

(۱٤۰) - اگھن بتیا سکھی ، ۱ - اگھن دکھ دے گیا ، ۷ ، ۸ - گیا اگھن سکھی ، م - اب پوہ آیا ، ۱ - اگھن دکھ دے پر اب یہ پوس ، ٤ - پیارے نے مجھے دل سے بھلایا ، ۱ ، ٤ ، ٥ ، ٦ - پیارے نے مجھے دل سوں بھلایا ، ۲ ، ۳ ، ۷ ، ۸ -

(۱٤۱) - پڑے پالاں ، ۷ - کپے تھر تھر ، م - مرا دیہہ ، ۲ - لاگی مری نیہہ ، ۲ ، ۷ - نجانوں کس گھڑی ، ۳ - اری کس ، ۹ -

(۱٤۲) - ھمن کانپے ، ۲ - ھمن کانپوں ، ۷ ، ۸ -

(۱٤۳) - کوئلا ، ۳ - بھئی ھوں کوئلا ، ۲ - جل بل ، ۱ ، ۲ ، ۳ ، ٦ ، ۷ ، ۸ - بیا بن کوئلا جل بل بھیا تن ، ۸ - بھئے نس سال مجھ پر ماس سودن ، ۱ - نس مانس ، ۳ ، ٥ - نہیں یہ سال مجھ پر مانس ، ٤ - بھئے نس ماس مجھ پر سال صد دن ، ٦ - بھئے نس ماس مجھ پر سال نس دن ، ۷ - نہیں اس سال مجھ پر ماس نس دن ، ۸ - بھئیں نس مانس مجھ پر سال شد دن ، ۹ -

(۱٤٤) - × ، ۸ - یہ مانس، ۲ - اس ماس میں ، ۷ - پیو کن ، ۳ -

(۱٤٥) - یہ شعر صرف ن ۱ اور ۸ میں درج ھے -

(۱٤٦) - یہ شعر بھی صرف ن ۱ اور ۸ میں آیا ھے

(۱٤۷) - × ، ۸ - برہ نے آئے جادی (؟) ، ۲ - برہ نے آچھاروں ،
۹ - سکھی کا ھے ، ۲ - ماے سوری ، ۱ ، ۲ ، ۳ ،
٤ ، ٥ ، ٦ - پڑی گل میں ھمن کے پاؤں بیڑی ، ۷ -

(۱٤۸) - × ، ۸ - آہ ڈیرا ، ۲ - پیو کو سبیرا ، ۲ - پیو کن
سویرا ، ۳ - کنتھا میرا کہو ، ۷ - پیو سے ، ۹ -

(۱٤۹) - × ، ۸ - وگر جانم زتن -- ۲ - والا جان زتن ، م -
مگر غم سوب ، ۲ - اسی غم سوں ، ۱ ، ٤ ،
٥ ، ٦ --

(۱٥۰) - × ، ۸ - اجی ملا ، ۱ ، ٤ ، ٥ ، ٦ - پیا کے ملنے
کی فال دیکھو ، ۷ - (خارج از وزن) -

(۱٥۱) - یہ شعر صرف ن ۷ اور ۹ میں ھے - بر آوے ھمارا ،
۷ -- وگرنہ جان جاتا ھے ھمارا ، ۷ -

(۱٥۲) - × ، ۸ - ھویگا .... ھویگا ، ۷ - ن ۷ میں یہ شعر
نمبر ۱٥۳ کے بعد آیا ھے --

(۱٥۳) - × ، ۸ - سیانو کہ کچھ ٹونا ، ۲ - سلونے سانورے ٹونا ،
۳ - سنو سیانو ارے ، ۷ ، ۹ - بھرو رے ، ۱ ، ۲ ،

۳، ٤، ٥، ٦ -

(۱٥٤) - ×، ۱، ۳، ٤، ٥، ٦، ۸ -

(۱٥٥) - یہ شعر صرف ن ۹ میں ھے -

(۱٥٦) - مسبوئے، ۷ - مجھ کوں پیائے، ۹ -

(۱٥۷) - یہ شعر صرف ن ۱ میں ھے -

(۱٥۸) . یہ شعر صرف ن ۱ میں ھے -

(۱٥۹) . یہ شعر صرف ن ۱ میں ھے

(۱٦۰) . یہ شعر صرف ن ۱ میں ھے

(۱٦۱) . یہ شعر صرف ن ۱ میں ھے

(۱٦۲) . یہ شعر صرف ن ۱ میں ھے

(۱٦۳) . یہ شعر صرف ن ۱ میں ھے

(۱٦٤) . چلیا پوس اے سکھی لاگی بہت کہات (؟)، ۷ - چلا پوس اے سکھی یو بیت کر ھاتھ (؟)، ۸ - لائے بہت ھاتھ (؟)، م - دوسرا مصرع : نہ پوچھا ایك دم از من یکے بات، ۲ - ن ٥ میں پہلا مصرع اسطرح ھے : ع گئیں سب خوبیاں ھیہات، ھیہات -

(۱٦٥) - یہ شعر صرف ن ۷، ۹ اور م میں ھے - ظُلَم مرے اوپر، ۷ - ٹھانا کیا ھے، م - ھمن کو دکھ دیا ھے، م -
نوٹ : ن ۷ میں یہ شعر ۱٦۷ کے بعد آیا ھے -

(۱٦٦) - درد دکھ سوں، ۷ - کروں کیا اب نہ آئے
دیس میتا، ۷ - مکانش ما گھ لینا، ۲، ۳، ٤، ٥ -
مکانش ماہ بیتا، ۱، ۸ - ماہ بیتا، م - دوسرا مصرع،
بدیسی سیام نے بھیرا نہ کیتا، م -

(۱٦۷) - یہ شعر صرف ن، ٦، ۷، ۸ - اورم میں ہے -
سائیں سے، ٦، م -

(۱٦۸) - یہ شعر صرف ن، ۷، ۹، اور م میں آیا ہے -
اب ما گھ، م - فراق اب پوس، ۷، م - پیارے
نہیں، م -

(۱٦۹) - یہ شعر صرف ن ۷ میں درج ہے -

(۱۷۰) ×، ۹ - ارے اس ماس اپنا مولیاری + مجھے غم
کی اگن نے اب لیاری، ۳ - لگا یہ ماہ اپنا موں
لیاری، ٤ - اگن نے تو لیاری، ٤ - از نو لیاری،
٥ - ارے اس ماہ انبہ مولیا ری (؟)، ۷ - لگا یہ
مانہہ امن پنا مولیاری (؟)، ۸ - جو آیا ما گھ
آنت موڑیا ری، م -

(۱۷۱) - ×، ۱، ۲، ۳، ٥، ٦، ۹ - بسنت اب گائیے
ری، ٤، ۸ - زتار آہ ن من تائیے ری، ٤،

(۱۷۲) - ×، ۱ - سکھی میں نے ہوئی، ۲ - سکھی منتی کرے
۳، ٥ - سکھی بکتی بھروں، ٤، ٦ - سکھی بنتی

کروں ، ۷ - کبھو دن رین کی ، ٥ - دین دین تم ، ۲ -
سنو تم دین کی ، ۷ ، ۸ -

(۱۷۳) - X ، ۱ ، ٦ - پھروں دوڑی بہ غم ، ۲ - پھروں بوری
دیوانی پھر کی دیدار ، ۷ - بزور درد ، ٤ - بوری
دوانی بہر دیدار ، م - نپاؤں کونچہ صحرای
بازار ، ۷ -

(۱۷٤) - X ، ۱ ، ۲ - جو میں شب چنگ قامت کا بجاؤں ،
٤ ، ٥ ، ٦ - چو شب میں چنگ قامت کل بناؤں ،
۷ - بشب چوں چنگ قامت کو بناؤں ، ۸ - ارے
چپ آنسوؤں کے ، ۳ - آنجھوؤں کے ، ٤ ، ۸ -
آنسوان کے ، ۷ -

(۱۷٥) - X ، ۱ ، ٥ - درد جان غم کشیدہ ، ۲ ، ٦ - در
دل وجاں ، ٤ ، م - شراب درد غم جانم کشیدہ ، ۷ -
دل جاں غم کشیدہ ، ۸ -

(۱۷٦) - X ، ۱ ، ٥ ، ٥ - دلدارم ، ٤ - بجان ما ، ۸ - کہ اے
دلبر ، ۹ - مہر سلیمانی ، ۲ ، ۸ - بایں مور سلیمانی ،
٤ - بایں مورے سلیمانم ، ۳ ، ٦ - بہ ایں مورے
سلیماں یك ، ۷ - کہ من مورم سلیماں یك ، م -

(۱۷۷) - X ، ۱ - ارے پردیس جا ، ٦ - بسا پردیس میں ،
۷ - سکھ نہ دیجے ، ۲ ، ۳ ، ٦ ، ۸ - سنگ نہ دیجے ،

٤ ، ٧ - برهن کے تیں دکھڑا ، ٥ - اتا دکھڑا برهنی
کو ندیجے ، ٩ -

(١٧٨) - × ، ١ - دن رات ، ٧ ، ٨ -

(١٧٩) - × ، ١ ، ٤ ، ٥ - سو برس بیتا ، ٧ - بیتیں ، ٨ - مجھ
برس بیتا ، ٩ - بیك ساعت ترے اندوہ کیتے ، ٢ -
نہ یك ساعت تو اندوہ چھوٹا ، ٧ - بیك یك ساعت
مجھے اندوہ چیتیں ، ٨ - نہ اك ساعت ترا اندوہ
چھوٹا ، ٩ - اندوہ چھوٹے ، م -

(١٨٠) - × ، ١ ، ٢ ، ٣ ، ٤ ، ٥ ، ٦ ، ٨ ، ١٠ -

نہونی مجکوں یك ساعت تیرا یاد
نہیں آتی کد ھیں مجکوں کہ کیا یاد ، ٧ -

(١٨١) - × ، ١ - کٹی گذری نہ آیو ، ٢ - آون نہ کینا ،
٩ - پھیرا نہ کینو ، ٣ - مدت ھوئی ، ٨ - کا گت . .
. . نہ دیو ، ٢ - کاغذ ، ٣ ، ٤ ، ٥ ، ٦ ، ٨ - نہ یك
کاغذ کسی کو لکھ بھی دینو ، ٨ - ذرا ٹك لکھو
پانتی ھت نہ دینو ، ٧ - ذرا کاغذ ، م - کہیو ، دیجو ،
٥ - نہ دینا ، ٩ -

(١٨٢) - × ، ١ ، ٦ - کن کہی ھے ٢ ، ٩ ، ١٠ - ایسی
سختی ، ١٠ - چنیں سختی ؛ ٣ - سختی ستی جوکن
بھی رہے ، ٤ - کن بدی ھے ، ٥ - کن جو بدی
رہے ، ٧ - کہو جی کن کہے ری ، ٨ - بھو تم

کوں نہی ھے ، ۲- دنیائی رھی ھے ، ۳- تمہیں
کچھ لاج ، ٤- ارے کچھ لاج ، ۷- تمھن کچھ ، ۸-
نہیں رے ، ٤ ، ۷ ، ۸- ارے تجھ لاج لوگن کی
نہیں ھے ، ۹- نہیں ھے ، ٥ ، ۱۰- نوٹ : نمبر۱ میں
یہاں سے اشعار ماہ کاتک کے تحت آتے ھیں -

(۱۸۳)- × ، ۱ ، ٦- کرکے ، ۲ ، ٥ ، ۸- اب لك نہ آئے ،
۹- کس سوت نے باتوں لگائے ، ٤ ، ٥ ، ۱۰-
سوك ، ۹- سوکناں ، ۷- کن دتیوں نے ، م-

(۱۸٤)- × ، ۱- وفاداری ، ۷- سے ، ٦ ، ۸ ، م- ایتادکھ غیر
کے پیو کو (؟) ، ۲- غریباں ، ۸-

(۱۸٥) × ، ۲ ، ۳ ، ٥ ، ٦ ، ۹ ، م- نہ پوچھی یکدم از من
آئے کوبات ، ٤- نہ پوچھی آئے کر یکدم صنم
بات ، ۷- نہ پوچھی یکدم از من آن کر بات ، ۸-

(۱۸٦)- جو دل میں تھا ، ۷ ، م- جانے تھی (؟) ، ۱۰-
کری کیوں تم ھمن سوں ، ٤ ، ۸- ھمن سوں کیوں کری
تھی ، ٥- کری تھی کیوں ھمن سوں آشنائی ، ۷ ، ۱۰-

(۱۸۷)- × ، ۱ ، ۳ ، ٥- دل نہ لیجیے ، ۲- جانتیے ، ٤-
من نہ کیجیے ، ٦- من نہ دیجیے ، ۷ ، ۸- پریت ، ۲ ، ٦-
سے ، ٦ ، ۸- باچھیے ، م-

(۱۸۸)- × ، ۱ ، ٥ ، ۷ ، ۸- گئیے سو برس پیو ، ۲- گئی

پیو چاندنی ، ٤ - گئے اور چاندنی (؟) ، ٦ - جان دے ، ٩ ، ١٠ - نمبر ٩ اور ١٠ میں مصرع الٹ گئے هیں -

(١٨٩) - یه شعر صرف ن ٣ میں ھے -

(١٩٠) - X ، ١ ، ٣ ، ٥ - آرھا ھے ، ٤ - آگیا ھے ، ٦ - آوتا ھے ، ٧ - آلگا ھے ، م - ملو تو دیکھ لیو نا پھر دغا ھے ، ٢ - ملوں تو واوا نا تو ودا ھے ، ٨ - ملو دیکھ لو نا تو دغا ھے ، ٩ - ملو تو دیکھ اور نا تو دغا ھے ، ١٠ -

(١٩١) - X ، ١ ، ٨ - درد تم نے پچھ نه جانے ، ٢ ، ٥ - همارا درد ، م - هماری بهی پرت تم پچھ نه جانی ، ٧ ، ٨ - تجھ نے ، ١٠ -

(١٩٢) - X ، ١ ، ٥ - همن کے کاج سوں ، ٢ - همارے کام کو ، ٦ - همارے کام میں ، ٤ - کام موں ، ٨ - همیں سبی کام دهیرج تم دھرت هو ، ٧ - ن نمبر ٩ میں یه شعر ١٩٣ کے بعد ھے -

(١٩٣) - X ، ١ ، ٤ ، ٥ ، ٦ - تیرے ، ٩ - دلبر تمهارے ، ٢ ، ٣ -

(١٩٤) - X ، ١ - اگر ، ٩ - چھاڑو ، ٢ ، ٥ - چھاڈو ، ٩ - کرو هو ، ٤ ، ٥ - کرت گیا هو ، ٨ - مجھے چاڈو کرونی کیوں کھکیڑا ، ٧ -

(١٩٥) - X - ١ ، ٤ ، ٥ ، ٦ - جاناں ، ٢ ، ٣ - پردیس ، ٩ - وس

دیس ، ۲ - ارے میں آ کہ ، ۲ - ارے ٹلک ، ۷ ، ۸

(۱۹٦) - X ، ۱ ، ٤ ، ٥ ، ٦ - نجے ، ۷ ، ۸ - کچھ جتن ، ۹ -

(۱۹۷) - X ، ۱ ، ٤ ، ٥ - کٹھن ھیگا پیا بن ، ۲ - کہو کو جا سجن سوں ، ۲ - پیا سے ، ۷ ، ۸ - کہے کُو اُو جا پیا سنگ ، ۱۰ -

(۱۹۸) - X ، ۱ ، ٤ ، ٥ ، ٦ - ماہ ، ۷ ، ۸ ، ۹ - ماگھ موں مکھ آ ، ۲ - دوسرا مصرع :- پڑا سانسا مجھے جیو کے رھن کا ، ۳ - بھروسا نئیں مجھے جیو کا رھن کا ، ۷ ، ۸ - پڑا سانسا مجھے جی کے رھن کا ، ۹ - ن ۱۰ میں اس کے بعد کے اشعار عنوان "بیان ماہ پھاگن" کے تحت درج ھیں -

(۱۹۹) - X ، ۱ ، ۲ ، ٤ ، ٥ ، ٦ - ن ۷ ، میں یہ شعر "ماہ پھاگن" کا پہلا شعر ھے اور اس طرح ھے :

کیا جب ماہ دونا دکھ بھیا ری

جو آیا ماہ پھاگن کیا کروں ری

(۲۰۰) - کیا اب ، ۱ ، ٥ - کیا سب ، ٤ - کیا جب ماہ ، ۱ ، ٤ ، ٦ ، ۷ ، ۸ - سکھی ھے ھے کہ پردیسی نہ آیا ، ۱ - پیا پردیس چھایا ، ۸ - سلونے شیام کو پردیس بھایا ، ۹ - ن ۷ ، ۸ میں یہ شعر "ماگھ" مہینے کا آخری شعر ھے -

(۲۰۱) - یہ شعر صرف ن ۹ میں ھے - ن، م میں دوسرا مصرع اس طرح ھے - سجن پردیس نت دکھڑا بھروں ری - اور ن ۷ میں یہ اس طرح درج ھے:

سجن بن دیس مجھ سونا بھیاری (؟)

سجن پردیس نت دکھ میں بھروں ری

(۲۰۲) ارے اب تم یہ سنو یہ درد مجھ سوں، ۱ - ھمن کا، ۲ - یہ درد من سوں، ٤، ٥، ٦، ۸، م - یہ درد من سے، ۹ - درد مند سوں، ۷ - تم درد من سوں، ۱۰ - جلا فرقت سے پردیسی سجن کا، ۲ - دکھڑا مجھ سجن کوں، ۷ - کہے کوئی، ۱۰ - سجن سے ، ۹ -

(۲۰۳) - کہے بامھن، ۱ - کہیں برھن، ۲، ۷ - سلونے روپ، ۱ - سبھوں نے رنگ روپ اپنا بنایا، ۷ - رنگ پایا، ۲، م -

(۲۰٤) - چلی ھنستی ھوئی، ۷، ۸ - چلیں بن بن، ۱۰ - مدرسوں، ۲، ٤ - اپنے مندھر سوں، ۷، ۸ - جا اپنے سجن سوں، ٤، ٥ -

(۲۰٥) - ×، ۱ - مزعفر، ۲، ۳، ۹، ۱۰ - معطر چولیاں سب پہن، ٦ - چوریاں، ۳ - مظفر چونری، ٤، ۷، ۸ - سو ھار نکائی (؟) ۷، ۸ - پہن آئیں، ۱۰ - کہر موں

مهنگا بھراویں، ۲ - کھر میں مانگا، ۳ - رنگ سے
مانگیں، ٤ - سبھوں میں کھورے مانگا چرائیں (؟)،
٦ - سبھوں نے رنگ سیں، ۹ - موتیوں مانگاں
جمائیں، م -

(۲۰٦) - ×، ۲ - ڈاروں، ۳ - سرمہ سب ھین ڈاریں، ٤ -
سرمے سیاہ، ٥ - بچشم دل سیاھی سرمہ ڈاریں،
۷ - بہ چشم مست سیاھی سرمہ ڈاریں، ۹ - لب دنداں،
۸ - لب از دندان، ۱۰ -

(۲۰۷) - ھریکس، ۱۰ - کروں کیا، ۱، ۲، ۳، ٤، ٥، ٦،
۹ - مہوتی بڈائی، ۱، ٦، ۹، ۱۰، - ھوئے بڈائی،
۲، ٥، - ھوتی برائی، ۳، م -

(۲۰۸) - ×، ۳ - ز مژگاں تیر و از ابرو کماں کج، م - ن ۷،
۸ میں یہ شعر ۲۰۹ سے قبل ھے -

(۲۰۹) - بن ھے مکھ پر سب، ۲ - غمز ھے گاھہ پر، ٤ -
بن رھا، ۷، م - گلے ھے بد پڑی، ٦ - گلے، ۸ -
گرے مالے پڑے، ۱۰ - اور پائے، ۹ -

(۲۱۰) - دو زلفاں گنج خوبی، ۱ - لگا ھاں گنج، ۳ - کرکاں
ساجن، ۱، ۲، ۸، ۱۰ - مر کان، ٦ - بل کھائے، ۳،
٤، ٥ - زلفاں کی زو فن، ۷ - جوں ناگ کاپھن،
۹ - کیج کھائے، م -

(۲۱۱) - که گردم تك کسی کوں ڈنك ، ۱ - که گر وه یك ، ۲، ۶ - کسو کے ، ۳، ۵ - ارے یہ نا ك جسکوں ڈنك لاوے ، ۷ - که گرذره کسی کو ڈنك لاوے ، ۸ - اگر ٹك وه کسی کے ، ۹ - اگر وه ناگ کس کو ڈس کے جاوے ، م - زهر وس کی قیامت لگ ، ۲ - ڈسیا اوس کا ، ۷ - زهر اوس کا ، ۸ ، ۱۰ ، م -

(۲۱۲) - دوسرا مصرع : وگر سازد نگاهے ، ۱ - نماید یك نگه در سوئے ، م -

(۲۱۳) - سے - آواز ، ۳ - بچهواں کی ، ۷ ، ۱۰ - سنے ازهر طرف ، م - ابرن بهرن ، ۳ - اپنی برن اور روپ سنگار ، ۵ - سارسنگار ، ۶ - تهاٹ سنگار ، ۷ - ساتھ سنگار ، ۸ -

(۲۱٤) - زهر سومست هوشیار ، ۳ - رود هوشم ز هرسو مست سرشار ، ۷ - مست و سرشار ، م - لے بر کتف ، ۳ ، ۶ - در کتف ، ۸ -

(۲۱۵) - اپنے سے ، ۱ ، ۳ ، ٤ ، ۶ ، ۷ ، ۸ ، ۹ ، م - اپسنے سوں ، ۲ -

(۲۱۶) - × ، ٤ - رنگاں کے مٹکاں ، ۲ - رنگوں کے کهیلیں ، ۶ - رنگوں کے شیشے ، ۹ - رنگوں کے مٹکیں ، ۱۰ - بهرے مٹکے رنگوں کے ، ۵ - م - اچهیں ، ۷ -

(۲۱۷) - گلال اور رنگ لیئس ناریں ، ۱ - بھری ہیں شکل
ناری ، ۲ - بھئی ہیں لعل ، ٤ - بھرے اولعل، ٥ - ہوئیں
ہیں لعل ، ٦ - بھری ہیں لال ساریں ، ۷ - نال ناری ،
۱ - نال نیاری ، ۳ - پیا کے تال ، ٦ - نال ساریں ، ۷ -
پیا کے ساتھ ، م -

(۲۱۸) - × ٥ - کہیں ... کہیں ،۱، ۳، ٤، ۷، ۸، ۹، ۱۰، م -
کہیں مردنگ کہیں ڈھولک یو باجے ، ۷ - اور طور
گاجے ، ۱ ، ٤ ، ٦ ، ۸ - سازندہ اور طنبور
گاجے ، ۲ - اور تور گاجے ، ۳ ، ۱۰ - اور تار گاجے ،
۷ - ہور طور گاجے ، م -

(۲۱۹) - عبیروں کو ، ۲ - عبیروں سے ، ٤ - گاویں بجاویں ،
۱ ، ٤ - ہولی مچاویں ، ٦ - کھیلیں کھلاویں ، ۸ -

(۲۲۰) - × ، ٦ - غرائب دوہریں ، ۱ - اسی میں دوہرے ، ٥ -
اپس سوں دوہرے غزلاں سناویں ، ۱۰ - غزلاں ،
۷ ، ۸ - ہولیاں ، ۱ ، ٤ ، ٥ ، ۷ ، ۸ -

(۲۲۱) - کھنے سوں ، ۲ ، ٥ ، ۸ - مراتن جلاوے ، ۲ - تن
مرا ، ۳ ، ٤ - موراتن ، ۱ -

(۲۲۲) - دھالاں لڈتیاں ، ۲ ، ۳ ، ٤ ، ۷ ، ۹ - دھاراں دھومیاں ،
٦ ، ۸ - دھاراں دیتیاں ، ۱۰ - سب مل کرت ہیں ، ۲ -
ناریاں عشرت کرت ہیں ، ۷ - سب کچھ کرت ہیں ، م -

(۲۲۳) - اری میں ، ۲ - سکھی میں رہ گئی ، ٤ - ولے میں ھی رھی ، ٥ - ولے میں رہ گئی ، ۷ - جاتے مجھ اُپر ، ۱ ، ۸ ، ۱۰ - جائے مجھ اُپر ، ٤ ، ٥ - مجھ اُپر دن ، ۹ -

(۲۲٤) - × ، ٥ - تم کو پیا ، ۱ - نہیں کچھ فکر تجکو ھے ، ۲ - پیا کچھ دکھ ، ٦ - پیا تمکو نہیں ، ۸ - تج کوں ، ۱۰ - کچھ فکر ، ۱۰ - یاد ہے ، ۱ ، ٦ ، م - مشکل یاد سوں ، ۷ - مطاق یاد سو ، ۷ - مجکو بسارا ، ۲ - مطاق یاد سوں ، ۱۰ -

(۲۲٥) - دوسرا مصرع : کہ اب تک گھر کو اپنے تم ، ۲ - کہ باھر جاکے پھر گھر ھونہ آئے ، ۳ - کہ تا ھنوز گھر تم پھر نہ آئے (؟) ، ۷ ، ۹ - تا ھنوز گھر تم کیوں نہ آئے (؟) ۸ - کہ تا ھنوز تم گھر کوں نہ آئے ، (؟) ، ۱۰ -

(۲۲٦) - × ، ٥ - خطائے ، ٤ - سبیرے ، ۲ ، ۸ - خبر میری سو بھی پھر ، ۷ -

(۲۲۷) - جان ز تن چلتا رہے گا ، ۱ ، ۳ ، ۷ - دوسرا مصرع : اگن غم میں جگر جلتا رہے گا ، ۱ ، ٤ ، ۲ ، ۸ - اگر نہ آئے کر پھر کیا کرے گا ، ۷ - کہو یہ خون

کس کے کل پڑیگا، ۹ - نسخہ نمبر ۷، ۸ میں یہ
شعر ۲۲۹ کے بعد ھے -

(۲۲۸) - زودی زود آرے، ۹ - گلے سوں گل، ۲، ۳ -
مہر کر کے گلے سوں مجھ لگاؤ، ۷، ۸ - مجھے گل
سوں لگاؤ، ۱۰ - لگارے، ۹ -

(۲۲۹) - ×، ۱، ٤، ٥، ٦ - ارے بالم، ۷، ۸، ۱۰، م -
پاؤں، ۲، ۳، ٤ - پایں، ۹، ۷، ۸ - ترے پیاں
پڑوں گی، م - قربان کروں گی، م -

(۲۳۰) - ×، ۱، ٤، ٥، ٦ - ھورھوں ری، ۲ - جو کچھ
مجکوں کہے گا سوسنوں گی، ۷، ۸ - دل و جان تجھ اپر
قربان کروں گی، ۹ - جو کچھ مجھ کوں سہاوے گا
سہوں گی، ۱۰ - جو کچھ مجکو سناوے گا
سنوں گی، م -

(۲۳۱) - ×، ۱، ٤، ٥، ٦، م - آورے آو، ۷، ۸ -
آؤ گھر رے، ۱۰ - دکھلاؤ رے آؤ، ۷، ۸ -

(۲۳۲) - ×، ۱، ٤، ٥، ٦ - ھورھی ری، ۹ - نمانی جو دیوانی،
۷، ۸ - نمانی بل دِوانی، ۹ - نمانی چہ دِوانی، م -

(۲۳۳) - ×، ۱، ۳، ٤، ٥، ٦ - گھر آو اگن میری، ۲ -
ارے آؤ جلن، ۷ - ارے گھر آؤ، ۱۰ - کنتھا،

۱۰ - موری سنو، م -

(۲۳٤) - X ، ۱ ، ۳ ، ٤ ، ٥ ، ٦ - دکھ کہوں گی ، ۷ - دکھ سناؤں ، ۹ - دوسرا مصرع:

غم اوپر غم کہو کب لگ سہوں ری ، ۲ -

نہیں یو دکھ ایسے کب لگ بکوں گی ، ۷ -

نہیں طاقت مجھے کب لگ سہوں رے ، ۹ -

نہیں آدر اسے کب لگ سہوں رے ، ۱۰ -

(۲۳٥) - X ، ۱ ، ۳ ، ٤ ، ٥ ، ٦ - ھے آخبر لے ، ۷ ، ۹ - اپنے سر ، ۷ - نمانی کی صبر ، ۲ -

(۲۳٦) - X ، ۱ ، ۳ ، ٤ ، ٥ ، ٦ - اری او دھو ، ۷ ، ۱۰ - او دھو کو سب قصہ سنایا ، م - جھگڑا بخھایا ، ۷ - جھگڑا جتایا ، م -

(۲۳۷) - X ، ۱ ، ۳ ، ٤ ، ٥ ، ٦ - نہ جانے ، ۲ - نہیں آون کیا کیا جتن کیجے ، ۹ - نہ مانا اُن کہا کیا چین کیجے ، ۷ -

(۲۳۸) - X ، ۱ ، ٤ ، ٥ ، ٦ - مشہور ھے جو چیت ھوئیں ، ۲ - نقل مشہور جب یو بخت الٹے ، ۷ - جو بخت روٹھے ، ۹ - میت ھوئیں ، ۲ - بھئے جب ، ۷ - بھئے سب بیر بھائی میت کھوٹے ، ۹ - بھئے سب

میت اخواں خویش کھوئے، ۱۰ -

(۲۳۹) - ×، ۱، ۲، ۳، ٤، ٥، ٦، ۱۰ - کوئی من میت میرا، ۷ - پیو کوں سویرا، ۷ -

(۲٤۰) - ×، ۱، ٦ - دیہن، ۲ - سب دیہی پری، ٥ - تمہارے ہجر سے گھر میں پڑی رے، ٤ - جو ماری آہ ہجراں ..... ری، ۷ - بہ نار ہجر سب دیہی جرے ری، ۸ - ہو ری بھئے ری، ۲ - گھر کت رہ رھی ری، ۳ - گھر کت رم رہے ری، ٥ - ہوری برے ری، ۸ -

(۲٤۱) - ×، ۱، ٤، ٥، ٦ - گیا پھاگن، ۹ -

(۲٤۲) - سکھی اب، ۱، ٥، ۹ - سکھی یہ، ٤، ۷، ۸، م - آئی سہائی، ۱، ۲ - آئی تو ائی، ۳، ٤، ٥ - آئی نوائی، ۸، ۹ - سکھی اب چیت مانس آیا تو آئے، ٥ - آئی نہ آئی، ۷ - گیا جب ماہ پھاگن چیت آیا، ٦ - اجھوں لگ آس میری، ۱ - بر نہ لائی، ٥، ۷ - پھولی پھلواری اور سب رنگ لایا، ٦ - اجھوں آنند، ۱۰ -

(۲٤۳) - پھلواریاں ری، ۱، ۳، ٦، ۷، ۸، ۱۰ - ناریاں ری، ۱، ۳، ٦، ۷، ۸، ۱۰ - سیریں، ٤، ٥، ۸ - کرین عشرت، ۱۰، م - کرین ہیں سب،

۹ - سیر آ، ۲ -

(۲٤٤) - × ، ٥ ، ٦ - ھار پھولوں کے، ۱ - بھنور پھولوں کا، ۲ - لڑی پر پھول پھولن کی، ٤ - رھیں ھیں ناریاں پیو کے گلے لاگ، ۷، ۸ - سوئی ھیں ناریاں پیو کے گلے لاگ، ۹ - کی لگی آگ، ۲، ۷، ۸، ۹ - داغ، ۱۰ -

(۲٤٥) - سہاری، ٤، ۸، م - درد و غم ہم نے سہا، ٦ - سہا ھے، ۸ - درد و دکھ، ۱۰ - ہر دم دھے ری، ۲ - ہر دم رھا ری، ٤، ٦ - ہر دم رھا ھے، ۷ - دیاری، ۸ - دیے ری، ۱۰ - ہر دم دیا، م -

(۲٤٦) - × ، ٥، ٦ - دن رین مجھ ناگن، ۲ - ڈسے، ٤، ۸ - جگ ھنسے ھے، ٤ - پھروں دوری، ۱۰ -

(۲٤۷) - × ، ٤، ٥ - پریم پھانسی، ۲، ٦ - مرے گر میں پھنسی ھے، ۹ - گل موں، ۲، ٦، ۷ - گر موں، م - ھوا مرنا مرا، ۱ - اورن کی ھانسی، ۷ - بھیا مرنا مرا، ۸ - نوٹ: میر حسن نے یہ شعر اپنے تذکرہ مین نقل کیا ھے -

(۲٤۸) - پھروں تھی، ۱، ۲، ۳، ٤، ٦ - روتی پھروں ری، ۷ - موں ڈرتی پھروں تھی، ۸ - بھرے تھی،

۹، ۱۰- نصیحت بہت اپنے کو، ۱- نصیحت اپنے کو آپی، ۲- نصیحت میں میں، ٤- نصیحت آپ کوں نسدن کروں ری، ۷- نصیحت میں اپن کون نت کروں تھی، ۸- کرے تھی، ۳، ٦، ۹- کروں تھی ۱، ٤، ۸، ۱۰-

(۲٤۹)- پنچھی کی لگن، ٦- اری سکھ دے، ٤، ۸- اری دے دل، ۷- هزاراں دکھ نہ دیجیے، ۸- هزاروں، ۹- هزاراں دکھ نہ لیجیے، ۱۰-

(۲۵۰)- ×، ٦- مسافر سے، ۱، ٤، ۹، م- رو رو گنوایا، ۲- روتے، ۳، ۷- جنم اپنا، ۹، م-

(۲۵۱)- نین برجی نا، ۱، ۳- پر چیں نا، ۲- برچھی نا، ٤- برچھی نا رهی هے، ۵- دو نین برچی نا، ٦- برچی نارهی ری، ۷، ۹، ۱۰- بر چهنهاریا هین، م- لے کر پراۓ بس، ۱- بس پڑی هے، ۵- بس کیا هین، م-

(۲۵۲)- یہ شعر صرف ن ۳ میں ہے-

(۲۵۳)- ×، ۱، ۲، ٤، ۵، ٦، ۸، ۹، ۱۰-
پیا دل دے سٹک چلتے رهے ری، ۷-
دونوں مانی سدا جاتی رهے ری، ۳-
اری اے تین لی رسوا کر رہے ری، ۷-

(۲۵٤) - یہ شعر صرف ن ۳ میں درج ہے -

(۲۵۵) - X ، ٥ ، ٦ - بحالم ای صبا بھر خداری ، ٤ ، ۸ - باتی
ہماری ، ۲ ، ۳ - باتاں ہماری ، ۷ - پیا(یا جاسنا ، ۹ -

(۲۵٦) - X ، ٥ ، ٦ - تم ھی ھمن سے ، ۱ - دل نے ھمن سیں ،
۳ ، ۱۰ - دل موں ھمن سوں ، ۲ - کری دل سوں
ھمن سوں بے وفائی ، ۷ - کریں ... آشنائی ، م -

(۲۵۷) - X ، ٥ ، ٦ - اے جان میں کھایا ، ۱ ، ۸ - ارے
میں جان کے کھایا دغا ، ۲ - دغا ، ۳ ، ۹ ، ۱۰ ، م -
ارے اے جان من کیا یادگاری ، ٤ - ارے انجان
میں کھائی دغا ری ، ۷ - تجھ سے ، ٤ ، ۷ ، ۸ ، ۹ ،
م - تجھ ایسے سنگدل ، ۱۰ -

(۲۵۸) - X ، ٥ ، ٦ - کھر کہے کی ، ۲ - تو گھر کہے کی ،
۳ - کر گئے کی ، ٤ - کھر گئے کی ، ۷ - اب تو
گئے کی ، ۸ - کر کہی کی ، ۱۰ - بھروں ہوں ،
۸ - مرت ہوں ، م -

(۲۵۹) - X ، ۱ ، ٥ ، ٦ ، ۷ - نارھا ، ٤ - اری بل نیک ،
۸ - تن میں ، ۹ - بل بدوہ تن سوں ، ۱۰ - خاکستر
پھیاری ، ٤ -

(۲٦۰) - تم نہ کیجو ، ۱ ، ۷ ، م - آن کر ، ۱ ، ۳ ، ٤ ، ۸ - خبر
میری سبیر سے آن لیجو ، ٥ ، ٦ - شتابی در عقب ، ۲ -

کچھ نہ کیجو، ۷ - دیدار دیجو، ۷، ۸ -

(۲٦١) - × ، ۲ - چلتی رهے گی، ۳، ٥، ۱۰ - پیا بن برهنی، ۳، ٤، ٥، ۷، ۹ -

(۲٦۲) - یه شعر بیساکھ کے ذکر میں پہلا شعر هے، ۱، ٤، ٥، ۱۰ - ارے بهادوں ارے ساون، ۱ - کہاں ساون کہاں بهادوں کہاں هے، ۷ - کہاں ساون کہاں بهادوں کہاں رے، ۸ - کہاں بهادوں ارے ساون کہاں رے، ۹، ۱۰ - کہاں هے ... جہاں هے، م - ملوٹک آئے یه فانی جہاں هے، ۷ - ملوٹک آئے پردیسی جہاں هے، ۱۰ -

(۲٦۳) - کروں کیسا، ۱ - پهروں کیسے، ۲ - کهرے کیا، ۳ - کریں کیسے، ٤، ۸ - رهوں کیسے، ٥ - کروں کیسی، ٦ - گیا چیت، ۷ - بهری کیسی، ۱۰ - که کویل انبه پر، ۱ - کویل بهی، ٤ - انبه چڑھ کے، ٦ - کویل پهر، ۹ - کویل نیں اٹھ بره پر شور لایا (؟) ۱۰ -

(۲٦٤) - یه شعر صرف نمبر ۹ میں درج هے -

(۲٦٥) - یه شعر صرف ن ۹ میں درج هے - م، میں اسطرح هے - جری سر پاؤں لگ نهے هے اکیلی -

نوٹ :۔ مطبوعہ نسخے میں شعر نمبر ۲۶۷ کے بعد یہ اشعار ملتے ہیں ۔ ان میں بہت سے نا موزوں اور غلط درج ہیں :۔

سنی آواز اور کویل کی بتیاں

پڑے کیوں چین دن رین مجھ چھتیاں ؟

کھڑی کیسی لگی ہے آگ تن میں

پڑی پیچھے تڑپتی ہے انگن میں

پھولے ٹیسو لگی ہے آگ بن میں

جرے جیوڑا، پڑی ہے آگ من میں

دیہی سر باؤں لگ بیراگ سبتی

ہوئی جل کویلا اس آگ سیتی

اری کویل کبھو پردیس جائے

سبھی بتیاں ہمن پر اس کو سمجھائے؟

ارے تجکو پیا پردیس بھایا

برہنی کو دیا تیں دکھ سوایا

ارے دارو اسے دکھ کرو تم (؟)

پگ اس کے لیے مرے سر پر دھرو تم

نمانی کرو نصیحت ہوں دوانی (؟)

بھئی جو درد سوں تیری نمانی

(۲۶۶) ۔ ہمارے پی، ۱، ۱۰ ۔ پیو گھر نا ہیں، ۲ ۔ اجھوں

گھر نہ آئے ، ۳ - گھر اجھوں نہ آئے ، ۵ ، ۶ -
اجھوں لگ ، ۱۰ - اجھوں نا گھر ، م - کے بس
پڑے ری ، ٤ ، ۸ ، م - کن سوت نے باتوں لگائے ،
۵ ، ۶ - ارے کن دوتی ، ۷ -

نوٹ : - ن ، ۸ میں یہ شعر جیٹھ مہینے کے تحت نقل ہے -

(۲۶۷) - × ، ۱ ، ۳ - اس ماہ ، ۱۰ - همن حیران و سرگرداں
پھرت هیں ، ۲ ، ٤ ، ۵ ، ۶ ، م - همن سی خوار
سر گرداں پھرت هیں ، ۷ - همن حیران سر گرداں
پھرت هیں ، ۸ - همن سی خوار و سر گرداں
پھرے هیں ، ۱۰ -

(۲۶۸) - در هر دوعالم ، ۷ - بھیا امروز سکھ ، ۸ - بھیا ہے
سکھ انند ، م - خدا پر ہے مرا معلوم حالم ، م -

(۲۶۹) - × ، ۶ ، م - از بس بھیا ری ، ۲ - مرا سب سکھ ،
۱۰ - تنم بے خوابی سے میرا بھیاری ، ۶ - سارا
بھیاری ، ۷ - تنم بے خواب جیو (ن) ، ۸ -

(۲۷۰) - × ، ۵ ، ۶ - سکھی یہ دن کو میں کیسے بھروں گی ،
۲ ، ۱۰ - یہ دن کبھو کیسے بھروں گی ، ۳ -
سکھی یہ دن کبھو ، ۷ - ایکلا کیسے بھروں ری ،
۹ - دن رَین کیسے بھروں گی ، م - اب بس ، ۱ - بن
بکھ ، ۲ - نہیں اب صبر میں ، ٤ -

نہیں ہے صبر مجھ، ۸ - بکھ، ۱۰ - مروں گی، ۱۰ -
فکر بس کھا کر، م -

(۲۷۱) - ×، ۵، ۶ - سجن سے، ۱، ۹ - سجن کو، ۲ - کہے
دکھ کوئی مرے جانی سجن سوں، م - جلن سے،
۱ - کہ آ کر وہ دیکھے مری جلن کو، ۲ - ملے آ کر
وہی جانم جتن سوں، ۷ - ملیں (آن کے) زود
بیراگ من سے، ۹ - بھلا ہے تب کہ چھوٹے جان
تن سوں، م - نوٹ :- مطبوعہ نسخے - (م)
میں اس شعر کے بعد یہ دو شعر درج ہیں :-

گیا بیراگ کنتھا گھر نہ آئے
بھٹے پر دیس میں جابس پرائے
سکھی اس رُت اگر ساجن نہ آویں
مروں گی میں، مجھے جیتا نہ پاویں

(۲۷۲) - لگو یہ جیٹھ، ۱ - دیکھوں اب جیٹھ سوں دھوپاں
پڑت ہیں، ۲ - لگا اب جیٹھ یہ، ۳ - لکھوں اب
جیٹھ میں دھوپاں پڑت ہیں، ۵ - سکھی اب جیٹھ
میں دھوپاں پڑھے ری، ۷ - ایا اب جیٹھ، ۸ - لگی
اب جیٹھ رت دھوپاں پڑت ہیں، ۹ - لگو اب جیٹھ
یہ، ۱۰ - سکھی اس جیٹھ میں دھوپیں پرت ہیں، م -
بھرت ہیں، ۲، ۵، ۹، م -

لگا اب جیٹھ رے دھو پاں تڑت ری

همن یک خوار و سر گرداں پھرت ری ، ٦-

(۲۷۳) - × ، ۲ ، ۸ - آگ موں غم کی ، ۱ ، ٤ - اب آگ غم کی موں ، ۳ ، ٦ - همن هی آگ غمکیں موں ، ٥ - همن اس آگ غم کی میں پھرت هیں ، ۷ - همن اس آگ غم میں یوں ، ۱۰ - همن اس آگ غم کی میں جرت هیں ، م - علاوہ دوسرے دھو پاں پڑت هیں ، ۱ ، ۲ ، ۳ ، ٤ ، ٦ - علاوے دوسرے پاساواں جرت هیں ، ۷ - لوواں پڑت هیں ، ۹ - علاوے دوسرے لویاں پڑت هیں ، ۱۰ -

(۲۷٤) - × ، ۳ - ناریاں سب ، ۲ ، ۳ - بچھائے تخت اوپر چاندنیاں ری ، ٥ - بٹھیاں هیں تخت اوپر ناریاں ری ، ۷ - تخت پر سب ناریاں ری ، م - پیا کے سنگ ، ٥ ، م - ساریاں سب ، ۲ ، ۳ -

(۲۷٥) - × ، ۲ ، ٦ ، ۱۰ ، م - دوسرا چھڑ کاؤ کرتے ، ٥ - چھڑ کاؤ کرتیاں ، ۷ - باؤ کیجے ، ۱ - باؤ دیجے ، ٤ ، ۸ - باؤ کرتے ، ٥ - فراش باد کش کی باؤ لیتیاں ، ۷ - فراش و باد کش کی باؤ کیجے ، ۹ -

(۲۷٦) - کے اے سکھی هیں اب پیا ، ۱ - جو هووین کے

سکھی اس رت پیا گھر، ۱۰ - ھیں میسر، ۳، ۶، ۷ -

(۲۷۷) - ×، ٤، ٥، ۸ - ھمارے پا برھنہ، ۱ - ھمارے پانو تلک ھے دھوپ برسیں، ۲ - گھر سیں ۲ - پی باج در در، ۹ - پیو باج در در، ۱۰ - دوڑتی بے تاج در در، م -

(۲۷۸) - ×، ٥ - دوپہری ایکلی، ۱ - دوپہری دھوپ ھی کیا، ۸ - ٹھیک میں، ۹ - بھرت ھیں، ۹ - جستجو میں مَیں بہرت ھوں، ۳، ٤ - پیا کی نت جو میں بنتی کرت ھوں، ٦ . من میں کرت ھوں، ۷ - میں نت کرت ھوں، ۸ - پیا کے پاس بن رووت مرت ھوں، ۹ -

(۲۷۹) - ×، ۱، ٥، ۸ - بگن موں، ۱، ۲، ۳، ٤، ٥، ٦، ۱۰ - بھپھولے ھو چلے سارے بدن موں، ۱، ۲، ٥ - سکھی لو ھو چلے سارے بدن موں، ٤ - نوٹ :- ن ٤ میں اسکے بعد یہ شعر ھے :

اری یہ کاگ نے مہینوں جلایا
پیا کی جستجو نے سر دکھایا

(۲۸۰) - ×، ۷، ۸ - اٹھے بیٹھے کی، ۲ - جاں باب کب لگ، ۲ . نہ جانوں جان بہ تن کب لگ رھے ری، ۳ - جیو دکھت کب لگ، ٤ - جاں زتن،

۵ - تمامی دیہ برھا (نے دھی) رہے ، ۹ - تن
میں جان کب لگ رھے ری، ۱۰ - جانِ من ، م -
نوٹ : ن ۹ میں اس کے بعد یہ نا مکمل شعر ھے :
چھٹے اب جیوڑا دوکھ سے ھمارا
لکھے ھے سب جگ دکھ اوار ؟؟
(۲۸۱) - × ، ۲ - لون تیری ، ۱ ، ٤ ، ۵ ، ۹ - گو سینیاں ۸ -
نسخہ م میں اس کے بعد یہ شعر بھی ھے :
پیارے بن گئی سدھ بدھ جو موری
ارے میں تو بھئی بن دام چیری
(۲۸۲) جا کہے کوئی ، ۱ - کوئی جا کہے ، ٤ ، ۵ ، - سکھی
جا کون بولے ، ۷ - سکھی کر کوئی کہے جا ،
۱۰ - دلربا سے ، ٤ ، ۹ - دلربا کون ، ۵ - پر جفا سے ،
۱ - پر جفائے ، ۲ - پر جفا اور ، ٤ - جفا گر بے وفا
سون ، ۵ ، ٦ - سکھی کوئی جا کہے اوس ، ۸ -
بے وفا و پر جفا سے ، ۹ - بے وفا سون ، پر جفا سون ،
۱۰ - پر جفا و خود نما سون ، م - نسخہ م میں اس
کے بعد یہ شعر ھے :-
تمامی درد دکھ اس یاوری کا
کہ سازد فکر کچھ اس داوری کا
(۲۸۳) - × ، ٤ ، ۵ ، ۸ - کہ بارہ ماس بھی تم بن بہائے ،

۲ - کہ بارہ مانس، ۳ - رو رو، ٦ - یہ گیارا ماس میں روتے گنوائی، ۸ - ارے ظالم اجھوں تم گھر نہ آئے، ٦ -

(۲۸٤) - × ۱ - ترے غم سوں بہ لب جاں آرہا ہے، ٤ - ۸ - سلگتا جیو لبوں پر آرہا ہے، ٥ - سکن جیو نین پر آرہا ری، ۲ - نہ نکسے جیو، ۳ - سسکتا جی، ۷، م - سسکتا جیو، ۸، ۹ -

شکستہ جیوں کیوں تیرا رہا ہے، ۱۰ -

نوٹ: - ن نمبر ۷ میں اس کے بعد یہ شعر ہے (والا جان زتن باھر پڑیگا) جو دوسری جگہ درج کیا جاچکا ہے -

(۲۸٥) - ×، ٤، ٥، ۸ - اپنے کو دکھاؤ، ۱، ٦، ۹، م - اپنے کوں، ۷، ۱۰ -

(۲۸٦) - ×، ۲، ٤، ٥، ٦، ۱۰ -

(۲۸۷) یہ شعر صرف نسخہ م میں ہے اور تسلسل شعری کے پیش نظر داخل کر لیا گیا ہے -

(۲۸۸) - آساڈھ، ۸، ۹ - نہ جانو، ۱ -

(۲۸۹) - ×، ۱، ٤، ٥ - سنوری رات کی، ٦ - موری کہانی، ۲، ۳، ٦ - کر کو موڑ کے، ۲، ۳، ٦ - کر کو موڑ کر، ۷، ۹، ۱۰ -

(۲۹۰) چاو، ۲، م - سرسوں، ۲، ۹، ۱۰ - نئے سر سے مجھے

دکھڑا دیا ری، ٥، ٦، م. مصرع اول شعر نمبر
١٤٥ کا مصرع دوم ہے جو اس سے قبل آچکا ہے۔

(٢٩١)۔ ز دیدہ اشک باراں دل گرفتم، ٤۔ ن ٤، ٦ اور
٨ میں مصرعوں کی ترتیب موخر مقدم ہے۔
ن م مین یہ شعر جیٹھ کے ماہ میں درج ہے۔ اشک
افگندن، ٧۔

(٢٩٢)۔ یار اغیار، ١٠۔ یار و غم خوار، م۔ بجز حق کس
ندیدم در جہاں یار، ٧، م۔

(٢٩٣)۔ ×، م۔ ن ١ مین یہ شعر ٢٨٨ کے بعد درج ہے۔
خدارا درد مارا، ٧۔

(٢٩٤)۔ دیگر نہ نالم، ٢۔ دیگر نیا ہم، ٤، ٥، ٦۔ دوسرا
مصرع ع بجز تو نیست دیگر در خیالم، ٢۔ بجز
او نیست، ٦۔ نباشد بادشاھم، م۔ دیگر نباشم،
١۔ نمائی شب بروز پادشاھم، ١٠۔

(٢٩٥)۔ بہ مقسومم، م۔ بروں آرم، ١، ٢، ٤، ٦، ٧،
٨۔ بروں آور ز اندوہ ندامت، ٩۔ کہ برھانم
ز اندوہ غرامت، ١٠۔

(٢٩٦)۔ یہ شعر صرف ن ٦ اور ١٠ میں درج ہے۔
خود را بہ رحمت، ١٠۔ صحیح کن (خارج
از وزن)، ١٠۔

(۲۹۷)- ادی میں سو گئی ، ۵ ، ۶ ، ۸ - ابواب عنایات ، ۱ - ابواب حاجات (خارج از وزن) ، ۲ - ابواب مہمات ، ٤ ، ۵ ، ۶ - ابواب فتوحات ، ۳ - چوں ابواب حاجات ، ۷ - ابواب مرادات ، ۸ - ابواب مناجات ، ۱۰ -

(۲۹۸)- یاریاں سب ، ۱ - گاوتیں ھیں ... آوتیں ھیں ، ۱۰ -

(۲۹۹)- X ، ٤ ، ۵ - بڑے دیوان میں ، ۱ - بڑے ایوان موں ، ۲ ، ۳ - مرے ایوان میں ھے شمع سوزاں ، ۶ ، ۸ - بھئی ھے روشنی سارے مندرماں ، ۶ - مندل ماں ، ۸ - میرے مندرماں ، ۱ -

(۳۰۰)- نہ دیکھی ، ۷ - عجب حیران بھئی ، ٤ ، ۵ -

(۳۰۱)- یہ شعر صرف ن ، ۳ - میں درج ھے -

(۳۰۲)- کنے ، ۱ ، ۳ ، م - سکھی تعبیر ، ۲ ، ۷ - کنھوں ، ۵ - آخرگشتہ ، ۲ - کنھاں ، ۹ -

(۳۰۳)- X ، ۲ - سادی ، ۶ - شاداں ، ۷ - ادی یہ بات سن شرما رھی رے ، ۸ - سادھی ، م - دیکھن کو ، ٤ - نس دیکھن ، ۵ - دیکھن ھوں لگی ، ۶ - مین گئی رے ، ۹ -

(۳۰٤)- لپکتا آوتا ھے ، ٤ ، ۵ - بخوبی ماہ را ، ۱ ، م - بحسن ماہ ، ٤ - بحسنت ماہ کو ، ۸ -

(۳۰۵)- یہ شعر صرف ن ، ۳ - میں درج ھے -

(۳۰۶) - × ، ۲ ، پائن پڑی ، ۱ ، ۵ ، ۶ - پیاں پڑی ، ۳ - سکھی
میں دوڑ کر پاین پڑی دی ، ۷ - دوڑ کر پایون پڑی
دی ، ۸ - لیتی ، ۱ - اپٹی کرے ، ۶ - لائے گلے دی ،
۷ ، ۸ - لینی ، گرے لائے ، ۹ - پایں ، ۱۰ -

(۳۰۷) - × ، ۵ - وصل یار ، ۲ - چه دلہا یار ، ٤ - رہا جی ،
۳ ، ۶ - زراھے یار پایا ، ۱۰ - دکھڑا گنوایا ، ۲ ، ۷ -
جھگڑا چکایا ، ۳ - دکھڑا مٹایا ، ٤ -

(۳۰۸) - × ، ۸ - چولاله سرخ گشته ، ۱ ، ۲ ، ۳ - چولاله
گشت سرخ رنگ رویم (خارج از وزن) ، ۷ -
بهر دم کعبه وصلش بجویم ، ۲ - گفتگوئے جاں ،
٤ - گفت جامی را ، ۷ -

(۳۰۹) - ن ۱۰ میں حضرت جامی کے اس شعر سے قبل یہ
ذیلی عنوان قائم کیا گیا ھے - "قول حضرت جامی" -
خوشا وقتے ، ۳ ، ۱ -

(۳۱۰) - × ، ۳ ، ۵ - چراغ روشنائی ، ۷ -

(۳۱۱) - × ، ۵ ، ۶ ، ۸ ، م - یہ عشق ، ۲ - دیکھو اس عشق ، ۷ -
دکھی پاچھے مجھے دکھڑا دیا دی (؟) ، ۷ - به غم دیکر ،
۲ - دیکھو یہ عشق ، ۱۰ -

(۳۱۲) - × ، ۵ - چو سروشطرنج ، ۷ - یہ عشق سازی ، ۹ -
ندانی چوڑ وشطرنج ، ۱ ، ۱۰ -

(٣١٣) - X ، ٥ - نجانوں ، ٢ ، ٤ ، ٦ ، ٧ - ایسا نجانوں ، ٨ - تمی ،
١ - تجھے پس آگ ، ٢ - تہیں ، ٤ ، م - آگ غم کی
موں نہ پڑنا ، ٦ - اس اکن ، ٨ -

(٣١٤) - X ، ٤ ، ٥ - نجانوں ، ٢ ، ٦ ، ٧ - محبت خانہ راموسی نجانوں
(؟) ، ٧ - خانہ بھانسی نجانو (؟) ، ٨ ، ١٠ - خانہ را بامی (؟) ، ١ -

(٣١٥) - X ، ٢ ، ٤ ، ٥ ، ٧ - عشق و عشرت کو نچھور و ، ٨ - تن من
سونچھورو ، ٨ - ارے یہ عشق و عشرت ، ٩ - پیا کا
نؤں ، ١٠ - تن من میں ، م -

(٣١٦) - X ، ٤ ، ٥ ، ٦ ، ٧ ، ٨ - یکدھے آسودگی ، ١ ، ٣ -
ایك دم ، ٢ - نیستم ، ٣ - اندوہ و غم آلودگی ، ١ ، ٣ -
پالودکی نیست (؟) ، ٣ ، م -

(٣١٧) - X ، ٢ ، ٤ ، ٥ - کیوں دکھڑا بھرت ہو ، ٣ - بناحق ، ٧ -
عبث اس (آگ میں) غم کی جرت ہو ، ٧ - غم موں
کیوں مرت ہو ، ٨ - بن موت غم میں ، ٩ -

(٣١٨) - X ، ٥ ، عشق کا بیڑا ، ١ - عشق کا پنڈا ، ٩ -

(٣١٩) - X ، ٤ ، ٥ - مجھ پر ڈھیلا ، ٢ - اب یك قدم چلنا ، ٣ ، ٦ -
بھیا تھا یك قدم چلنا ، ٨ - بھیا اك دم مجھسے جیونا ، ٩ -
بھیا اب یك قدم جانا ، ١٠ -

(٣٢٠) - X ، ٥ - دلدار پاؤں ، ٦ - جو در غم زیستم غم خوار پایا ،
١ - چو لرزیدم زجاں ، ٢ - چو درد غم غم خوار ، ٤ -
جو قربانش شدم ، م - چو در زندان غم غم خوار پاؤں ، ٦ -

چوور زیدم غمے، ۹- چوں در زندان غم، ۸-

(۳۲۱)- X، ۱، ۲، ٤، ٥- تمامی روز و شب، م-

(۳۲۲)- X، ۱، ۲، ٥- اگر بردار ھے تیں ھمچوں منصور-

(۳۲۳)- X، ۱، ۲، ٤، ٥- جاں دادن برستی، ٦- نہ ترسی، ۹- در برسی، ۳- نہ رستی، ٦- در پے برسی، ۹- خود پرستی، ۸- در سرشتی، ۸-

(۳۲٤)- X، ۱، ۲، ٥- احقر ازین، ٤، ۱۰، م- خموش آخر، ۳، ٦- کنھوں، ۳، ٦، ۱۰- بیدرد اس دکھ کی نجانی، ٦- کھنو نے حدّ اس غم کی، ۸- کسونے سار، ۹- ن ۷ اور ۸ میں یہ شعر ۳۲٥ کے بعد آیا ھے-

(۳۲٥)- X، ۱، ۲، ٤، ٥- بیا اے دلربا، ۹-

نوٹ نمبر ۱- ن ۲ میں شعر نمبر ۳۲۰ کے بعد یہ دو شعر مزید درج ھیں:

درین دنیا نہ کیجے آشنائی

که پچھتاونا پڑے جب ھو جدائی

تصہ سارا کہا گوپال افضل

که شد معشوق سوں عاشق کو واصل

نوٹ نمبر ۲ - ن ۸ میں شعر نمبر ۳۱۴ کے بعد یہ اشعار آتے ہیں:

ولے فارغ ز درد عشق دل نیست
تن بیدرد او جز آب و گل نیست

ز عالم رویت آورده غم عشق
که باشد عالمے خوش عالمے عشق

غم عشق از دل کس کم مبادا
ولے بے عشق در عالم مبادا

فلک سرگشت از سودائے عشق است
چناں پُر فتنه از غوغائے عشق است

اسیر عشق شو کازاد باشی
غمش در سینه نه تا شاد باشی

مئے عشقت دهد گرمی و مستی
دگر افسردگی و خود پرستی

اگر مجنوں نه مے زین جام خوردے
که اورا در دو عالم نام بردے

هزاراں عاقل و فرزانه رفتند
ولے از عاشقی بیگانه رفتند

نه نامے ماند ازیشاں نے نشانه
نه در دست زمان و آستانه

بسا مرغان خوش الحان رفتند
که خلق از ذکر ایشان لب نه بستند
چو اهل دل زعشق افسانه گوید
حدیث بلبل و پروانه گوید
بگیتی گرچه صد کار آزمائی
همیں عشقت دهد از خود رهائی
متاب از عشق رو گرچه مجازیست
که از بهر حقیقت کار سازیست
بلوح اول الف باتا نخواند
بقرآن درس کردن کے تواند
شنیدم شد مریدے پیش پیرے
که باشد در سلوکش دستگیرے
بگفت از پا نشد در عشقت از جای
برو عاشق شو آنگه پیش من آی
که بے جام مئے صورت کشیدن
نیاری جرعهٔ معنی چشیدن
ولے باید که در صورت نمانی
وزین پُل زود خود را بگزرانی
چو خواهی رخت در منزل نهادن
نباید بر سر پُل ایستادن

بحمد الله که تا بودن درین دیر
براه عاشقی بودم سبک سیر
چو دایه ناف من بے مشك دیده
به تیغ عاشقی نافم بریده
چو مادر بر لبم پستان نهاده
بخوب خواری ز عشقم شیر داده

تصحیح :- (۱) اشعار نمبر ۱۶۲ اور ۱۶۳ سہواً دوبارہ نمبر ۲۳۶ اور ۲۳۷ پر درج ہو گئے ہیں- اسطرح بکٹ کہانی کے کل اشعار کی تعداد ۳۲۳ ھے-

(۲) اشعار نمبر ۱۶۱ اور نمبر ۲۳۵ کے پہلے مصرعے یکساں ہیں-

(۳) اشعار نمبر ۱۵۸ اور نمبر ۲۲۳ تھوڑے سے تغیر کے ساتھ یکساں ہیں-

نادر غزلیات حسن شوقی

مرتبہ

حسینی شاہد

نادر غزلیات حسن شوقی

مرتبہ

حسینی شاہد

حسن شوقی[1] کے نام سے ہم جس شاعر سے واقف ہیں، اس کا اصلی نام شیخ حسن[2] اور تخلص شوقی تھا۔ شوقی کے حالات نہیں ملتے۔ ابن نشاطی نے پھولبن میں اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

حسن شوقی اگر ہوتا تو الحال

ہزاروں بھیجتا رحمت منج اُپرال

اس شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ پھولبن کی تصنیف (۱۰۶۶ھ) کے وقت شوقی کا انتقال ہو چکا تھا۔ سخاوت[3] مرزا نے مناقب شاہ حبیب اللہ بیجاپوری ابن احمد ابن خلیل، مولفۂ عبد القادر کے حوالے سے انکشاف کیا ہے کہ وہ شاہ حبیب اللہ کا مرید تھا اور شاہ صاحب کا مادۂ تاریخ

---

(۱) مولوی عبد الحق نے حسن شوقی (رسالہ اردو، جولائی ۱۹۲۹ء) اور ڈاکٹر زور (اردو شہ پارے ص ۱۰۲) اور نصیر الدین ہاشمی نے (دکن میں اردو، ص ۱۹۹، چھٹی اشاعت) نے حسن نام بتلایا ہے۔ (۲) سخاوت مرزا، رسالہ اردو، اپریل ۱۹۵۴ ء، ص ۱۳، ۱۴ (۳) " " "

وصال "قطب آخر زماں" اسی نے نکالا تھا۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ شوقی نہ صرف محمد عادل شاہ کا ہم عصر تھا بلکہ اس نے سلطان ابراہیم عادل شاہ جگت گرو کا زمانہ بھی دیکھا تھا۔

شوقی ایک سیلانی شاعر تھا۔ وہ احمد نگر، بیجاپور اور گولکنڈہ کے درباروں سے وابستہ رہا ہے۔

مولوی عبدالحق نے سب سے پہلے شوقی کی مثنویوں، فتح نامۂ نظام شاہ یا ظفر نامۂ نظام شاہ اور میزبانی نامۂ سلطان محمد عادل شاہ کا پتہ چلایا اور ان کے متعلق ایک تعارفی مضمون رسالہ اردو۱ میں شائع کیا تھا۔ ان مثنویوں کے مخطوطات انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، کے کتب خانے میں محفوظ ہیں۔ کسی اور کتب خانے میں ان کا کوئی اور نسخہ ابھی تک دستیاب نہیں ہوا ہے۔

فتح نامۂ نظام شاہ میں اس فیصلہ کن لڑائی کا حال بیان کیا گیا ہے جو سلاطین دکن اور رام راج کے درمیان ہوئی تھی۔ دکن کی سیاسی تاریخ میں اس جنگ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ رام راج لڑائی میں مارا گیا اور اس کے سامراج کا خاتمہ ہو گیا۔

اس جنگ میں سلاطین دکن کوان کے اتحاد کی

---

(۱) رسالہ اردو، جولائی ۱۹۲۹ء۔ یہ مضمون "قدیم اردو" میں بھی شامل ہے ص ۷۴ تا ۹۲۔

وجہ سے کامیابی حاصل ہوئی تھی - علی عادل شاہ، ابراہیم قطب شاہ، نظام شاہ اور برید شاہ نے میدان کار زار میں بے جگری کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کیا تھا لیکن شوقی نے فتح کا سہرا نظام شاہ کے سر باندھ کر حق نمک ادا کیا ہے۔ یہ مثنوی شعر اور تاریخ کے حسین امتزاج کی وجہ سے دکنی ادبیات میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔

فتح نامۂ نظام شاہ کو اگر تاریخی اہمیت حاصل ہے تو میزبانی نامہ کو اپنے عہد کی سماجی اور تہذیبی زندگی کی آئینہ داری کی وجہ سے امتیاز حاصل ہے۔

سلطان محمد عادل شاہ کی ایک شادی اس کے وزیر مصطفی خان کی لڑکی تاج جہاں بیگم[1] سے ۱۰۴۲ھ میں ہوئی تھی - میزبانی نامہ میں اس شادی کا ذکر ہے اور سلطان کی میزبانی، شہر گشت، مصطفی خاں کی مہمانی، جہیز کی تفصیل، جشنوں کی دھوم دھام، محلوں کی آرائش، آتش بازی کی کیفیت، دربار کی شان و شوکت اور تقریبوں کے اہتمام وغیرہ کا بیان بڑے دلکش انداز میں کیا ہے۔ اس مثنوی سے بیجاپور کا ایک عہد ہماری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے اور اس عہد کی سماجی

---

(۱) محمد نامہ، کتب خانہ مسلم یونیورسٹی، علی گڈھ ص ۱۴۷ بحوالہ علی گڈھ تاریخ ادب اردو۔

زندگی، تہذیب و شائستگی، رسم و رواج، آداب اور رکھ رکھاؤ کا ہم براہ راست مطالعہ کر سکتے ہیں۔

شوقی پُرگو اور نادر الکلام شاعر تھا۔ رزم اور بزم دونوں میدانوں میں اس نے اپنے جوہر دکھائے ہیں۔ مرقع کشی، واقعہ نگاری، منظر کشی اور جزئیات نگاری میں اس کا جواب نہیں۔ اس کی تشبیہوں اور استعاروں میں بڑی ندرت اور تازگی ہوتی ہے۔

وہ ایک کامیاب غزل گو بھی تھا۔ اس کے ہاں حدیث دلبری بھی ہے اور طلسم فن بھی۔ مولوی عبدالحق نے اپنے مضمون میں اس کی تین غزلیں نقل کی تھیں، جن کے مطلع یہ ہیں:

دلبر سلونے نین پر کھینچی ہے سو کا خوب تر
خطاط جیوں مارا رقم چھندوں ثنٹ کے صاد پر

کُھب کُھب رہی ہے من میں تیری زُلف کی کَھب کَھب
مج جیو کے گلے میں پڑیا ہے طوق غب غب

تج نین کا ماتا ہے جو اس جام سیتی کام کیا
تجہ زلف کا کافر اسے اسلام سیتی کام کیا[1]

---

(۱) راقم کی بیاض میں یہ شعر اس طرح ہے:

تجہ حسن کا ماتا جو کوئی اس جام سیتے کام کیا
تجہ زلف کے کافر کتیں اسلام سیتے کام کیا

سخاوت مرزا نے اپنے مضمون "قدیم ا اردو کی ایک نایاب بیاض" میں مزید دو غزلیں ۲ اور ایک نظم پیش کی ھیں:

تجھ مکھ کنول کنولے بدل جگمیں سو رنگ لالہ ھوا
تجھ زلف تھے اپچھیا بھور دوجا بھوتک کالا ھوا

جنے تجھ برہ یا دکیں جہنم کا جنم پکڑے
اونو نے حوض کوثر تے کہندی یکپل نم پکڑے

ھمیں ھیں برھنی باولی بیٹے ھیں مے محبت کا
نہ کہہ ناصح نصیحت مجھ نہیں حاجت نصیحت کا

راقم الحروف کے ھاں دکھنی کی ایک قدیم بیاض ھے جس میں کئی معروف اور غیر معروف شعراء کا کلام محفوظ ھے۔ اس بیاض میں شوقی کی چند غیر مطبوعہ غزلیں اور ریختیاں بھی ھیں۔ یہاں صرف پانچ غزلیں پیش کی جاتی ھیں۔

(۱)

تیرے دسن ۳ ھور لعل کے اوصاف ھوے جب باغ میں
لالا دکھوں رویا رکت ٤ یکساہ ھیا ٦ انار کا

---

(۱) رسالہ اردو، اپریل ۱۹۵٤ء (۲) ان تین غزلوں کے علاوہ عبد الحق والی غزل نمبر ۱ میں تین شعر کا اضافہ کیا ھے (۳) دانت۔ (٤) خون (۵) کھلنا، شگفتہ ھونا، تار تار ھونا، پھٹنا (٦) دل۔

تیرے زُلف کے دام کوں زاھد کیھں تسبیح ھے
بھمن[1] کیھیں سیوا یہی زنار ھے کفار کا

جس شہر میں بستا ھے تو سب جگ ھے اس کا معتقد
مومن کیھیں مکہ یہی کافر کتے ھیں دوارکا

تج زلف کا نسبت پیا سا تو سمندر سات بُند
خورشید یک گوھر اھے تج حسن گوھر بار کا

صورت منے[2] ھے بادشاہ سیرت منے درویش جوں
یوسف توں ھے کر کیوں کہوں پن[3] ھے توں یوسف سار کا[4]

عشاق کے مذھب منے قبلہ مجازی نیں روا
قبلہ حقیقت کا یہی دیدار تج دلدار کا

اے مشک بو ھندوی صنم عالم معطر ھو رھیا
تج طرۂ طرار میں نافہ اھے تاتار کا

تج خال ھے رخسار میں یا ھے بھنورہ[5] گلزار میں
یا مصر کے بازار میں زنگی کھڑا زنگبار کا

دل جام جم ھے شاہ کا "شوق" نہ کر اظہار کچھ
شاھنشہِ عادل[6] کنے حاجت نہیں اظہار کا

---

(۱) برھمن (۲) میں (۳) لیکن (٤) مانند (٥) بھونرا۔
(٦) محمد عادل شاہ۔

(۲)

لئی ۱ دن ھوے سریجن۲ لکھ کر پتر نہ بھیجیا
کچ راز کی نشانی مجھ یاد کر نہ بھیجیا

رو رو صبح کیا میں تیری خبر کے آوے
باد صبا کے ھاتوں پچھ کچھ خبر نہ بھیجیا

برھا زھر پیا میں مرنا ھوا ھے میرا
دلبر طبیب آپیں امرت ادھر۳ نہ بھیجیا

خوباں کی انجمن میں لالن ٤ ھوا ھے ساقی
نرمل ٥ شراب ھمکوں یک جام بھر نہ بھیجیا

"شوق" شکر شعر کی کھنڈیاں سوں بانٹتا ھے
طوطی طبع کوں میرے یک من شکر نہ بھیجیا

(۳)

تجھ گال کی سرخی انگیں یاقوت رومانی کدھر
تجھ اشک کے لالے انگیں لعل بدخشانی کدھر

تجھ زلف کے زنجیر تل ھے زرہِ داؤدی زبوں
ھور تجھ رتن حلقہ کنے مہر سلیمانی کدھر

میں یوسف ثانی تجھے سہواً کیا معذور رکھ
اِس ماہِ نورانی کنے وو ماہِ کنعانی کدھر

---

(۱) بہت (۲) محبوب (۳) ھونٹ (٤) محبوب (٥) مصفا، خالص۔

تیری گلی کی خاک اس ترکیب شمس ہے اے قمر
اکسیر اعظم سامنے نو شادرِ کانی کدھر

"شوق" ہمارے عشق میں کئی زاہداں مشرک ہوے
اس مذہب کفار میں تیری مسلمانی کدھر

(٤)

جوبن سو قد سہاوے لٹکے جو دھن ١ انگن میں
دو پھول ریاں سوں ڈالے ڈُلتے ٢ ہیں جوں چمن میں

جب مانگ لا سنوارے موتی دسیں منارے
یا چاند سوں ستارے جھانکے ہیں شام گھن ٣ میں

راتے ٤ نین سو رنگ ٥ ہیں دو مست جوں مدن ہیں
کرتے اپس میں جنگ ہیں مکھ نور کے صحن میں

سوہتا ٦ السک ٧ سو کالا دستا بھونگ ٨ بِسالا ٩
بستا ہے گوڑ بنگالا تج نین کے انجن ١٠ میں

عشاق آنجوں ١١ جھوویں ١٢ سُد کھو دیوانے ہوویں
فرہاد مجنوں رووپں یہ ناز سن کفن میں

---

(١) عورت، محبوب (٢) جھومنا (٣) آسمان (٤) ڈورے دار، مست (٥) خوش رنگ، سرخ، خوبصورت (٦) زیب دیتا۔ (٧) زلف (٨) بھجنگ، سانپ (٩) زہریلا (١٠) کاجل (١١) آنسو۔ (١٢) بہائیں۔

دیتا ہے تج الہی ناریاں کی بادشاہی
حوراں پریاں میں شاہی تیری ہے تربھون ۱ میں
"شوق" کی ہے پیاری ہنس ہنس کہے سو ناری
مشہور غزل تماری جوں سُور ہے ۲ گگن ۳ میں

(۵)

جاناں تجے جو دیک کر بُہو ۴ چھند بھری ۵ کتے ہیں
کوئی حور، کوئی پدمن، کوئی شہ پری کتے ہیں
تج زلف شب قدر میں جھمکیں سو رنگ عزارا
کوئی چاند، کوئی زہرا، کوئی مشتری کتے ہیں
تج نین کے انجن کوں ہو زاہداں دیوانے
کوئی گوڑ، کوئی بنگالا، کوئی سامری کتے ہیں
من از فراق رویت رو رو سمند بھرایا
کوئی گنگ، کوئی جمنا، کوئی ساونوری کتے ہیں
جب عارفاں کی صف میں "شوق" شعر پڑیا ہے
کوئی خسرو ہلالی، کوئی انوری کتے ہیں

---

(۱) سورگ (بہشت) مرتبہ (دنیا) پاتال (دوزخ) مراد کائنات۔
(۲) سورج (۳) آسمان (۴) بہت (۵) عشوہ طراز۔

چند نادر دکنی رباعیاں

(سنہ ۱۱۹۹ ھ تک)

سیدہ جعفر

دکنی ادب میں دوسری اصناف سخن کے مقابلے میں رباعیاں کم ملتی ہیں ۔ اس کی ایک وجھہ غالباً یہ بھی تھی کہ دکنی شعراء کا رجحان زیادہ تر مسلسل اور طویل شعری کارناموں کی تخلیق کی جانب رہا ھے ۔ یہ صحیح ھے کہ دکنی ادب میں رباعیاں خال خال نظر آتی ھیں لیکن حیرت کی بات یہ ھے کہ ان میں مختلف موضوعات اور متنوع اور رنگا رنگ مضامین سمٹ آئے ھیں ۔ دکنی رباعی کہیں نغمہ سرمدی ھے ، کہیں رندانہ سرمستی اور اٹکھیل ، کہیں پند و موعظت کا گراں بہا سرمایہ اور کہیں عشق کا اتھاہ سمندر ۔

دکنی کے رباعی گو شعراء نے اس صنف سے مختلف کام لئے ھیں :-

(۱) کبھی رباعی مثنوی کے قصے کو آگے بڑھانے میں مدد دیتی ھے ۔ وجہی کی "قطب مشتری" میں اس کی مثالیں موجود ھیں ۔

(۲) بعض وقت دکنی مثنویوں میں کسی شخصیت کے پر زور تعارف کے لئے بھی رباعی کی صنف سے مدد لی گئی ھے ۔

مثلاً قصہ ''اکر کل'' میں جو منصور شاہ، طاوس طناز، شہناز اور عسکری پہلوان کی مہمات عشق اور محار بات کا ایک دلچسپ قصہ ہے، ناصر نے وزیر کے تعارف کے لئے مثنوی سے ہٹ کر رباعی کی مدد لی ہے۔

(۳) رباعی کبھی کسی مربوط اور مسلسل شعری تخلیق کے ارتباط کو برقرار رکھتی ہے تو کبھی قصے کی تکمیل کے لئے بھی استعمال ہوئی ہے۔ کبھی خیال کی موثر ترجمانی کے لئے تو کبھی بطور عنوان یا سرخی، مثنویوں میں لائی گئی ہے۔

(٤) بعض وقت کسی خاص تصور کی وضاحت کے لئے بھی رباعی سے مدد لی گئی ہے۔

(٥) دکنی ادب کے نثری کارناموں میں بھی رباعی کی صنف سے خیال کی پر اثر ترجمانی کا کام لیا گیا ہے۔ جہاں نثرنگار کو یہ احساس ہوتا ہے کہ کسی خاص موقعے پر نثر سے زیادہ نظم، بلند آہنگ، زور دار اور پر اثر ہو سکتی ہے، وہاں نثر میں بڑے سلیقے اور خوش اسلوبی کے ساتھ رباعی کا استعمال کیا گیا ہے۔ اس کی بہترین مثالیں میراں یعقوب کی ''شمائل الاتقیاء'' اور وجہی کی ''سب رس'' میں ملتی ہیں۔

(٦) دکنی رباعیوں کے موضوعات اور اظہار کے پیکرون

میں بڑی ندرت، تازگی اور دلفریبی نظر آتی ھے۔ صنعت سوال و جواب غزل میں ایک خاص لطف اور دلکشی پیدا کر دیتی ھے۔ بعض دکنی شعراء نے سوال و جواب کے انداز میں بڑی خوبصورت رباعیاں کہی ھیں۔

(۷) رباعی میں جو زیادہ تر پند و موعظت اور اخلاق آموزی کے لئے استعمال کی گئی تھی، دکنی شعراء نے عاشقانہ مضامیں شامل کر کے اس میں ایک رنگینی، شگفتگی اور نکھار پیدا کر دیا ھے۔

ذیل میں چند نادر اور قدیم دکنی رباعیوں کے نمونے پیش کئے جاتے ھیں:۔

فیروز شاہ بہمنی[1]

تجھ مکہ چندا جوت دسے سارا[2] جیوں
تجھ کان پہ موتی جھمکے تارا جیوں
فیروزیٔ عاشق کوں ٹک یک چاکن[3] دے
تج شوخ ادھر[4] لب اھے شکر پارا جیوں

---

(۱) (الف) فیروز شاہ بہمنی فارسی میں عروجی اور فیروزی تخلص کرتا تھا۔ «تاریخ دکن» میں پروفیر عبد المجید صدیقی لکھتے ھین «فیروزشاہ ادیب ھونے کے علاوہ اچھا شاعر بھی تھا۔ عروجی اور فیروزی تخلص کرتا تھا» (صفحہ ۹۷)

(ب) «کلام الملوک» مین فیروزشاہ بہمنی کے تخلص کے بارے میں لکھا ھے «ابتداء عروجی تخلص کرتا تھا تخت نشین ھونے=

پتلی کوں تری نـاؤں جوبرجیس رکھیـا
مہتاب وھیں پاؤں پو آسیس۵ رکھیـا
اس ناز بہری آنك۶ کی سنگار۷ بدل
سرمے کی نمن جیو کوں میں پیس رکھیا

کہتی ہوں تسوں راست مین اے سروِ رواں
سچ مان کہ تج سا نہ سَرو وان ھے نہ یاں
آتـش ھے تراعشق اسـی آتـش کا
یوسور، سو شعلہ ھے اگن۸ کا، یو دھواں

= کے بعد فیروزی تخلص رکھا » (صفحہ ۱۰)
(ج) « دربار آصف » میں غلام صمدانی خان گوھر نے بھی فیروزشاہ بہمنی کا تخلص فیروزی ھی بتایا ھے وہ لکھتے ھین : ۔ « سلطان کو تمام علوم مین دخل تھا شعر بھی کہتا تھا۔ عروجی اور فیروزی تخلص تھا » (صفحہ ۳۶)
(د) پروفیسر عبد المجید صدیقی نے فیروزشاہ بہمنی کے کلام کا جو نمونہ دیا ھے اس میں یہ شعر بھی موجود ھے۔ ملاحظہ ھو صفحہ ۱۰۷۔

فیروزی قامت ورخسار آن خورشید تابان را
ز سرو و لالہ می سنجد کہ بیند امتیازش را

(۲) فولادی آئنـہ . (۳) بوسـہ . (٤) ھونٹ (۵) سر (٦) آنکھ (۷) سنگار (۸) آگ .

قدرت نہیں جو نَفَس کوں میں رام کروں
کیا آپس رکھے زھد سوں بدنام کروں
کالیك سینے کی دھوے جس میں نہ ھوئی
خورشید کے چشمے کوں اگر شام کروں

عاشق کو اھانت نہ کر اندیش کوں دیکھ
باطن میں ھے جیوں شیر، نہ اس میش کوں دیکھ
جس ھات پکڑ عشق سر افراز کیا
سلطان کو اس جان، نہ درویش کوں دیکھ

اے یارَ اگر ساچ ۱ توں میرا ھے شریك
یو سن لے تج دل پٹی ۲ او بے سیك ۳
توں دور نہ ھو اھل صفا کے در تھے
جن دور نئیں اس در تھے خدا سوں ھے نزیك ٤

ھے عشق اگر توں تو نکو میلی ٥ ھو
گر عشق ھوئے پاك تو توں چھیلی ٦ ھو
بھر نین کی بدلیاں منے ۷ انجھواں ۸ کا تیل
جا یار کے بازار میں توں تیلی ھو

---

(۱) سچ (۲) سبق (۳) جس کو ھدایت نہ ملی ھو (٤) نزدیك .
(٥) میل رکھنے والا . کسی کو دوست بنانے والا (٦) چھیلا
(۷) میں (۸) آنسوؤں .

دی ختم نبیوں کا خدا تاج تجے
بخشا ھے دو عالم کا جنم راج تجے
یک توچ٦ تو لا مکان کا مُلك لیا
ہونے کو فلك فلك پہ معراج تجے

اے تجہ، تو ولی حق سوں اچھے نت ھمراز
درگاہ تری قبلۂ ارباب نیاز
مخدوم توں میرا، تو ترا خادم مَیں
کر بندہ نوازی سوں مجے سر افراز

یکدم بی١ جو حق یاد میں نئیں سارِیا٢ ھے
بازی توں آپس عمر کی سب ھاریا ھے
جاں کندنی دنیاں کے جو پانے کوں کیا
جوں کھود کے ڈونگر٣ تو چوا٤ ماریا ھے

دن گئے پیچھے٥ مہماں کوں گرفتاری کیا
پھر کھر لینے علم کے دل آزاری کیا
بت نا رھے کر عمر ھزاری ھو مقیم
آخر توں بسا سو کے تیری یاری کیا؟

دنیان تے جو دھن پائے توں اے یار عزیز
ھے مرد تو کھائے گا کر رس کونی٧ چیز

(١) بھی (٢) گزارا (٣) پہاڑ (٤) چوھا (٥) بعد (٦) توجہ (٧) رسیلی۔

دنیاں بو نکو کہ ہو بخیلاں تے بات
مشاطہ کرے گا جو اگر سٹ ہوئی چیز

مہرباں سوں میں یک دیس بوچھا پی کہنہ ۱
کم کم کی ۲ تمن مہر دیسے روزینہ
بولیا کہ تم نئیں مہر پچھن ۳ کیسے ہیں
ملتیچ ٤ رہتے ہیں ہمارا مہینہ

واجب نہیں پر دھن ٥ کوں دیکہت ہونا مور ٦
تس پر توں بڑا دھیٹ ۷ ہونا کرنا شور
ہنستا ہوں میں اس بات پو ہے بات وہی
جیوں مال پرائے کے اوپر مرنا چور

تجہ زلف کے ماراں کوں چوکانا ۸ مشکل
اس پیچ بھری سوں پیچ کہانا مشکل
دیکھو تو نظر میں کیوں نہ اندر کا پری
ہے سانپ انگے ۹ دئیے جلانا مشکل

دیکھیا سو تری عارض نورانی کوں
بکڑیا ہوں ادک ۱۰ دیپ کی حیرانی کوں

---

(۱) کہنا (۲) کیوں (۳) پہچاننا (٤) ملتے ہی (٥) غیر عورت۔ (٦) استعارتاً مست ہونا (۷) بیباک، نڈر (۸) بچ نکلنا، دکنی میں اب بھی چوکانی دینا مستعمل ہے (۹) آگے، سامنے (۱۰) ادھک: زیادہ۔

گھابرا ۱ ھوئی رونے پویاں آ کر انکھیاں
دو پریاں ھیں مل کے ایک سامانی کوں

ھٹکیا ۲ سو میں دبك او دھن ۳ ابروساں
مجہ پی نے پکڑ نئیں کے مجہ دل کے نشاں
مکھ موڑ کے سب پھول چلے سینہ آہ
کیوں تیر دیکھو مار چھپائی ھے کماں

خوباں سو بہوت بات کَئی جاتی نئیں
نازك ھے اتی طبع کوں خوش آتی نئیں
کاں ٤ ان کوں ھنسی پو یاد رکھنے کا دماغ
سچ ، پھول میں جا باس رھنے پاتی نئیں

خوبی نئیں یکتل پہ تیرے کس ھت میں
ھردے ٥ کوں توں پھر مان نہ کر عزت میں
آخر وھی انپڑے ٦ گا تجے بے کم و بیش
اول جو لکھیا ھے سو تیری قسمت میں

خوباں منے ۸ بیٹ ۹ توں بسر کوڑیاں کوں
سن دیك اپس بانٹ لینا گوپیاں ۱۰ کوں

---

(۱) پریشان (۲) چھیڑ کر بات کرنا (۳) عورت (٤) کہاں (٥) دل.
(٦) ھاتھ آئے گا (۷) میں (۸) بیٹھ (۹) پھول (۱۰) گوپیوں.

مجلس میں جواناں کی دیسے مسخرہ پاک
ہووے توں بوڈا۱ مرد، ننھیاں چھوریاں۲ کوں

دنیاں۳ سوں نکو کھیل کے پُر درد منیں
جن داؤ میں سپڑیا سو ملیا گرد منیں
یو سب درشن جیو۴ کے نا کھلی۵ راز
پھانسی نہ دلا جگ کی چپ اس فرد منیں (؟)

کم ذاتوں کو جب کام پڑا سات روئے
دکھلانے اوسی وقت اپس ذات روئے
جوں در نشہ ہو مگن پیوئے توں شراب
ہوی دل میں سو دے مکھ تے۶ بری بات روئے

میران یعقوب

یک رات نہ سوؤں تیری صحبت کے سُکوں۷
اور دوسری رات سوؤں نہ بچھڑے کے دُکھوں
تج درد سوں بیدار رہیتا ہوں دن و رات
پن۸ فرق ہے بیداری مین دونوں راتوں

جب کم نہ تھے تب بیچ ہم ہیں بولا
اسرار پوشیدہ تھے سو تمام مَیں کھولا
تہا میں ہی سنیا۹ میں کاں اتہا میں وان
مَیں بن نہیں کوئی مَیں سنیا مَیں بولا

---

(۱) بوڑھا (۲) ننھی چھوریاں (۳) دنیا (٤) دل (٥) نہیں کھلتا
(٦) سے (۷) سکھوں (۸) لیکن (۹) شونیا: عدم.

جب دوست کوں ڈھونڈنے چلے مردانے
پھلے قدم اپنے سوں ہوئے بیگانے
سنتا و ونہیں علم توں ہوتاں موندی (؟)
لیتا وہ نہ تھا عقل ہوئے دیوانے

علی عادل شاہ "شاہی"

مُج[۱] باج[۲] سکی[۳] کس سوں ترا میل نکو
مل غیر سوں ہرگز توں کد ھیں[٤] کھیل نکو
لٹ پٹ جو نپٹ ہوں تو تجے بھور[٥] بھلی
اے جیو کی کڑی[٦] ھات[۷] رے مج ٹھیل[۸] نکو

پیاسے کے لگا موں کوں چھنو جام نکو
جونے[۹] پو سٹ[۱۰] یك بوند ہو بدنام نکو
کئی دن گئے پیچھن[۱۱] دیئی سو یك بوسہ ادھار
لے او توں، پھر رکھ مجہ پو ترا وام نکو

خواص خان

یو نقش بجا دل کوں سٹیا[۱۲] کونے میں (؟)
اس غم سوں گیا وقت منجے رونے میں
غفلت میں پڑیا عمر گئی سب ھیہات
جوں رات گئی مفت بسر سونے میں

---

(۱) میرے (۲) بغیر (۳) سکھی (٤) کبھی (٥) صبح (٦) سخت دل۔
(۷) ھاتھ (۸) ڈھکیل (۹) لباس (۱۰) گراکر (۱۱) پیچھے (۱۲) پھینکا۔

هشیار سنبال آپ[1] کوں دنیا ہے بُوری[2]
اول یو بھولاتی، پیچھے کرتی کھوری[3]
بولے ہیں بزرگاں سو یو تمثیل سچ ہے
کیا مار لینا پیٹ میں سُنّے[4] کی چھوری[5]

سمجھے ہیں اسے خوب یو دنیا ہے بوری[2]
انی[6] کوں اسے جڑتک کرنے کوں کھوری[3]
موں[7] پر سو میٹھی دل میں گلے کا خنجر
دھرتی ہے آرا دیکھو شکر کی چھوری[5]

علی پیر

اس کی کنہ ذات میں اہے عقل ملول
ہے نسبتِ ہستی منے روشن، توں نہ بھول
ماہیت مخفی تو نا ظاہر دیسے
ظاہر منے دیکھے تو دسے مخفی مول

---

(۱) سنبھال (۲) بری (۳) برا (٤) سونے (٥) چھری۔ (٦) نوک
(۷) منہ۔

مفتون

تجھ پاس نہ کچھ متاع دنیا مفتوں
نہ حشمت دیں نہ جاہ دنیا مفتوں
کہنے کو تو جو ایک دل سو تجھ سے ہے پھرا
پھر کیوں ہے یہ عشق کی تمنا مفتون

ضیاء الدین پروانہ

پروانہ و شمع کی کہانی اپنی
کہہ کٹتی نہیں ہے زندگانی اپنی
آخر کہے یہ کہ رات گئے دن نکلا
پیری آئی گئی جوانی اپنی

مرزا داؤد

ہم وصف علی میں جینا یادی دیکھے (؟)
آلائش کثرت سیں[1] جدائی دیکھے
دیکھا دیکھا جدا نہ دیکھا واللہ
درپردہ ہم بندے کی خدائی دیکھے

---

(۱) سے -

اسد علی خاں تمنا

نظارہ اگر چشم خماری نہ ہوا
زخمی پلکوں کا جو تماری۲ نہ ہوا
ہے جنبش مژگاں میں دلِ بسمل آہ
اُوچھا سا ہوا یہ تیر کاری نہ ہوا

محمد باقر آگاہ

کھیرا ہے عجب حیرت سرشار مجھے
دن ہو گیا مانند شبِ تار مجھے
پندار خودی کیا دل افگار اگر
بن لطف ترے کوئی نہیں یار مجھے

---

(۱) تمہاری -